

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط

ڈاکٹر خورشید احمد فارق

پروفیسر دہلی یونیورسٹی



ادارۃ اسلامیات، انارکلی لاہور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط

ڈاکٹر خورشید احمد فارق

پروفیسر دہلی یونیورسٹی

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۰- انارکلی لاہور

اشاعت اول : مئی ۱۹۷۸ء

باب تمام : اشرف برادرز لاہور

مطبع : وفاق پریس - لاہور

قیمت : حرہ ۱۵/-



ملنے کے پتے :

ادارۃ اسلامیات : ۱۹۰ - انارکلی - لاہور

دائرۃ اشاعت : اردو بازار - کراچی ۱

ادارۃ المعارف : دکانۃ العلوم کراچی ۲

مکتبہ دارالعلوم : کراچی ۲

فہرست مضامین

صفحہ	خط	صفحہ	خط
۱۲۸	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام	۵	۱۴
۱۳۰	" " " "	۳۲	۱۸
۱۳۶	اندلس پر چڑھائی کرنے والے مجاہدوں کے نام	۶۰	۱۹
۱۳۳	خط کی دوسری شکل	۱۱۱	۲۰
"	ابوموسیٰ اشعری کے نام	۱۱۲	۲۱
۱۳۵	عبداللہ بن عامر کے نام	۱۱۳	۲۲
۱۳۶	عبداللہ بن مسعود کے نام	"	۲۳
۱۳۷	" " "	۱۱۳	۲۴
۱۳۸	ولید بن عقبہ کے نام	۱۱۵	۲۵
۱۳۹	عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ کو دستاویز	۱۱۷	۲۶
۱۴۰	عبداللہ بن عامر کے نام	۱۱۸	۲۷
۱۴۱	مرکزی شہروں کے مسلمانوں کے نام	۱۱۹	۲۸
۱۴۲	ولید بن عقبہ کے نام	"	۲۹
۱۴۳	خط کی دوسری شکل	۱۲۰	۳۰
"	اکابر کوذ کے نام	۱۲۱	۳۱
۱۵۰	خط کی دوسری شکل	"	۳۲
"	سعید بن حاص کے نام	۱۲۲	۳۳
۱۵۱	" " "	۱۲۳	۳۴-۳۵
۱۵۲	حبیب بن مسلمہ کے نام	۱۲۴	۳۶

صفحہ	خط	صفحہ	خط
۱	گورزوں کے نام	۲۰	سرحدی کمانڈروں کے نام
۲	خراج انصروں کے نام	۳	عام مسلمانوں کے نام
۵	ولید بن عقبہ کے نام	۶	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام
۷	معاویہ بن ابی سفیان کے نام	۸	"
۹	خط کی دوسری شکل	۱۰	خط کی تیسری شکل
۱۱	معاویہ بن ابی سفیان کے نام	۱۲	امیر معاویہ اور دوسرے گورنروں کے نام
۱۳	ولید بن عقبہ کے نام	۱۴	خط کی دوسری شکل
۱۵	ولید بن عقبہ کے نام	۱۶	ابلی کوذ کا نام

صفحہ	خط	صفحہ	خط
۱۵۰	اشتر نخعی اور ان کی پارٹی کے نام	۱۵۵	خط کی دوسری شکل
۱۵۱	ابو موسیٰ اشعری اور خذیفہ بن یمان کے نام	۱۵۶	معاویہ بن ابی سفیان کے نام
۱۵۲	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام	۱۵۸	خط کی دوسری شکل
۱۵۳	" " " "	۱۵۸	خط کی تیسری شکل
۱۵۶	صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام	"	خط کی چوتھی شکل
۱۵۷	بانیوں کو وثیقہ	"	ابو ذر کے نام
۱۵۸	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام	"	عبدالرحمن بن ربیعہ کے نام
"	خط کی دوسری شکل	۱۶۰	اکابر کو ذ کے نام
"	خط کی تیسری شکل	۱۶۲	معاویہ بن ابی سفیان کے نام
"	خط کی چوتھی شکل	"	اشتر نخعی کے نام
۱۸۳	خط کی پانچویں شکل	۱۶۳	خط کی دوسری شکل
۱۸۴	صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام	"	سعید بن عاص کے نام
۱۸۵	مسلمانوں کے نام	۱۶۴	خط کی دوسری شکل
۱۸۸	عبداللہ بن عامر اور معاویہ بن ابی سفیان کے نام	"	سعید بن عاص کے نام
"	خط کی دوسری شکل	۱۶۵	اشتر نخعی اور ان کے ساتھیوں کے نام
۱۸۹	خط کی تیسری شکل	"	سعید بن عاص کے نام
"	باغیوں کے نام	۱۶۷	کوفہ کے باغیوں کے نام
۱۹۰	علی بن ابی طالب کے نام	۱۶۹	اشتر نخعی اور ان کی پارٹی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

۱۹۵۰ء میں پہلی بار عرفان اردق کے اور ستر عیس ابوبکر صدیق کے سرکاری خطوط
 نذۃ المصنفین دہلی نے چھاپے تھے اور اب تیسرے خلیفہ عثمان غنی کے سرکاری خطوط اسی
 ادارے کی طرف سے پیش کئے جا رہے ہیں، اس سلسلہ کی آخری کڑی اپنی علی حیدر کے خطوط
 اور تقریریں بھی الگ بھگ ہزار سال پہلے شاعر ادیب رضی بغدادی نے جمع کئے تھے
 جو نہج البلاغہ کے نام سے مشہور ہیں، یہ خطوط بے سیاق و سباق تھے، اس کی کو سوسو
 برس بعد مشہور معتزلی عالم ابن ابی العدید مدائنی نے شرح نہج البلاغہ لکھ کر پورا کر دیا اور
 اب سنا ہے نہج البلاغہ کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے، اس طرح خلفائے اربعہ کی
 سرکاری تحریروں کا سٹ بری حد تک تکمیل کو پہنچ چکا ہے عثمان غنی کے خطوط چند سال
 پہلے جب بشکل مضامین چھپے تھے تو ان کی تعداد پچاس سے کم تھی اب ستر سے زیادہ ہے
 یہ تعداد عثمان غنی کے مکتوبہ خطوط کا بہت ہی چھوٹا حصہ ہے، انہوں نے بارہ سال حکومت
 کی اور علی اقل التقدير اگر یومیہ پانچ خطوں کا ہی اوسط رکھا جائے تب بھی ان کے
 خطوط کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہوتی ہے، افسوس ہے کہ یہ خط محفوظ نہیں رہے اور
 اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو محفوظ رکھنے کا اُس زمانہ میں کوئی انتظام نہ تھا، عہد حاضر میں ہر سرکاری
 تحریر کی کئی کئی کاپیاں لے لی جاتی ہیں اور ایک دوسرے کی ریکارڈ میں محفوظ بھی کر لی
 جاتی ہیں، اُس زمانہ میں طریقہ یہ تھا کہ جب خلیفہ اپنی طرف سے کسی گورنر یا کمانڈر کو کوئی
 فرمان بھیجتا تو ایک چھوٹے کاغذ یا چمڑے پر اس کا لب لباب قلمبند کر دیتا اور متعلقہ تفصیلاً

اپنے اُلچی کو سمجھا دیتا جن کو وہ زبانی گورنریا لکما نڈر سے جا کر کہہ دیتا، اگر خلیفہ کو گورنریا لکما نڈر کے مراسلہ کا جواب دینا ہوتا تو وہ بالعموم اسی مراسلہ کے نیچے یا اس کی پشت پر مختصر حکم لکھ دیتا اور گورنریا لکما نڈر کے سفیر کو متعلقہ ہدایات زبانی دے دیتا جن سے وہ جا کر اپنے مرسل کو مطلع کر دیتا، خلیفہ کا خط پا کر اور متعلقہ ہدایات سفیر کی زبانی سُن کر گورنریا نقیل حکم میں لگ جاتا، خط کو دھو کر اور اس کا کاغذ سکھا کر یا تو آئندہ استعمال کے لئے رکھ لیا جاتا یا وہ کسی ایسی جگہ ڈال دیا جاتا جہاں سے چند دنوں میں ضائع ہو جاتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ستر سے زیادہ خطوط جو اس مجموعہ میں شامل ہیں وہ کس طرح محفوظ رہ گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی موجودہ شکل میں یہ وہ خط نہیں ہیں جو عثمان غنی نے فی الواقع تحریر کئے تھے بلکہ یہ وہ خط ہیں جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، ان خطوط کو تین صنفوں میں رکھا جاسکتا ہے: ایک وہ جن کے مضمون میں راویوں کی طرف سے لفظاً و معنیاً کم اضافے ہوئے ہیں اور دوسرے وہ جن کے مضمون میں راویوں کی طرف سے لفظاً و معنیاً زیادہ اضافے ہوئے ہیں اور تیسرے وہ جن کی کوئی اصل نہیں، جن کو راویوں نے کسی مصلحت یا غرض کے ماتحت وضع کر دیا تھا، بیشِ نظر مجموعہ خطوط میں ان تینوں صنفوں کے خط موجود ہیں اور یہ تینوں صنفیں عثمان غنی کے خطوط کی طرح دوسرے خلفاء کے خطوط میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اسلام کے بعد عربوں نے جن علوم کی طرف سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ دی وہ یہ تین تھے: حدیث، تاریخ اور تفسیر، حجاز کے عربوں میں نہ علمی ماحول تھا نہ علمی روایات، ان کے ہاں صرف شعر و نسب دو علم تھے جن سے دلچسپی لی جاتی تھی، چونکہ کاغذ کیاب اور نہایت گراں تھا اور حجازی عربوں کا سوادِ اعظم قلاش اور خاند بدوش، وہ شعر و نسب کو کاغذ کی بجائے حافظہ میں محفوظ کرنے کے عادی تھے اور دونوں کو زبانی روایت کے ذریعہ پیڑھی بہ پیڑھی منتقل کیا کرتے تھے، پڑھنے لکھنے کا کچھ جو باشندے میں

ضرورت تھا، خاص طور پر خوش حال تاجر جن کا بیرونی ملکوں سے تجارتی تعلق ہوتا، جیسے طائف کے نقیف، مکہ کے قریش اور یثرب (مدینہ) کے یہودی، کاروباری خط و کتابت کرنے اور حساب کتاب رکھنے کے لئے معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، جن لوگوں نے حدیث، تاریخ اور تفسیر کی اشاعت و تعلیم کی ابتدا کی وہ سب عرب تھے اور صحابی، صحابہ میں صرف تھوڑے اشخاص معمولی پڑھے لکھے تھے، ان کی اکثریت نازندہ تھی، خواندہ صحابہ میں بیشتر نقیف اور قریش کے خوشحال تاجر تھے جن کو شام، عراق، مصر اور حبشہ جیسے متمدن ملکوں کے سفر کا تجربہ تھا اور جن کا افق ذہنی وہاں کے متمدن ماحول میں بود و باش سے نسبتاً وسیع ہو گیا تھا، جمہور صحابہ دیہاتوں میں پہلے پڑھے تھے اور ان کا تعلق غریب، پسماندہ اور جاہل ماحول سے تھا، اس کے علاوہ بعض صحابہ رسول اللہ کی صحبت میں زیادہ رہے تھے، بعض کم، بعض کا حافظہ اچھا تھا، بعض کا کمزور، چونکہ صحابہ کا ماحول اور ان کی فکری و علمی سطح ایک دوسرے سے مختلف تھی، اس لئے ان کے اعمال، ان کی سیرت اور میزانات بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

رسول اللہ اور ابوبکر صدیق کے عہد میں حدیث، تاریخ اور تفسیر کی تعلیم و اشاعت جزیرہ کے مختلف دیہاتوں، بستیوں اور شہروں تک ہی محدود رہی، لیکن عمر فاروق کے زمانہ خلافت میں (۱۳-۲۳ھ) عربوں نے شام، عراق، مصر، فارس اور دوسرے ملک فتح کئے تو بہت سے صحابہ جن کی اکثریت غیر قریشی اور دیہاتی عربوں پر مشتمل تھی، مفتوحہ شہروں اور عرب چھاؤنیوں میں آباد ہو گئے، ان شہروں اور چھاؤنیوں میں تین طرح کے لوگ تھے: ایک عرب جو جزیرہ کے دیہاتوں سے نوح میں بھرتی ہو کر آئے تھے اور جاہل نازندہ تھے، دوسرے غیر عرب نو مسلم جو عام طور سے پڑھے لکھے تھے اور جن کا تعلق فارس، شام، اور مصر کی متمدن اقوام سے تھا اور تیسرے غیر مسلم ذمی جو شکست کھاکر عربوں کے ماتحت اور باجگزار ہو گئے تھے انہی ماحول میں صحابہ کو بہت اعزاز حاصل ہوا اور نئے اسلامی

عرب معاشرہ پر انہوں نے اپنا سکہ جالیا، فوجی عرب اور غیر عرب نو مسلم و فور عقیدت سے رسول اللہؐ کی حدیثیں ان سے پوچھا کرتے اور اپنے گونا گوں شخصی، مذہبی، قانونی، اخلاقی اور مالی معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے اور ان کو اپنا مطاع و مفتدا سمجھتے، ذی ان کو حکمران پارٹی کا رکن سمجھ کر ان کا احترام کرتے، مفتوحہ ملکوں میں بسنے والے ان صحابہ میں سے کچھ کاروبار میں لگ گئے، جو تیرا، بار سوخ اور باشعور تھے سرکاری عہدوں پر فائز ہو گئے اور ان کی ایک اچھی خاصی تعداد نے اپنے اپنے محلوں کی مسجدوں میں تعلیمی حلقے کھول لئے، ان حلقوں میں حدیث، تاریخ اور تفسیر کی تعلیم دی جاتی تھی یہ وہ مضمون تھے جن کی مانگ تھی جن سے کم و بیش صحابہ واقف تھے اور جن کے ذریعہ رسول اللہؐ، تاریخ اسلام اور قرآن سے واقفیت ممکن تھی، مفتوحہ ملکوں میں آکر بسنے والے عرب فارغ البال تھے، حکومت کی طرف سے ان کی تنخواہیں اور راشن مقرر تھے، حکمران قوم کے ممبر ہونے کے باعث ان شہروں اور چھاؤنیوں کے نئے معاشرہ میں ان کو عزت اور وجاہت بھی حاصل تھی، اس نے تعلیمی حلقوں میں ان کی شرکت کا اصل محرک دین، اسلام اور اس کے قانون سے متعارف ہونا تھا، اس کے برخلاف غیر عرب نو مسلم (مذہبی، تین مشکلات میں مبتلا تھے: (۱) معاشرتی شکل (۲) اقتصادی شکل اور (۳) دینی شکل، تمدن اقوام سے تعلق رکھنے، خواندہ اور سلمان ہونے کے باوجود عرب معاشرہ میں ان کو عزت و وقار حاصل نہ تھا، وہ یا تو میدان جنگ میں گرفتار ہو کر غلام بنائے گئے تھے اور بعد میں زیر آزادی ہوا کر کے آزاد ہو گئے تھے یا ان کا تعلق مفتوحہ اقوام سے تھا جو شکست کھا کر اصولاً غلام بن گئے تھے لیکن جن کو قومی مصالح کی بنا پر فاتحین نے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ نو مسلموں کو عربوں کے برابر درجہ حاصل نہ تھا، وہ عرب عورتوں سے شادی نہیں کر سکتے تھے، وہ دوسرے درجہ کے شہری تھے، عربوں کی خدمت، معاونت اور چاکری کے لئے وقف، اقتصادی اعتبار سے بھی ان کی حالت زیروں تھی

..... دیکھیں میدان میں ان کی واقفیت نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے زیادہ نہ تھی، ان تینوں مشکلات پر قابو پانے کے لئے یعنی معاشرہ میں عزت، حکومت کے عہدے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے سب سے مؤثر تدبیر یہ تھی کہ وہ حدیث، تاریخ اور تفسیر میں دستگاہ حاصل کریں چنانچہ وہ بڑے شوق، نیاز مندی اور عقیدت سے صحابہ کے در کی حلقوں میں داخل ہو گئے۔

معلم صحابہ نہ تو کسی کتاب سے درس دیتے تھے نہ ان کے پاس لکھا ہوا قرآن تھا، رسول اللہ کی جو باتیں نماز، روزہ، معاملات، سیرت و اخلاق سے متعلق یا رسول اللہ کے جو غزوات اور فتوحات ان کو معلوم ہوتے یا قرآن کی جو آیتیں ان کو یاد ہوتیں وہ اپنے شاگردوں کو بھنور بھنور کر کے ذہن نشین کر دیتے اور قرآن کے شکل الفاظ کی تفسیر اگر ان کو معلوم ہوتی یا رسول اللہ سے سنی ہوتی تو وہ بھی بتا دیتے، چونکہ اسلام سے پہلے ان کے ہاں علمی روایات یا لکھت پڑھت کا ماحول نہ تھا وہ کتاب کی جگہ زبانی روایت کے ذریعہ معلومات منتقل کرنے اور تحریر کی جگہ حافظہ میں علم مقید کرنے کے سینکڑوں برس سے عادی رہے تھے اس لئے وہ اپنے شاگردوں کو حدیث، تاریخ اور تفسیر لکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور اصرار کرتے تھے کہ ان کے ملفوظات ذہن میں مرتسم کئے جائیں اپنے اس اصرار کی توجیہ وہ رسول اللہ کی طرف منسوب کر دے اس قول سے کیا کرتے تھے کہ میری حدیثیں لکھا نہ کرو، ان کی زبانی اشاعت کر سکتے ہو۔ ہر چند کہ تحریر کے بارے میں سارے صحابہ کا موقف ایک نہ تھا اور بعض تحریر کے حق میں تھے، لیکن چونکہ کثرت کا موقف امتناعی تھا اس لئے قدرتی طور پر یہی چل بھی نکلا، اکثر صحابہ کے شاگرد عرب اور موالی دونوں، اسی موقف کے حامی ہو گئے اور جب تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے درسی حلقے کھولتے تو تحریر و کتابت کی اجازت وہ بھی نہ دیتے تھے۔

رسول اللہ کی صحبت، اولین حامل اسلام، نیز حدیث، قرآن اور تاریخ کے عالم

مفسر اور ترجمان ہونے پر تو نازاں تھے ہی، موالی طالب علموں کی نیاز مندی، عقیدت
بلکہ شیفتگی نے عام طور سے صحابہ میں تمکنت پیدا کر دی جس نے جلد ہی علمی انانیت کی
شکل اختیار کر لی، صحابہ کے بعد حدیث، تاریخ اور تفسیر کی تعلیم و اشاعت پر بالعموم غیر
عرب و مسلم سوائی اچھا لگے، اور جہاں انہوں نے صحابہ سے علم حاصل کیا وہاں صحابہ
کی علمی انانیت بھی اپنالی، جوں جوں حدیث، تاریخ اور تفسیر کی اشاعت و تدریس کا دائرہ
وسیع ہوتا گیا اور شاگردان صحابہ کے حلقوں میں طالب علموں کی تعداد بڑھتی گئی، نیز نادار
موالی کے علاوہ خوش حال اور حاکم گھرانوں کے عرب لڑکے ان میں داخل ہونے لگے،
تابعی معلموں کی علمی انانیت میں بھی اضافہ ہوتا گیا، ان میں علمی رقابت، مسلکی ضد اور
دنیا پسندی پیدا ہونے لگی، ان صفات کا تقاضہ تھا کہ جن احادیث و سنن، واقعات
اور تفسیر کے وہ خود حامل تھے، جن کو انہوں نے اپنے صحابہ شیوخ سے اخذ کیا تھا وہی
مستند، درست اور محبت قرار پائیں اور جن احادیث، واقعات اور تفسیر کی دوسرے
صحابہ شیوخ نے دوسرے حلقوں یا بستیوں یا شہروں میں تعلیم دی تھی ان کو ضعیف
غیر مستند اور نامقبول قرار دیا جائے، دوسرے لفظوں میں حدیث و آثار کی صحت کا
پیمانہ تحقیق، کھوج، درایت اور تقابل کی جگہ افراد بن گئے اور یہ کہادت صادق
آئی کہ یعرفون الحق بالرجال ولا یعرفون الرجال بالحق، عربی حکومت کی ساری
بستیوں اور بالخصوص صدر مقاموں میں جو خلیفہ، گورنر اور بڑے حکام کے مستقر تھے
جیسے مکہ، مدینہ، صنعاء، بصرہ، کوفہ، صغیان، حمص، دمشق اور قسطنطنیہ علمی انانیت
علمی رقابت، مسلکی ضد اور جاہ پسندی کی ہوا چل نکلی، ان صفات کے زیر اثر سنن، آثار،
تاریخ اور تفسیر کے میدان میں بڑے پیمانہ پر وضع کا دروازہ کھل گیا، وضع کی بنیاد رسول اللہ
کے زمانہ میں ہی پڑ گئی تھی، خلفائے اربعہ کے عہد میں وضع کا کاروبار اتنا فروغ پر تھا کہ

لہ وضع حدیث کے موضوع پر دیکھئے فجر الاسلام ۱۷۱۱ میں مصر ۱۹۵۵ء، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰

ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کسی صحابی کی حدیث بغیر شاہد کے نہیں تسلیم کرتے تھے اور علی حیدر صحابی کی حدیث حلف لے کر مانتے تھے، بیرونی فتوحات کے بعد عرب زندگی عہد نبوی کی سادہ، بے تنوع اور بڑی معیشت کے مقابلہ میں کافی پیچیدہ ہو گئی تھی اور ایسے ایسے مسائل رونما ہونے لگے تھے جن کا حل نہ قرآن میں تھا نہ حدیث میں، ہر چند خلفائے اربعہ اپنے فرائض کی انجام دہی اور اپنی زندگی کے معاملات میں بوقت ضرورت بلا تکلف اجتہاد در اسے سے کام لیتے تھے مہمور صحابہ جن کا ذہنی افق بالعموم پست تھا اجتہاد در اسے کے مخالف تھے، کوئی عرب یا نو مسلم شاگرد جب ان کے سامنے ایسے مسائل لے کر آتا جن کا حل قرآن و حدیث میں نہ ہوتا اور ایسے مسائل بہت تھے اور بڑی تیزی سے بڑھتے جا رہے تھے، تو وہ بالعموم اپنے اجتہاد سے کام لیتے اور اپنی رائے کو حدیث کا نام دے کر پیش کر دیتے، ان کی علمی انسانیت اپنے شاگردوں عقیدہ مندوں اور نیاز مندوں سے یہ کہتے شرماتی اور یہ اعتراض کرتے تو انہیں محسوس کرتی کہ ہمیں ان مسائل کا حل نہیں معلوم، کچھ معلم صحابہ تو خلفائے اربعہ کے آخر عہد تک ہی زندہ رہے، لیکن ان کا بیشتر حصہ امیر سعادہ کی خلافت کے خاتمہ یعنی ستھ تک رحلت کر گیا، ان کے بعد ان کے درسی حلقوں پر ان کے شاگردوں کا جو زیادہ تر موالی تھے اور جن کا اصطلاحی نام تابعین ہے غلبہ ہو گیا اور بہت سے شاگردوں نے طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر نئے حلقے کھول لئے اور یہ سلسلہ بڑھتا اور پھیلتا عباسی دور میں داخل ہو گیا (۳۰۰ھ) تعلیم کی اسی ترقی اور وسعت کے ساتھ علمی انسانیت، علمی رقابت، مرزبوی عصبیت، سکلی ہٹ اور جاہ پسندی میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور ان صفات کے زیر اثر وضع کا کاروبار شاخ و درشاخ اور وسیع تر ہوتا گیا۔

قرن اول کے ربع ثالث میں حدیث و آثار، تاریخ اور تفسیر کا سرمایہ کمیت اور کیفیت میں اتنا بڑھ گیا تھا کہ نہ تو قوت حفظ اس کی ممکن ہو سکتی تھی اور نہ ایک معلم کے

لئے اس کا درس دینا آسان تھا، اس لئے دو تبدیلیاں واقع ہوئیں: ایک یہ کہ اس سرمایہ کو
 اور یہ سرمایہ ہیں یا درکھنا چاہیے کل الصید فی جوف الفرا کا مصداق تھا یعنی اس میں
 صحیح سنن و آثار، فقہ اور اخبار بھی تھے، بگڑے ہوئے، بدلے ہوئے، کم اضافہ والے، زیادہ
 اضافہ والے اور گڑھے ہوئے بھی، قید تحریر میں نہ لانے کی وہ پابندی جس پر صحابہ کے
 زمانہ سے بندت عمل ہوتا رہا تھا، ڈھیلی پڑ گئی، اب وہ طالب علم جن کا حافظہ قوی نہ ہوتا
 اور جو کاغذ کی کم یابی اور گرانی کے نسبتہ کم ہو جانے سے اس کو خریدنے پر پہلے سے
 زیادہ قادر تھے، بعض صورتوں میں اپنے شیوخ کی چشم پوشی سے اور بعض میں ان سے
 چھپا کر حدیث و آثار وغیرہ قید تحریر میں لانے لگے، دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ متداول
 مضامین جواب تک ایک ہی شیخ کے ذمہ تھے الگ الگ شیوخ نے سبھال لئے بالفاظ
 دیگر ان مضامین میں ایک قسم کا تخصص اور گیرائی پیدا ہونے لگی، کچھ تو اس دو گونہ
 تبدیلی کا اور کچھ افادیت کو تلقید جامد پر ترجیح دینے والے حکمران طبقہ کی ترغیب کا
 یہ اثر ہوا کہ بڑے شہروں میں حدیث و آثار، تاریخ و مغازی رسول اللہ، تاریخ اور
 فتوحات خلفائے اربعہ پر رسالے اور کتابچے لکھے جانے لگے، اس اہم کام کی ابتداء
 سرکاری قاضیوں، مفتیوں اور حکام طبقہ سے تعلق رکھنے والے علماء کے ہاتھوں عمل میں
 آئی جیسے (۱) عروہ بن زبیر متونی (۲) ابان بن عثمان (متونی سنہ ۱۱۲ھ اور ۱۱۳ھ)
 زہری (متونی سنہ ۱۵۲ھ)، ان کی دیکھا دیکھی کچھ دوسرے پیشہ ور معلم، محدث، مورخ اور
 مفسر بھی تحریر و کتابت کی طرف مائل ہونے لگے، قرن اول کے ختم ہوتے ہوئے حدیث
 تاریخ اور تفسیر پر سینکڑوں رسالے تالیف ہو چکے تھے لیکن یہ رسالے اور کتابچے ہم کو
 یاد رکھنا چاہیے نشر و اشاعت کے لئے نہیں تھے بلکہ لکھنے والوں کی اپنی سہولت، مطالعہ
 اور مراجعت کے لئے مرتب کئے گئے تھے، وہ ان کی مدد سے معلومات مستحضر رکھتے، طلبہ کو
 درس دیتے یا قانونی فیصلے اور فتوے مستنبط کرتے، لیکن طلبہ کو ان سے نقل کرنے کی

اجازت نہ تھی، زبانی نشر و اشاعت اور حافظہ کی کتاب پر اعتماد علمی فضا میں ایسا نہیں
 گیا تھا اور صحابہ کے زمانہ سے اس پر ایسا اصرار رہا تھا کہ پیشہ ور معلم، محدث، مورخ
 اور مفسر جو معاشرہ پر چھائے ہوئے تھے اور جن کی گرفت عوام پر سخت تھی ایسی حدیث
 خبر یا تفسیر کو ساقط الاعتبار سمجھتے تھے جو شیخ کی بجائے کتاب سے لی گئی ہو، کتاب سے ہتفاد
 کرنے والے کو صفحہ کی حقارت آئینہ نقب سے یاد کیا جاتا تھا، ایسے عالم کی سماج میں
 نہ عزت تھی، نہ اس کے علم کی کوئی قدر، ایک دو نہیں دسیوں محدثوں اور زورخوں کے
 نام تذکروں میں ملتے ہیں جنہوں نے اپنے مطالعے کے لئے مجموعے بنائے تھے لیکن
 اس دور سے کہ کہیں لوگ نقل نہ کر لیں مرتے وقت ان کو تلف کر دیا تھا۔

رہائی روایت کے ان خطوط پر سن، آثار تاریخ اور تفسیر کا قافلہ چلتا رہا وقتی
 ضرورت کے مطابق جزوی تغیرات سے متاثر ہوتا ہوا یہاں تک کہ دوسری اور تیسری
 صدی ہجری میں جب صینی کاغذ کے اسلامی قلمرو میں رواج، ارزانی اور بہتات نیز عیای
 حکومت کے فارسی حکام و امراء کی ترغیب سے بڑے بیانیہ پر علوم اسلامیہ کو قلب بند اور مرتب
 کرنے کا دور شروع ہوا تو اس وقت سن، آثار، نقد اور تفسیر کے ہزاروں چھوٹے
 بڑے مدارس کے علاوہ ساری عرب دنیا میں درجنوں مکاتیب تاریخ اپنے اپنے شیوخ
 کی روایت کردہ معارف کے تحفظ اور ان کی تعلیم و اشاعت میں مصروف تھے، ان میں
 سے وہ سکوں جن کو اپنے تاریخی معارف کی عزایت، نامقبولیت یا غام ذکر سے انحراف
 کے باعث تقلید پسند عوام اور منتقد، اکابر کی حمایت حاصل نہ ہو سکی، مٹ گئے یا گوشہ
 تنہا میں جا پڑے، جن اسکولوں کو عوام اور با اثر اکابر دولت کی حمایت حاصل ہوئی
 ان کو قبول غام نصیب ہوا اور ان کے معارف کو تاریخی مؤلفات میں جگہ ملی، تاریخ
 کے شعبہ میں جو اسکول پائندہ اور سر بلند رہے، عوام یا خواص اور حکمرانوں کی تائید و
 حمایت سے بہرہ ور، ان میں یہ پانچ سب سے زیادہ مشہور ہیں :-

محمد بن اسحاق کا اسکول، سیف بن عمر کا اسکول، ابن الکلبی کا اسکول، واثقی کا اسکول، مدائنی کا اسکول پہلی اور دوسری صدی ہجری کی تاریخ اکثر و بیشتر ان ہی اسکولوں کی معرفت ہم تک پہنچی ہے انہی اسکولوں کے اقتباسات طبری کی سب سے جامع تاریخ الامم، فتوحات بر بلاذری کی اہم تالیف فتوح البلدان اور قرون اول کے ایمان و اکابر کے قیمتی احوال پر مشتمل اس کی دوسری کتاب انساب الاشراف میں جمع کر لئے گئے ہیں، رسول اللہ کے حالات و مغازی، ردۃ لڑائیاں، خلفائے اربعہ کے فتوحات، خلافت و اقتدار کے لئے قریش کے دو خاندانوں کی باہمی آویزش، عربوں کی خانہ جنگیوں، خلفائے اُمیہ اور عباسی حکومت کے حالات بیشتر ان ہی اسکولوں سے مستعار لئے گئے ہیں اور یہی اسکول عثمان غنی، ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور علی حیدر کے سرکاری خطوط کا سب سے بڑا ماخذ بھی ہیں۔

ان پانچوں اسکولوں کے تاریخی بیانات کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ بڑی حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں کسی واقعہ کے جزئیات و تفصیل ہوں یا روپیہ پیسہ، فوج، لشکر، مقتولین و شہداء کے اعداد و شمار ہوں یا موت و ولادت فتح و شکست کے پہلے اور سال ہوں، یہ اسکول شاذ و نادر ہی ان امور میں متفق اور متحد نظر آتے ہیں، ان کے مجموعی اتفاق کا تناسب آپ پانچ سات فی صد سے زیادہ نہیں پائیں گے جزئیات، تفصیل، اعداد و شمار اور سنین کے اختلاف کے علاوہ ان کے بیانات ایک دوسرے سے متضاد اور متناقض بھی ہوتے ہیں، یہ اختلاف و تناقض اُن کے بیان کردہ خطوں میں بھی موجود ہے خواہ وہ خط ابو بکر صدیق کے ہوں یا عمر فاروق کے یا عثمان غنی یا علی حیدر کے یا کسی دوسرے خلیفہ اور حاکم کے، اس اختلاف و تضاد کی وجہ یہ ہے کہ عربی متن، آثار، فقہ، تاریخ اور تفسیر کی بنیاد کتاب و تحریر کی بجائے زبانی روایت پر استوار ہوتی ہے اور زبانی روایت میں لفظی و معنوی

تصوف، تحریف، جھاڑ اور وضع کے دروازے کھلے رہتے ہیں، ان علوم کو ایک دو یا دس پانچ سال تک نہیں، پچاسوں اور سینکڑوں برس تک ایک دو یا دس پانچ افراد نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں افراد بیان کرتے رہے۔ افراد جن کی ذہنی و فکری سطح، جن کے شیوخ جن کے فقی مسلک اور وفاداریاں، جن کے وطن اور مرزبوم الگ الگ تھے اور جو علمی انانیت، علمی رقابت اور علمی اسکی نیز مرزبوی تعصب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، اگر حافظہ کی نارسائی اور خطا کاری سے ذرا دیر کے لئے نظر ہٹا بھی لی جائے تو ان صفات سے متصف رُداۃ (اسناد) پر کیونکر بھروسہ کیا جاسکتا ہے، اگر اسناد صحتِ متن کی ضامن ہوتی تو بخاری چھ لاکھ حدیثوں سے چار ہزار حدیثیں چھانٹنے پر مجبور نہ ہوتے اور اس کے باوجود چونکہ اُن کا اعتماد بھی اسناد ہی پر ہے اُن کی صحیح میں ایسی حدیثیں موجود ہیں جو قانونِ قدرت اور شانِ نبوی کے خلاف ہیں، مثال کے طور پر یہ حدیث لیجئے:

من اصطبیح کل یوم سبع تمرات من عَجوة لم یضوہا سُم ولا سحر ذلک الیوم الی اللیل۔
جو شخص ہر روز صبح کو مدینہ کی بڑھیا کھجور عَجوہ کے سات دانے کھاتا رہے گا اس کو نہ زہر نقصان پہنچا سکتا ہے نہ جادو۔ اس حدیث کے راوی (اسناد) بخاری کے بلند معیار کی رو سے ثقہ ہیں لیکن اس کا مضمون ایسا ہے جس کو قبول کرنے سے مشاہداتِ زندگی اور قانونِ قدرت ابا کرتے ہیں اور جس کی کوئی ذی عقل و کالت نہیں کر سکتا کیونکہ زہر کھانے والا اگر سات کھجور کیا سات سو کھجور بھی کھائے تب بھی وہ زندہ نہیں رہ سکتا، یہ زندگی کا عام مشاہدہ اور قدرت کا ضابطہ ہے، ایسی پوچ بات نبی کیسے کہہ سکتا ہے۔

مذکورہ بالا پانچوں اسکولوں کے تاریخی اختلاف و تناقض کی مثالیں یہاں پیش کرنے کا موقع نہیں، قارئین خود بھی طبری وغیرہ کے مطالعہ سے ان کا ادراک کر سکتے ہیں

یہاں ہم پہلے تین خلفاء کے سرکاری خطوط کے مضمونی اختلاف اور تناقض کی چند مثالیں پیش کرنے اور ان سے مستنبط ہونے والے نتائج کا ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ابوبکر صدیقؓ کے خطوط (مضمونی اختلاف کی مثالیں)

(۱) جنگِ یمامہ کے بعد خالد بن ولید کے نام :-
خط کی پہلی شکل

”میں تم کو جنگِ عراق کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں، اُن لوگوں کی ایک فوج مرتب کرو جو اسلام پر قائم ہیں، یمامہ سے عراق تک تمہارے راستے میں قبائلِ یمیم، قیس، اسد، بکر بن وائل اور عبد القیس کے جو مرتد آئیں اُن سے جنگ کرو، پھر فارس (عراق) کی طرف پیش قدمی کرو اور اللہ عزوجل سے فتح اور کامرانی کی دعا مانگو، عراق میں داخل ہو کر سب سے پہلے فرج ہند (بندر گاہِ اُبُلہ) کو فتح کرو، فارسیوں اور اُن اقوام کی جو فارسی حکومت کی رعایا ہوں تالیفِ قلب کرو، تم سے کوئی ظلم ہو تو مظلوم کو نود سے پورا پورا حق لینے کا موقع دو، تمہارا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جسے لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے، خدا سے ملتی ہوں کہ جن لوگوں کو ہماری برادری میں داخل کرے ان کو اسلام کا بہترین پیرو بنائے، اگر تم کو خدا کی عنایت سے اُبُلہ میں فتح نصیب ہو تو عراق (بالائی عراق) کا رخ کرنا اور کسانڈر

سے تین کی تحدید کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر خلفاء اور اکابر کے خطوط میں اختلاف و تضاد نہیں، اس تحدید کا مقصد صرف یہ ہے کہ اختصار کی خاطر یہاں ہم ان تینوں کے مراسلوں سے نماذکر کرنا نہیں چاہتے۔

عیاض (بن غنم) سے مل جلتا۔
خط کی دوسری شکل

”عراق کا رخ کرو اور اُس کے حدود میں گھس جاؤ، سب سے پہلے فرنچ ہند
ابندر گاہ اُبتہ، کی فتح پر ہمت مہذول کرو، اہل فلس اور ان اقوام کی جو
اُن کے ملک میں ہوں تالیف قلب کرو۔“
خط کی تیسری شکل

”خدا نے پام میں تم کو فتح عطا کی، اب عراق (بالائی عراق) کی طرف بڑھو
اور عیاض (بن غنم) سے مل جاؤ۔“

یہاں پہلا خط چودہ سطروں میں ہے، دوسرا صرف تین میں اور تیسرا صرف
دو میں، مشترک مضمون: خالد کا عراق کی سپہ سالاری پر تقرر۔
(۲) فرمان جانشینی:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان ہے ابو بکر بن ابی قحاذہ کی طرف سے جو
زندگی کی آخری منزل سے آخرت کی پہلی منزل میں داخل ہو رہا ہے جہاں
(حقیقت ایسی بے نقاب ہو کر سامنے آئے گی کہ) کافر یا مان لانے، بیکار
سزا کا یقین کرنے اور جھوٹے سچ بولنے پر مجبور ہوں گے، میں اپنے بعد
عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں، آپ کا فرض ہے کہ ان کی ہدایت
اور حکم کے مطابق عمل کریں، اُن کا انتخاب کر کے میں نے اپنے بس بھرا اللہ
اس کے دین، اپنے ضمیر اور مسلمانوں کی بہبودی کے تقاضے پورے
کرنے کی کوشش کی ہے، مجھے پوری امید ہے کہ عمر عدل و انصاف سے
کام لیں گے، لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہر شخص کی طرح وہ اپنے اعمال کے

کے ذمہ دار ہوں گے، میں نے تو بہر حال مسلمانوں کی یہودی چاہی ہے
اور غیبی امور میرے علم سے باہر ہیں۔ وسیع علم الذین ظلموا اُی منقلب
ینقلبون۔ عنقریب ظالم جان لیں گے کہ اُن کی بد اعمالی کی سزا جہنم ہے،
والتسلام علیکم ورحمة اللہ“

فرمان کی دوسری شکل

”یہ فرمان ہے ابو بکر خلیفہ رسول اللہؐ کا جو زندگی کی آخری منزل سے آخرت
کی پہلی منزل میں داخل ہو رہا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو اپنا جانشین
مقرر کیا ہے، مجھے توقع تو یہی ہے کہ وہ عدل و راستبازی سے کام لیں گے
لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو مجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں کیونکہ غیبی امور میرے علم
سے باہر ہیں، میں نے بہر حال مسلمانوں کی بہتری چاہی ہے، ہر شخص کو اُس
کی بد اعمالی کی سزا ملے گی۔ وسیع علم الذین ظلموا اُی منقلب
ینقلبون“

فرمان کی تیسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان ہے ابو بکر خلیفہ رسول اللہؐ کا مومنوں
اور مسلمانوں کو، سلام علیکم، خدا کی حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ میں نے عمر
بن خطاب کو آپ کا خلیفہ مقرر کیا ہے، ان کی اطاعت کیجئے اور ان کا
حکم مانئے، ان کا انتخاب کر کے میں نے اپنے مقدور بھر آپ کی یہودی
پیش نظر رکھی ہے، والسلام“

مضمونی تناقض کی مثالیں

(۳) زیاد بن لبید اور مہاجر بن ابی اُمیہ کے نام، حضرموت کے قلعہ نجیر میں بنو کنانہ کے باغی محصورین کے متعلق جن کا محاصرہ زیاد بن لبید اور مہاجر بن ابی اُمیہ کئے ہوئے تھے:

زیاد بن لبید کے نام

”اگر محصورین نجیر ہار کر تمہارے قبضہ میں آجائیں تو ان کو قتل نہ کرنا“

مہاجر بن ابی اُمیہ کے نام

”میرا یہ خط موصول ہونے کے بعد اگر بنو کنانہ پر تم کو فتح حاصل ہو تو اُن کے جوانوں کو قتل کر دینا اور بال بچوں کو غلام بنالینا، یہ اس صورت میں جب فتح بزرگ مشیر حاصل ہو یا وہ اس شرط پر ہتھیار ڈالیں کہ ان کی قسمت کا فیصلہ میری صوابدید سے ہو لیکن اگر خط پانے سے پہلے تمہاری اُن سے صلح ہو چکی ہو تو اس کو میں اس شرط پر قبول کر سکتا ہوں کہ وہ جلا وطنی اختیار کریں، میں نہیں چاہتا کہ اُن کو اسلام سے بغاوت کے بعد (وہیں سے) اُن کو گھروں اور وطن میں رہنے دوں، میں چاہتا ہوں کہ ان کو اپنی پید کرداری کا احساس ہو، اور اپنے کئے کا مزہ چکھیں“

عمر فاروق کے خطوط

مضمونی اختلاف کی مثالیں

(۱) بیت المقدس (ایلیاء) کا صلحنامہ جو عمر فاروق نے خود شام جا کر لکھا:

لہذا انکار صحت ہے سیف بن عمر تاریخ الامم جلد ۲، ۲/۲، وتاریخ یعقوبی لا ندن ۲/۲۹۱

”بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد اللہ عمر امیر المومنین نے امان دی اہل ایلیاء
 بیت المقدس کی جان ہمال، عبادت گاہوں، صلیبوں، شہر کے بیماروں
 تندرستوں اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو، ان کے کنیوں میں سکونت
 اختیار نہیں کی جائے گی، نہ ان کو ڈھایا جائے گا، نہ ان کا یا ان کی جائے
 وقوع یا اہل ایلیاء کی (سوئے چاندی کی، صلیبوں یا ان کے مال و دولت
 کا کوئی حصہ کم کیا جائے گا، ان کو اپنا مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا
 اور نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ان کے ساتھ ایلیاء میں کسی
 یہودی کو رکھا جائے گا، اہل ایلیاء پر لازم ہے کہ اتنا جزیہ دیں جتنا شام
 کے دوسرے شہر ہوا کرتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ ایلیاء سے روٹیوں
 اور ڈاکوؤں کو نکال دیں، جو رومی نکلیں گے ان کی جان اور مال وہی
 حکومت کی عمارتوں میں پہنچنے تک محفوظ رہے گی اور جو رومی ٹھہر جائیں
 ان کو بھی امان ہے بشرطیکہ وہ اہل ایلیاء کے برابر جزیہ دینے کو تیار
 ہوں (ایلیاء کے اصلی باشندوں میں سے) جو اپنے گرجے چھوڑ کر اور
 مال و متاع لے کر روٹیوں کے ساتھ جانا چاہیں۔ وہ اور ان کے کنیے
 صلیبیں اُس وقت تک محفوظ رہیں گی جب تک وہ رومی حکومت کی
 عملداری میں نہ پہنچ جائیں گے، ایلیاء میں فلاں کے قتل (؟) سے پہلے
 جو کاشتکار مقیم تھے اُن میں سے جو چاہیں جزیہ دے کر وہاں (ایلیاء) رہ
 سکتے ہیں اور جو چاہیں روٹیوں کے ساتھ چھوڑ سکتے ہیں اور جو چاہیں اپنے
 اہل و عیال کے پاس لوٹ جائیں، ان کاشتکاروں سے اعلیٰ فصل کٹنے
 میں لگان نہیں لیا جائے گا، اس صلیباً نہ کی پابندی کا ذمہ اللہ اور اس
 کے رسول، خلفاء اور مسلمان لیتے ہیں، بشرطیکہ اہل ایلیاء مقررہ

جزیہ ادا کرتے رہیں۔

صلنامہ کی دوسری شکل

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر عمر بن خطاب نے بیت المقدس کے باشندوں کے لئے (بطور دستاویز) لکھ دی ہے کہ تمہاری جان، مال اور گرجوں کو امان دی جاتی ہے، اگرچہ میں نہ تو کسی مسلمان کو رکھا جائے گا اور نہ ان کو گرایا جائے گا بشرطیکہ کہ تم کوئی بڑی بغاوت یا عہد شکنی نہ کرو۔
(۲) گورنر بصرہ صفیہ بن شعبہ اور بقول بعض اس کے جانشین ایو موسیٰ اشعری

کے نام :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر عبداللہ عمر امیر المؤمنین کی طرف سے صفیہ بن شعبہ کے نام ہے، سلام علیک، میں اس اللہ کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں، واضح ہو کہ ابو عبداللہ (صحابی نافع) نے مجھے بتایا ہے کہ (عتبہ) بن غزو ان کے عہد میں انہوں نے بصرہ (کے قریب) کاشت کی اور سب سے پہلے گھوڑے پالے، لائق تحسین ہے ابو عبداللہ کا یہ اقدام! تم کاشت اور گھوڑے پالنے کے کام میں ان کی مدد کرو، میں نے ان کو کاشت کرنے کی اجازت دے دی ہے، تم ان کو وہ قطعہ دے دو جو انہوں نے جو تا بویا ہے بشرطیکہ وہ جزیہ گزار فارسیوں کی زمین نہ ہو اور نہ ان کے علاقہ کے دریاؤں سے سیراب ہوتا ہو، میں نافع کے ساتھ حسن سلوک کی سفارش کرتا ہوں، والسلام علیکم رحمۃ اللہ

خط کی دوسری شکل

”ابو عبداللہ نے دجلہ کے کنارہ (دجلہ - فرات کے ڈیلٹا کے کنارہ) مجھ سے

ایک قطعہ زمین گھوڑے پالنے کے لئے مانگی ہے، اگر یہ قطعہ خزیہ گذار اراضی میں نہ ہو اور نہ خزیہ گذار علاقہ کے دریا اور نہروں سے اس کی سیرجائی ہوتی ہو تو ان کو دے دو۔“

(۳) حذیفہ بن یمان کے نام، صحابی حذیفہ عراقی کی لگان بندی کے کسٹرن تھے، انہوں نے ایک ذمی عورت سے شادی کی، اس کی خبر عمر فاروق کو ہوئی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ذمی عورت کو طلاق دے دو، حذیفہ نے احتجاج کیا کہ قرآن میں ذمی عورت سے شادی جائز ہے، پھر آپ کیوں روکتے ہیں تو جواب آیا:-

”کتابی عورت سے شادی تو جائز ہے لیکن چونکہ عجمی عورتیں دلفریب ہوتی ہیں اس لئے اگر تم نے ان سے شادی کی تو وہ تمہاری (عرب) عورتوں پر چھا جائیں گی!“

خط کی دوسری شکل

”میں تاکید کرتا ہوں کہ میرا خطا پاتے ہی (اپنی ذمی) بیوی کو طلاق دے دو مجھے ڈر ہے کہ دوسرے مسلمان (ذمی عورتوں کا حسن دیکھ کر) تمہاری پیروی میں ان شادی بیاہ کرنے لگیں گے اور اس اقدام سے عرب عورتیں مصیبت میں پڑ جائیں گی۔“

خط کی تیسری شکل

”ذمی عورت سے نکاح تو حرام نہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہیں تم ذمی رنڈیوں سے شادی بیاہ نہ کرنے لگو۔“

(۴) فاتح مصر عمر دین عاص کے نام، مفتوحہ اراضی کو فوج میں تقسیم کرنے کی

لے فتوح البلدان ۱۴۱/۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴

مانعت سے متعلق:-

”ارضی زمینداروں کے پاس رہنے دو اور لگان لگاؤ تاکہ آنے والی
مسلمان، نسلیں اس کی آمدنی سے جہاد کر سکیں۔“
خط کی دوسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مسلمانوں کی تنخواہوں اور
مجاہدوں کے مصارف کو غصب کرنا چاہتے ہو، کیونکہ اگر مصر کی ارضی تمہارے
درمیان بانٹ دوں تو اگلی نسلیں دشمنوں سے جہاد کے لئے مسلح نہ ہو سکیں گی
اگر میرے ذمہ ناداروں اور مجاہدوں کے وظیفے اور سرکاری ملازموں
کی تنخواہیں نہ ہوتیں تو میں مصر کی ارضی بانٹ دیتا، لہذا اسے اس وقت
تک کے لئے دھت کر دو جب تک مسلمان مجاہدوں کی آخری جماعت
باقی ہے، والسلام“

مضمونی تناقض کی مثالیں

(۱) گورنر مین یعلیٰ بن منیہ کے نام، عنبر پر محصول کے بارے میں:-
”عنبر خداوندی تحفہ ہے، اس پر اور سمندر سے جو کچھ برآمد ہو بیس فی صد
محصول لیا جائے“

خط کی دوسری شکل

”سمندر سے جو مونی اور عنبر برآمد ہو اس پر دس فی صد ٹیکس وصول کرو“

یعنی فتوح البلدان ص ۲۱۵ و فتوح مصر ابن عبد الحکم لأئد ن ۱۳۵۶ ص ۲۶۵ و کتاب الاسوال ابن سلام
معروضہ ۱۱۵ شرح معانی الآثار طمادی دہلی سنہ ۱۳۵۱ھ - ۱۳۶۰ھ ص ۱۱۵ کتاب الخراج ابو یوسف
ص ۱۱۵ کتاب الاسوال ابن سلام ص ۲۲۸۔

(۲) عراقی افواج کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص کے نام، سعد کے پاس فتح قادسیہ کے دوسرے دن ایک لکھ قیس بن مکشوح مرادی کی سرکردگی میں پہنچی اور مال غنیمت کا حصہ طلب کیا، سعد اس کے لئے تیار نہ ہوئے اور خلیفہ سے رجوع کیا تو یہ جواب آیا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سلام علیک، میں اس معبود کا پاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے نبی محمدؐ پر درد بھیجتا ہوں، تمہارا خط ملا، اس فتح کے لئے خدا کا بہت بہت شکر گزار ہوں جو تمہارے ہاتھوں اس نے عطا کی، خدا نے تمہارا حاکم بنا کر مجھے آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح تم کو میرا ماتحت بنا کر تمہاری آزمائش کی ہے، دلمانی واللہ لا اُحصی شیئاً فاعلمہ وأما إذا اجتمع صلحہ؟ جب حاکم ہمدرد ہو اور رعایا اس کی خیر اندیشی تو حاکم کا فرض ہے کہ رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور رعایا کا فرض ہے کہ صبر اور شکر سے کام لے، رہا مال غنیمت تو وہ ان لوگوں کا حق ہے جو جنگ میں شریک ہوں اور جو لوگ جنگ ختم ہونے کے تین دن بعد آئیں ان کو بھی مال غنیمت کا کچھ حصہ ملنا چاہیے، تمہارے جو غلام جنگ میں شریک ہوں اور اس کے خاتمہ کے بعد تین دن کے اندر اندر آزاد کر دیئے جائیں تو وہ بھی مال غنیمت سے حصہ کے مستحق ہیں، جو مال و متاع بطور غنیمت تمہارے قبضہ میں آئے اس کی تقسیم انصاف سے کرو“

خط کی دوسری شکل

”واضح ہو کہ مال غنیمت ان لوگوں کا حق ہے جو جنگ میں شریک ہوں لیکن جو لوگ بطور لکھ جنگ ختم ہونے کے بعد تین دن کے اندر اندر آجائیں

اُن کو بھی غنیمت کا کچھ حصہ ملنا چاہیے، اہل معاہدہ میں سے جن لوگوں نے تمہاری مدد کی ہو اور جنگ کے بعد تین دن کے اندر اندر مسلمان ہو گئے ہوں اور جو غلام جنگ میں تمہارے ساتھ لڑے ہوں اور اس کے بعد تین دن کے اندر آزاد ہو گئے ہوں اُن سب کو غنیمت میں شریک کر دو۔

خط کی تیسری شکل

”اگر قیس (بن مکشوح) مقتولین کے دفن سے پہلے آگئے ہوں تو اُن کو بھی غنیمت سے حصہ دو۔“

(۳) گورنر بصرہ ابو موسیٰ اشعری نے عمر فاروق کو لکھا کہ مسلمان فاریسیوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور طیش میں آکر قتل کر دیتے ہیں، اُنکی کیا سزا دی جائے تو جواب آیا :-
”قلبی ماصولاً غلام ہیں اُن کے مقتولین کا خون بہا ایک غلام کی قیمت کے بقدر مقرر کر دو۔“

گورنر کوفہ کے نام اُس مسلمان کے بارے میں ہیں نے ایک ذمی کو قتل کیا تھا۔
”قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دو، وہ چاہیں اس کو قتل کر دیں اور چاہیں معاف کر دیں۔“

عثمان غنی کے خطوط

مضمونی اختلاف

(۱) ولید بن عتبہ کے نام مکہ کوفہ صحابی عبداللہ بن سعود کی مخالفانہ سرگرمیوں کی شکایت پر۔

لحمداً۔ اکتفاء ۳۹۹۔ فتح البلدان ۲۵۴۔ ۳۵۴ کثر العمال، ۱۰۳۰۴۱ اس وقت بصرہ میں ایک غلام

کی قیمت تین سو روپے تھی۔ مکہ جامع سائبی ابی حنیفہ خوارزمی حیدرآباد ہند ۱۳۳۳ھ ۱۴۱۱ء۔

آسلام اور مسلمانوں کو تباہی سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ عبداللہ
بن مسعود کو یہاں بھیج دو۔

خط کی دوسری شکل

”اگر عبد اللہ لعن طعن چھوڑ دیں تو خیر ورنہ ان کو یہاں بھیج دو۔“

(۲) اکابر کوفہ کے نام، ولید بن عقبہ (گورنر کوفہ) کی معزولی اور سعید بن عاص کے
نقرے سے متعلق :-

وضع ہو کہ میں نے ولید بن عقبہ کو جب وہ بچہ عقل اور حرص و آنسے پاؤں مٹا
ہو چکے تھے آپ کا گورنر مقرر کیا تھا اور ان کو تاکید کی تھی کہ آپ کے ساتھ اچھی
طرح پیش آئیں لیکن آپ کو ان کے ساتھ اپنا طرز عمل درست رکھنے کی ہدایت
نہیں کی تھی، جب آپ کو ان کے ظاہر میں کوئی خرابی نظر نہ آئی تو آپ نے
ان کے باطن پر در کیا، اب میں سعید بن عاص کو گورنر بنا کر بھیج رہا ہوں
وہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ صالح آدمی ہیں، میں آپ کو تاکید کرتا
ہوں کہ ان کے ساتھ کوئی بد عنوانی نہ کریں اور اپنے زیر اثر لوگوں کو بھی اس
بات کی فہمائش کر دیں۔“

خط کی دوسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا کی حمد اور رسول اللہ پر درود کے بعد اہل کوفہ کو
عبد اللہ عثمان کی طرف سے سلام وضع ہو کہ کوفیوں کی ایک جماعت میرے
پاس آئی اور ولید بن عقبہ کی شکایت کی اور اس بات کی شہادت دی
کہ انہوں نے شراب پی، اگر یہ شہادت ٹھیک تھی تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔“

لہ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۳۷، عیون الاخبار اور بن حسن انف لہ ۲ / ۲۵۰ - ۵۳ العقد الفرید ابن

کہ ولید کو حد شراب لگا دی گئی ہے اور اگر ان پر جھوٹا الزام تھا تو جھوٹوں کو خدا سزا دے گا، اس شکایت اور حد شراب کے بعد میں نے ولید کو گورنری سے معزول کر دیا ہے اور ان کی جگہ سعید بن عاص کو جو خاندانی شریف ہیں کو ذکا کو زمقرر کیا ہے، آپ لوگ خدا کے جبار سے ڈریئے سعید کا کہنا مانئے اور ان کے ساتھ تعاون کیجئے، حکومت کی خیر اندیشی اور مناصرت آپ کا فرض ہے، اعلیٰ سے کام نہ لیجئے، نہ غیبت کیجئے اور نہ الزام لگائیے، سعید کا جو آپ کے گورنر ہیں شایان شان احترام کیجئے اور خلیفہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کیجئے، میں نے سعید کو تاکید کر دی ہے کہ عدل انصاف سے کام لیں اور سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں والسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

(۳) معاویہ بن ابی سفیان کے نام، شام میں صحابی ابو ذر کی حکومت دشمن سرگرمیوں کی شکایت پر:-

”سول وار کے سانڈ نے نتھنے اور آنکھیں پھلائی ہیں اور جست لگانا ہی چاہتا ہے، اس کے زخم مت کریدو، ابو ذر کو میرا پس بھیج دو، ان کے ساتھ زاد راہ اور ایک رہبر بھی کرو، نیز لطف و محبت سے پیش آؤ، جہاں تک ہو سکے نہ خود زیادتی کرو نہ اپنے مائتوں کو کرنے دو“

خط کی دوسری شکل

”تہذا خط موصول ہوا، ابو ذر کے حالات معلوم ہوئے، میرا خط پاتے ہی ان کو ننگے پالان پر سوار کرنا اور ایک ایسے سخت ساربان کو ان کے ہمراہ کرنا جو رات دن اونٹ چلائے تاکہ ابو ذر پر خواب طاری ہو جائے

اور وہ میرے اور تمہارے ذکر سے غافل ہو جائیں۔

خط کی تیسری شکل

”جندب (ایوذر) کو ایک سخت اور تکلیف دہ اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس بھیج دو۔“

خط کی چوتھی شکل

”میرا خط پاکر جندب بن جتلہ (ایوذر) کو ننگے پلان پر بٹھا کر یہاں بھیج دو۔“

مضمونی تناقض کی مثال

(۱) حبیب بن مسلمہ کے نام حبیب ارمینیہ میں عرب فوج کے سپہ سالار تھے وہاں کا باز نطنی گورڈ ملک کے رئیسوں اور قیصر کی افواج کا ایک بڑا دل لے کر حبیب کو ملک سے نکالنے کے لئے بڑھا، حبیب نے خلیفہ سے مدد مانگی، اُن کے حکم سے گورڈ کو فہ نے سات آٹھ ہزار آدمی ارمینیہ بھیجے، لیکن ان کے محاذ پر پہنچے سے پہلے حبیب دشمن کو شکست دے چکے تھے، نو دہائیوں نے کہلائی غنیمت کے ہم بھی حقدار ہیں، ہم کو بھی حصہ ملنا چاہیے، حبیب اور ان کی فوج کے اکابر اس کے لئے تیار نہ ہوئے، ملک اور حبیب کی فوج بڑھنے مرنے کو تیار ہو گئی، حبیب نے مرکز سے شکایت کی تو جواب آیا:

”مال غنیمت کے حقدار صرف شام کے مجاہد ہیں۔“

دوسری شکل

”اہل عراق کی ملک کو بھی مال غنیمت میں شریک کرو۔“

۱۔ فتوح ابن اعثم کوئی در ۲۹۳۔ ۲۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۱۱۱ سے عیون الاخبار قلی ۲/۲۹۸۔ ۳۔ حبیب بن مسلمہ کے فوجی۔ ۴۔ فتوح البلدان طبع لاہور ۱۹۔ ۵۔ فتوح ابن اعثم کوئی قلی در ۲۹۰۔

خلفائے ثلاثہ کے ایسے خطوط جن کے متعدد نسخے ہیں اُن خطوط سے تعداد میں کافی کم ہیں جن کا صرف ایک ہی نسخہ موجود ہے لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ان میں کوئی تصرف نہیں ہوا یا ان کی مضمونی سالمیت کے بارے میں سب اسکول متفق الخيال ہیں، ایک نسخہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری رسائی دوسرے نسخوں تک نہیں ہوئی اگر دوسرے نسخے ہم کو مل جاتے اور ہمیں امید ہے پرانی کتابوں اور مراجع کی کھوج کے اس دور میں وہ برابر ملتے رہیں گے تو ان میں بالکل اسی طرح کا مضمونی اختلاف اور تضاد ہوتا جیسا کہ تذکرہ بالا مثالوں میں پایا جاتا ہے، اس اختلاف و تضاد کی روشنی میں خلفائے ثلاثہ کے خطوط کے بارے میں یہ نتائج نکلتے ہیں:-

(۱) اُن کے کسی ایک خط کے متعلق بھی قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لفظاً و معنیاً مکتوب اصل کی نقل ہے۔

(۲) متعدد نسخے والے خطوط کے اُن حصوں کے بدلے میں جن کا مضمون مشترک ہو کہا جاسکتا ہے کہ وہ اصل خط کا باب باب یا مدعا پیش کرتے ہیں، اسے غیر مشترک حصے، تفصیلات اور اضافے تو وہ راویوں کے تصرفات ہیں، کبھی راوی ان تصرفات کے ذریعہ اپنے ذاتی نظریات کے لئے (یعنی کو خلیفہ کی طرف منسوب کر کے) جو ازود اضافہ حاصل کرتے کبھی مقصد یہ ہوتا کہ ان کے خدیوہ خلیفہ میں تقدس، عظمت اور خدا ترسی کی شان پیدا کی جائے، اور کبھی مدعا یہ ہوتا کہ خلیفہ کی شخصیت میں مذہبیت راستبازی، انکسار، رعایا دوستی، ترک دنیا زہد اور عدل جیسے صفات کے رنگ گہرے کر کے قارئین کو متاثر کیا جائے۔

(۳) جو خط جتنے زیادہ لمبے ہیں وہ اتنا ہی اصل سے بعید تر ہیں اور ان میں اتنا ہی زیادہ حاشیہ آرائی، مبالغے اور اضافے کئے گئے ہیں۔ ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ آغاز اسلام میں خط مختصر لکھے جاتے تھے، فن تحریر سے عربوں کی واقفیت سطحی تھی،

لکھنے پڑھنے کا رواج تجارت پیشہ لوگوں میں تھا اور وہ معمولی تاجرانہ خط نویسی اور حساب کتاب رکھنے تک محدود تھا، حجاز کے عرب معاشرہ میں نہ تو علمی ماحول تھا نہ کتابیں، نہ مدرسے، نہ اسکول، اس لئے فنی انشا پردازی کا فقدان تھا، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی حیدر میں سے کسی کو بھی خط نویسی کی مہارت نہیں تھی اور یہی حال ان کے منشیوں اور محرموں کا بھی تھا، یہ لوگ اپنے حکم کاب لباب مختصر الفاظ میں قلمبند کر کے یا محرموں کو املا کر کے متعلقہ تفصیلات اپنے سفیروں کو زبانی سمجھا دیتے اور وہ گورنر یا کمانڈر کے پاس جا کر خط کے ساتھ متعلقہ ہدایات سے ان کو مطلع کر دیتے، مختصر نویسی کا دوسرا سبب کاغذ کی گرانی اور کمیابی تھا، اہل عرب میں دنیا کے ہر متمدن ملک میں ہزاروں ٹن کاغذ تیار ہوتا ہے اور ہر شخص حسب ضرورت ارزاں نرخ پر خرید سکتا ہے لیکن قرن اول کے آغاز میں کاغذ (قرطاس) جو عرب استعمال کرتے تھے صرف مصر میں بردی نامی پودے سے تیار ہوتا تھا، اس کی سپلائی محدود تھی اور مانگ افریقہ، شرق اوسط اور یورپ میں بہت زیادہ، اس لئے گراں اور کمیاب تھا، زیادہ تر حکومتیں اور مالدار تاجر ہی اس کے استعمال پر قادر تھے، کاغذ کے علاوہ تحریر کے لئے عرب جڑا بھی استعمال کرتے تھے جو بکری، گائے یا اونٹ وغیرہ کی کھال سے تیار ہوتا تھا، رومی قلم وہیں کاغذ کے علاوہ سفید ریشم پر بھی لکھائی ہوتی تھی اور فارس میں درخت خدنگ کی چھال جو نہایت چکنی اور پائیدار ہوتی لکھائی کے کام آتی تھی، کاغذ کی قلت اور گرانی کی مزید شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ عرب قرطاس اور جبرے کی تحریر پانی یا سرکہ کے مرکب سے دھو کر دونوں کو پھر لکھائی کے لئے محفوظ کر لیتے تھے۔

(۴) وہ خط جن کی شکلیں متعدد ہیں اور جن کے مضمون یا مضمون کے بعض حصوں میں محض سلی مشابہت پائی جاتی ہے، ان میں ایسے خطوط کے اہل سے قریب تر ہونے

کا مکان ہے جو کاتب کی شخصیت، مزاج، پالی یا طریق حکومت سے زیادہ ہم آہنگ ہوں، یہی ہم آہنگی ان خطوط کی اصل سے قربت کی دلیل بن سکتی ہے جن کی صرف ایک ہی شکل دریافت ہو سکی ہے۔

(۵) متضاد خطوط میں ان خطوں کے اصل سے مطابق ہونے کا زیادہ امکان ہے جن کے مضمون کی تائید رسول اللہ اور بڑے صحابہ کے فتووں، فیصلوں اور اجتہادات یا خود کاتب خلفاء کی اپنی شخصیت، مزاج اور طریق حکومت سے ہوتی ہو۔

عثمان غنی

اسلام سے پہلے قریش کے چار خاندان مکہ پر چھلے ہوئے تھے۔ خاندانِ ہاشم، خاندانِ عبد شمس، خاندانِ مُطَلَب اور خاندانِ فُزَیْل۔ یہ چاروں ایک دادِ عبد منان کی اولاد تھے اور تجارت کرتے تھے، ان کے تجارتی قافلے شام، عراق، یمن اور حبشہ جایا کرتے تھے، ان میں ہاشم اور عبد شمس کے خاندان زیادہ مالدار اور معزز تھے، لیکن ان کی خوشحالی میں مدد و جزر ہوتا رہتا تھا، موافق یا ناموافق حالات کے زیر اثر کبھی ایک خاندان زیادہ پھلنے پھولنے لگتا کبھی دوسرا، جو خاندان زیادہ متمول ہو جاتا اسی کا اثر اور رسوخ اس پاس کے عرب قبیلوں میں بڑھ جاتا، وہی میرکہ ہوتا، وہی ملک کی قومی تیرتہ گاہ کا متولی بنتا اور اسی کے ہاتھ میں سالانہ حج کی قیادت ہوتی، اس وجہ سے دونوں خاندانوں میں مسابقت کی دوڑ اور رقابت کی روح کار فرما رہتی تھی، یہ مسابقت اور رقابت اسلام کے بعد بھی باقی رہی، رسول اللہ کی وفات پر بنو ہاشم اور بنو عبد شمس یا بنو امیہ میں خلافت کی جو کشمکش ہوئی وہ اسی رقابت اور مسابقت کی سر ہون تھی۔

عثمان غنی کا تعلق عبد شمس (بنو امیہ) کے خاندان سے تھا، اُن کے والدِ آسودہ حال بہو باری تھے اور بکھرتی قافلے لے کر شام جایا کرتے تھے، ایک سفر کے دوران شام کے مشہور ساحلی شہر غزہ میں بیمار پڑے اور وہیں اُن کا انتقال ہو گیا، پھر ان کے صرف تین بچے تھے لیکن روپیہ پیسہ خوب تھا اس لئے زندگی آسائش سے گذرتی تھی، اُن کے بعد عثمان غنی نے تجارت کو اور زیادہ فروغ دیا، مستعد اور باشعور آدمی تھے، نئے نئے دھنگوں سے تجارت کیا کرتے تھے، نفع میں شرکت کر کے روپیہ دیتے، غلاموں سے تجارت کراتے اور زرِ مخلصی لے کر آزاد کرتے، سستے داموں جائیدادیں خریدتے اور

ایک ملک کا سامان دوسرے ملک کو بھیجتے۔

عثمان غنی، ابوبکر صدیق کی ترغیب پر مسلمان ہوئے، رسول اللہ سے پانچ چھ سال چھوٹے بتائے جاتے ہیں، میانہ قد، وجیہ اور خوش رو، گندمی رنگ، چوڑا سینہ، گھنے بال، دل ہمدرد اور غمخوار پایا تھا، بڑے کشادہ دست تھے، نیاز مند اور صلح جو بھی ان کی صورت، سیرت اور خوش حالی دیکھ کر رسول اللہ نے اپنی لڑکی رقیہ کی ان سے شادی کر دی، یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ مکہ میں اشاعت اسلام کی جدوجہد میں مشغول تھے، اس وقت عثمان غنی کی عمر لگ بھگ چالیس سال کی تھی، قریش مکہ کی اسلام دشمنی جب بڑھ گئی اور وطن کی فضا میں سانس لینا مشکل ہو گیا تو عثمان غنی بیوی بچوں کے ساتھ حبشہ چلے گئے جہاں کے تاجروں سے ان کے دو ستانہ تعلقات تھے اور جب رسول اللہ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہ بھی پردیس سے لوٹ آئے، مسکتہ میں جنگ بدر کے موقع پر ان کی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ بیمار پڑیں اور ایسی کردہ جنگ میں شریک نہ ہو سکے، مرض بگڑ گیا اور ان کی جان بے کر ٹلا، ان کے انتقال کے بعد عمر فاروق نے اپنی بیوہ لڑکی حفصہ کا عقد عثمان غنی سے کرنا چاہا لیکن وہ تیار نہ ہوئے، عمر فاروق نے اس سردہری کی رسول اللہ سے شکایت کی تو انہوں نے حفصہ سے خود شادی کر لی اور عثمان غنی کو اپنی دوسری لڑکی ام کلثوم بیاہ دی، دولت اور خاندانی شرافت کے ساتھ عثمان غنی ایسی نکھری اور ستھری زندگی گزارتے اور اپنے اہل و عیال کو اتنی اچھی طرح رکھتے کہ بڑے اکوئی ان سے ازدواجی رشتہ کے خواہشمند رہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ نے دوسری لڑکی کی شادی کے موقع پر ان سے کہا: اگر میرے دس لڑکیاں ہوتیں تو ان سب کی (یکے بعد دیگرے) تم سے شادی کر دیتا۔

مدینہ آ کر عثمان غنی نے اپنا کاروبار شروع کر دیا، دنیا پھر ان کے قدم چومنے لگی، وہ بڑے سوداگر اور بینکر قسم کے آدمی تھے، ان کو زیادہ دوڑ دھوپ کرنے کی

ضرورت نہ تھی، ان کے کارندے کام سنبھالے ہوئے تھے، وہ خود رسول اللہ کی خدمت میں رہتے اور ان کے سارے اہم معاملات میں حصہ لیتے، بدر کے علاوہ ان کی ساری جنگوں میں شریک ہوئے، انہوں نے روپیہ پیسے بھی اسلام کو خوب تقویت پہنچائی، آٹھ وقت دس پانچ روپے سے مدد کرنے والے مسلمان تو کافی تھے لیکن سینکڑوں اور ہزاروں قربان کرنے والے صرت انگلیوں بر گئے جاسکتے تھے۔ ان معدودے چند خوش نصیبوں میں عثمان غنی سب سے بڑھ کر تھے، جب مکہ کے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں کا پانی ان کو پسند نہ آیا، شہر کے باہر اچھے پانی کا صرت ایک کنواں تھا جس کو بیرونہ کہتے تھے، اس کا مالک ایک یہودی تھا، رسول اللہ چاہتے تھے کہ کنواں خرید لیا جائے تاکہ سب مسلمان اس کا پانی استعمال کر سکیں لیکن سوال یہ تھا کہ اس کی قیمت کہاں سے آئے، ہجرت کے ابتدائی چند سالوں میں ان کی اور دوسرے ہمت سے نو مسلموں کی مالی حالت نہایت خراب تھی، عثمان غنی نے ہمت کی اور کنواں خریدنے کے لئے یہودی سے بات چیت کرنے گئے، یہودی نے کہا میں کنواں الگ نہیں کر سکتا کیونکہ میری کھیتی باڑی، کھانے پینے کا اسی پر دار و مدار ہے، تمہاری خاطر اس کا آدھا پانی قیمت دے سکتا ہوں، عثمان غنی نے چھ ہزار روپے میں آدھا پانی خرید لیا، ایک دن یہودی پانی لیتا، ایک دن مسلمان، مسلمانوں کی باری آتی تو وہ دو دن کا پانی نکال لے جاتے، اس سے یہودی کو شکایت پیدا ہوئی اور اس نے باقی کنواں بھی عثمان غنی کے ہاتھ چار ہزار روپے میں بیچ دیا۔

۹۴ میں شام کے ایک تجارتی قافلہ سے جو مدینہ آیا ہوا تھا رسول اللہ کو یہ خبر ملی

نہ استیجاب بن عبد البر حیدر آباد ہندوستان ۱۲۰۵ھ و کتاب المعارف ص ۵۷ و سنن کبریٰ سیفی حیدر آباد ہندوستان ۱۲۰۵ھ

۱۶۱۶ و ۱۶۱۷ مجمع البلدان یا توت مسعودی ۱۲۰۵ھ مجمع البلدان میں کل کنوئیں کی قیمت ساڑھے تیر ہزار روپے اور

نسب الاشراف بلاذری ۱۲۰۶ھ میں دو ہزار (چار سو وینار) بتائی گئی ہے۔

کہ شام کی باز نطنی حکومت حجاز پر فوج کشی کے لئے سرحد پر فوجیں جمع کر رہی ہے، یہ خبر سنی بالکل بے بنیاد اور بعض مفسدوں نے مسلمانوں میں ہراس پھیلانے کے لئے مشہر کرائی تھی، رسول اللہ نے شامیوں کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کو تیار ہونے کا حکم دیا، بے مدگرمی پڑ رہی تھی، حجاز قحط کی زد میں آیا ہوا تھا، بہت سے نو مسلم تلاش اور بے روزگار تھے، کھجور کی فصل تیار تھی اور اہل مدینہ اپنے باغوں کی رکھوالی میں مشغول تھے، اس کے علاوہ شامی فوج کی تعداد، ہتھیاروں اور تیاری کے بارے میں یہی مبالغہ آمیز خبریں پھیلانی گئی تھیں کہ مسلمان ان سے لڑنے کے خیال تک سے ہراساں ہو رہے تھے، بہت سے متذبذب مسلمانوں نے رسول اللہ کی فوجی ہم کو خلاف مصلحت سمجھ کر جانے سے انکار کر دیا اور ایک اچھی خاصی تعداد نے بہانوں کی آڑ لی، تیس ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس ہزار فوج تیار کرنے کا منصوبہ تھا جس میں دس ہزار گھوڑوں کے رسالے شامل تھے، اتنا بڑا منصوبہ اور ذرائع ناکافی، جہاد نند کے نام سے چندہ کی ہم چلا دی آئی، اس نند کے لئے غریبوں، امیروں اور عورتوں سب نے قربانی کی، غریبوں نے کھجور اور ستو سے، امیروں نے جن میں قریش کے صحابی سوداگر میں پیش تھے، روپے سے، عورتوں نے عطر، عنبر، مشک اور زیورات سے، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے دو دو ہزار روپے دیئے، عبدالرحمن بن عوف نے چار ہزار (دو سو اڑتیس) اور عثمان غنی نے ایک تہائی فوج کے ہتھیار، جانور اور غذا مہیا کرنے کا ذمہ لیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دس ہزار دینار دیئے جو اس وقت کی شرح سے پچاس ہزار روپے کے برابر تھے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا عثمان غنی نے ایک آسودہ حال گھر میں جنم لیا تھا جس میں خدا کی دی ہوئی سب نعمتیں ہتھیان تھیں، اس لئے شروع ہی سے دوا جلی اور ستھری زندگی

بسر کرنے کے عادی تھے، اچھا کھاتے، اچھا پہنتے اور آرام سے رہتے، اسلام کے بعد بھی وہ اپنی روش پر قائم رہے کیونکہ تو اسلام کا اُن سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ ٹوٹا کھائیں اور موٹا پہنیں اور نہ رسول اللہ ہی مسلمانوں کو طیباتِ رزق سے محروم کرنا چاہتے تھے۔

صحابی عمرو بن اُمیہ ضمری: قریش کے بوڑھے لوگوں کو خزیرہ (ایک قسم کا کھجور) بہت مرغوب تھا، ایک دن رات کے کھانے پر میں نے عثمان غنی کے ساتھ خزیرہ کھایا جو نہایت لذیذ تھا، اس میں بکری کا گوشت تھا اور گھی دودھ کا بگھار عثمان غنی نے مجھ سے پوچھا: ”کیسا ہے خزیرہ؟“ میں نے کہا: ”کیا کہنا، اس سے اچھا میں نے کبھی نہیں کھایا۔“ عثمان غنی: خدا رحم کرے ابن خطاب (عمرؓ) پر! کبھی ان کے ساتھ بھی تم کو خزیرہ کھانے کا اتفاق ہوا؟“ میں نے کہا: ”جی ہاں، لیکن ان کا خزیرہ اتنا روکھا تھا کہ جب میں اس کا نچہ منہ کی طرف لاتا تو وہ بکھر جاتا، اس میں نہ گوشت ہوتا نہ دودھ، بس گھی ہوتا تھا، عثمان غنی: تم نے سچ کہا عمرو، بخدا اُم کے نقش قدم پر چلنے والے کو آرام میسر نہیں ہو سکتا، ان کو خشک اور ردھی زندگی پسند تھی، بخدا میں یہ خزیرہ مسلمانوں کے پیہ سے نہیں بلکہ اپنی کمائی سے کھا رہا ہوں، تم کو معلوم ہے کہ قریش کے سوداگروں میں میری تجارت سب سے زیادہ فروغ پر رہی ہے اور میں شروع ہی سے اچھی اور نرم غذا کھانے کا عادی رہا ہوں اور اب تو میرا بڑھاپا ہے۔“

عثمان غنی کے ماسوں زاد بھائی عبداللہ بن عامر: تین رمضان میں عثمان غنی کے ساتھ افطار کرتا تھا، وہ ہمارے لئے مرغین اور لذیذ کھانے منگواتے، دسترخوان پر عمدہ مینہ کی روٹی اور بکری کے بچہ کا گوشت ہوتا، میں نے عمر فاروق کو کبھی مینہ کی روٹی کھاتے نہیں دیکھا اور نہ بچہ کا گوشت، وہ ہمیشہ بڑی اس کا گوشت کھاتے تھے، میں

نے عثمان غنی سے عمر فاروق کے کھانے کا ذکر کیا تو وہ بولے: "عمر کی برابری کون کر سکتا ہے؟"
 دانائے عرب احنف بن قیس: "ایک موقع پر میں نے عثمان غنی کے جسم پر قورستان
 کے بڑھیا قسم کے کپڑے کی قمیص دیکھی اور دوسرے موقع پر وہ زرد رنگ کی چادر
 اوڑھے تھے۔" دوسرا شاہد: "میں نے عثمان غنی کو سین کے قیمتی دھاری دار کپڑے کی
 چادر اوڑھے دیکھا جس کی قیمت پچاس روپے تھی، ایک تیسرا شاہد کہتا ہے: "میں نے
 عثمان غنی کے جسم پر بوٹے دار سری شال دیکھی جس کی قیمت سو روپے تھی۔"
 انساب الاشراف بلاذری کے رپورٹر اس چادر کی قیمت پانچ سو روپے یا ستو دینار
 بتاتے ہیں۔

کسی کو یہ گمان نہ ہونا چاہیے کہ بڑے صحابہ کے زمرہ میں صرف عثمان غنی ہی
 کو کھانے پینے اور پہننے کا شوق تھا، شاید عمر فاروق کو چھوڑ کر صف اول کے سائے
 ہی صحابہ بشرطیکہ ان کی مالی حالت اچھی ہوتی، صاف ستھری اور شاندار زندگی بسر
 کرتے تھے، ہمارے مورخ بتاتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف کو جو دیگر اصحاب شوری
 طلحہ، علی، زبیرؓ اور سعد بن ابی وقاص کی طرح ہزاروں لاکھوں کے آدمی تھے،
 بڑھیا لباس پہننے کا خاص شوق تھا اور ان کی چادر یا شال کی قیمت دو ڈھائی سو
 روپے ہوا کرتی تھی۔ تاریخ صنعاء کا مؤلف عبداللہ بن عمر کی سند پر کہتا ہے کہ عمر فاروق
 کو بڑے صحابہ کے رکھ رکھاؤ اور ظاہری شان کا اتنا خیال تھا کہ وہ خود ان کا لباس تیار
 کراتے تھے، جس پر نو سو روپے لاگت آتی تھی۔ غائبانج اور دوسرے رسمی اجتماعات
 کے موقعوں پر یہ لباس پہنا جاتا ہوگا۔

یہاں یہ بتادینا مناسب ہے کہ اس وقت جزیرہ عرب میں اشیاء ضرورت عمیر حاضر

۱۔ تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مصر بلائڈین ۱۳۶۱ھ۔ ۲۔ خراسان کا ایک ضلع۔ ۳۔ طبقات ابن سعد لاؤنڈن

قسم اول ۲۰۱۳۔ ۴۔ انساب الاشراف بلاذری طبع قدیم ۳۶۵ھ۔ ۵۔ طبقات ابن سعد ۹۲/۳۔ ۶۔ تاریخ صنعاء قلی، از احمد بن عبد
 بن محمد مازی، دار المکتبۃ جبرہ رقم ۲۸۰۳۔

کی نسبت زیادہ گراں تھیں، بالخصوص کپڑا، برتن اور فرنیچر۔ اس کے علاوہ عثمان غنی کے عہد میں روپیہ پیسہ کی بہتات نے بھی گراں بڑھادی تھی، نئی نئی فتوحات، تجارت اور جاگیروں کی آمدنی سے بڑے پیمانہ پر روپیہ مدینہ آنے لگا تھا، جب روپیہ پیسہ مقدار میں بڑھتا ہے تو اس کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے اور اشیاء ضرورت ہنگی ہو جاتی ہیں چنانچہ اس زمانہ میں بعض صفات کی چیزوں کی قیمت ان کے ہوزن چاندی کے برابر ہو گئی تھی، ایک عمدہ گھوڑا پچاس ہزار روپے اور ایک بڑھیا ادٹ بائیس ہزار میں آتا تھا، اچھی قسم کے درخت خرما کی قیمت پانچ سو روپے وصول کی جاتی تھی لیکن صحابہ خود ہی اچھا لباس نہ پہنتے بلکہ اپنے متعلقین اور بیویوں کو بھی اپنی شایان شان پہنانے قاضی و امتدی رسول اللہ کے ساتھی بیویوں کے لباس کے معاملہ میں فراخ دستی سے کام لیا کرتے تھے بچہ صحابی ابن مسعود نے جو ہمیشہ صاف ستھرے اور خوشبودار کپڑے پہنا کرتے ہر تے وقت اپنے کفن تک کے لئے وصیت کر دی تھی کہ سو روپے سے کم کا نہ ہو بچہ سعد بن ابی وقاص کا لباس شری ہوتا تھا۔

بڑے صحابہ کے بارے میں یہ بتانا مشکل ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کتنا کھایا اور کتنا خرچ کیا لیکن ان کی ایک اقلیت بالخصوص اصحاب شوری کے متعلق جو قریش کے بڑے سوداگروں اور جاگیرداروں پر مشتمل تھی اتنا معلوم ہے کہ انہوں نے مرتعوت کتنی دولت چھوڑی:-

ابو بکر صدیق (متوفی ۱۳ھ)

قبول اسلام کے وقت ان کی مالی حیثیت بیس ہزار روپے کی تھی لیکن فوت و ملت

لے استیعاب ۲/۲۶۱ و الامامہ والسیاستہ ابن قتیبہ معرۃ ۱۹۳ء ص ۲۷۰ -

مع طبقات ابن سعد ۲/۴۰ - ۳۵ ایضاً ۳/۱۱۱ -

۳۵ ایضاً ۳/۱۱۲ -

ان کے پاس بیکل نقد کوئی قابل ذکر رقم نہیں تھی، البتہ انہوں نے کافی اچھی ماییت کی ایک جاگیر مدینہ کے باہر چھوڑی، یہ جاگیر سلسلہ میں رسول اللہ نے ان کو عطا کی تھی۔

عمر فاروق (متوفی ۳۳ھ)

کئی جاگیروں کے مالک تھے جن میں سے دو کے نام یہ ہیں: شمش اور ضربت بن اللہ۔
یسری جاگیر خیبر میں تھی، یہ تینوں رسول اللہ نے عطا کی تھیں، ان سے بیس ہزار روپے سالانہ وصول ہوتے تھے۔ تاریخ صنعاء کی تصریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان جاگیروں کی قیمت پانچ لاکھ روپے تھی۔

علی بن ابی طالب (متوفی ۴۰ھ)

رسول اللہ نے ان کو خیبر وغیرہ میں چار جاگیریں دی تھیں: فقیرین، برقیس اور شجرہ۔ پھر عمر فاروق نے جو ان کے داماد بھی تھے شمش کی سرسبز وادی عطا کی جہاں ٹھکان تھے کچھ عثمان غنی کے قس سے پہلے ان کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار روپے تک پہنچ گئی تھی۔ عن ابی جعفر قال: ما قتل ابن عفان حتی بلغ غلۃ علی مائۃ ألف۔ ہمارے رپورٹ بتاتے ہیں کہ وہ سالانہ دس ہزار روپے زکوٰۃ کی مد میں ادا کرتے تھے۔

عثمان غنی (متوفی ۳۵ھ)

بارہ لاکھ پچاس ہزار روپے اور بقول بعض ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے، دس

لے کتاب الخراج ابو یوسف معمر ۱۸۷ ص ۲۵۰ - البلدان بلاذری معمر ۱۸۷ ص ۲۵۰ سنن کبریٰ بیہقی ۱۰۸/۶

وشرح بیہقی البلاغۃ ۱۰۸/۳ - کتاب الخراج بخاری بن آدم ۱۰۸/۳ ص ۲۵۰ وفتوح البلدان بلاذری معمر ۱۸۷ ص ۲۵۰ ہر زاد سنن کبریٰ

بیہقی ۱۰۸/۶ - کتاب الخراج بخاری بن آدم ۱۰۸/۳ ص ۲۵۰ وفتوح البلدان ص ۲۵۰ کتاب الخراج بخاری بن آدم ۱۰۸/۳ ص ۲۵۰ تاریخ صنعاء علی

۱۰۸/۳ ص ۲۵۰ - تاریخ صنعاء علی ۱۰۸/۳ ص ۲۵۰ - طبقات ابن سعد ۱۰۸/۳ -

لاکھ روپے اور بقول سودی پانچ لاکھ روپے کی جائداد جو انہوں نے زندگی ہی میں خیر و
اتار میں بانٹ دی تھی، ہزار ادب، ایک حویلی۔

عبدالرحمن بن عوف (متوفی ۱۱۳ھ)

تیرہ لاکھ چالیس ہزار روپے نقد، بعض رپورٹ کہتے ہیں سولہ لاکھ، ہزار ادب
تین ہزار بکریاں، سو گھوڑے، ایک رہائشی حویلی۔

زبیر بن عوام (متوفی ۱۱۳ھ)

مرنے وقت چار لاکھ کے مقرض تھے، طبقات ابن سعد کے راوی گیارہ لاکھ کا
قرض بتاتے ہیں، دو کروڑ ساٹھ لاکھ روپے کی جائداد چھوڑی اور ایک رپورٹ یہ
ہے کہ جائداد سات کروڑ پچھن لاکھ سے زیادہ کی تھی، اس میں مدینہ کے گیارہ مکان،
بصرہ کی دو حویلیاں، کوفہ کی ایک حویلی اور اسکندریہ مصر کی ایک کوٹھی قابل ذکر ہے
ہزار غلام، ہزار گھوڑے، اینٹ چونے اور ساگون کی ایک رہائشی حویلی۔

طلحہ بن عبید اللہ (متوفی ۱۱۳ھ)

اکیس لاکھ اور بقول بعض پانچ لاکھ نقد، ڈیڑھ کروڑ کی جائداد، صرغ عراق کی جائیداد
سے ان کو ہردن پانچ سو روپے سے زیادہ وصول ہوتے تھے، امین کی ایک جائداد سبکدوش
ہزار روپے سالانہ کی آمدنی تھی، اینٹ چونے اور ساگون کی ایک رہائشی حویلی۔

سعد بن ابی وقاص (متوفی ۱۱۳ھ یا ۱۱۴ھ)

ایک لاکھ پچیس ہزار روپے، امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے ایک بار

۱۱۳ھ مروج الذهب و حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر ۲/۵۳۱۔ ۱۱۴ھ ایضاً ۱/۱۵۱۔ ۱۱۵ھ تاریخ صفار و ہزار بکریاں

۱۱۶ھ طبقات ابن سعد ۳/۹۹۔ ۱۱۷ھ تاریخ صفار قلمی۔ ۱۱۸ھ طبقات ابن سعد ۳/۱۰۹، سن کبریٰ ۱۱۹ھ میں قرضہ کی نقد

بائیں لاکھ ہے ۱۱۹ھ مروج الذهب و حاشیہ تاریخ کامل ۱۰/۱۵۱ و تاریخ صفار ۱۱۸ھ طبقات ابن سعد ۳/۱۰۹۔ ۱۱۹ھ تاریخ صفار قلمی

۱۲۰ھ طبقات ابن سعد ۳/۱۵۹۔ ۱۲۱ھ ایضاً ۱۰/۱۵۱ و تاریخ صفار ۱۱۸ھ طبقات ابن سعد ۳/۱۰۹ و تاریخ صفار قلمی۔

صرف نقد روپے کی زکاة دہائی ہزار ادا کی تھی مدینہ سے باہر ایک عالی شان رہائشی کوٹھی تھی
عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ)

بیتا بیس ہزار روپے۔
زید بن ثابت (متوفی ۳۰ھ)

گیارہ لاکھ روپے۔

عثمان غنیؓ دولت مند تھے لیکن دولت پرست نہ تھے، خود دار تھے لیکن خود غرض نہ تھے
مروت شاید ان کی سب سے بڑی صفت تھی، ان کا ہاتھ بچانہ اور بیگانہ دونوں کے
لئے کھلا رہتا تھا، لیکن ان کی میزانِ مروت میں ذوی القربا و الدین حقدار تھے، وہ مشکلات
اور دکھ دور کرنے کے لئے ہی خرچ نہ کرتے بلکہ روٹھوں کو منانے اور بگڑوں کی تابعت
قلب کے لئے بھی خرچ کرتے تھے، ان کا بہت بڑا کنبہ تھا جن میں خوش حال کم
تھے نادار زیادہ، قریش سے رسول اللہؐ کی جنگوں میں ان کے غلامان کے کافی نکالنے
والے مارے گئے تھے، بہت سی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے تھے، عثمان غنی
سب کے غمخوار تھے، سارے یتیم بچوں کو انہوں نے اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا
تھا، ان کا خرچ اور تعلیم و تربیت سب ان کے ذمہ تھی، محمد بن ابی حذیفہ ایسے ہی
ایک یتیم تھے جو نام نہاد تھے لیکن عثمان غنیؓ نے انکو عمدہ نہیں دیا تو وہ بگڑ کر مصر چلے گئے اور
وہاں مخالف کیمپ میں داخل ہو کر عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کے خلاف پروپیگنڈا
کرنے لگے

مروت اور تالیفِ قلب کی مثالیں

معاویہ بن منیرہ عثمان غنیؓ کا چچا زاد بھائی تھا، سسہ میں وہ قریش مکہ کی طرف

طبعات ابن سعد ۱۰۵/۳، تاریخ صنعاء میں زکاة کی مقدار ایک لاکھ دی گئی ہے۔ یہ طبقات ابن سعد

۱۱۳/۳ - سے تاریخ صنعاء ملتی۔

سے جنگ احد میں شریک ہوا اور اس کی ابتدائی جھڑپوں میں شکست کھا کر فرار ہو گیا، رات ہوئی تو وہ مدینہ کے باہر ایک جھاڑی میں سو گیا، صبح تڑکے وہ مدینہ میں داخل ہوا اور عثمان غنی کے دروازہ پر جا کر دستک دی، عثمان غنی اس وقت رسول اللہ کے پاس تھے جو جنگ احد میں شکست کھا کر ہتھوڑ میدان سے واپس نہیں ہوئے تھے عثمان غنی کی بیوی (رسول اللہ کی صا جنزادی) ام کلثوم نے کہا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں، معاویہ: "ان کو ابھی بلو ادو، میں ایک اونٹ کی قیمت دینے آیا ہوں جو دو سال پہلے ان سے خریدا تھا" ام کلثوم نے عثمان غنی کو بلو ابھجا، وہ معاویہ کو دروازہ پر دیکھ کر سخت حیران و پریشان ہوئے اور بولے: یہ تم نے کیا غضب کیا کہ یہاں آئے! معاویہ: ابن عم میں اکیلا محمد کے رسالوں سے بھاگ کر مکہ نہیں جاسکتا اس لئے تمہاری پناہ لینے آیا ہوں، عثمان غنی نے ان کو گھر کے ایک کمرہ میں چھپا دیا۔ اور رسول اللہ سے ان کی جاں بخشی کا سفارش کرنے چلے گئے، اس اثنائے میں رسول اللہ کو خبر ہو گئی اور انہوں نے معاویہ کو گرفتار کرنے کچھ لوگ بھیجے، وہ معاویہ کو پکڑ لے گئے، جب معاویہ رسول اللہ کے سامنے حاضر ہوا تو عثمان غنی نے بڑی منت سے اس کی سفارش کی، رسول اللہ نے اس کی جان بخش دی اور کہا، تین دن کے اندر اندر شہر چھوڑ دو ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے عثمان غنی معاویہ کو گھر لائے، خاطر مدارات کی اور ایک اونٹ اور زادِ راہ دے کر ان کو مکہ بھیج دیا۔

بڑے صحابی طلحہ بن عبید اللہ کسی فتنی ضرورت کے لئے عثمان غنی سے باغی ہزار روپے لے گئے، طلحہ اصحابِ شوریٰ میں سے تھے اور خلافت کے امیدوار عثمان غنی پر نقد بھی کیا کرتے تھے، کچھ دن بعد انہوں نے عثمان غنی سے کہا: "روپیہ آگیا ہے منگوا لیجئے عثمان غنی: ابو محمد! تمہاری فیاضی کے کام آئے گا۔ ہولٹ یا ابابا محمد مَعُونَةُ

لک علی مروءتک ۱۰

عثمان غنی کے ماموں زاد بھائی اور گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر بن کثیر خراسان کی فتوحات کے بعد مدینہ آئے تو عثمان غنی نے ان سے کہا: "تخف تحائف سے ہمارے قریش کی تالیف قلب کرو" ابن عامر نے ممتاز قرشی صحابہ کو جو عطیے اور تحفے بھیجے ان میں ایک تحفہ ڈیڑھ ہزار روپے اور ایک پوشاک پر مشتمل علی بن ابی طالب کو بھی بھیجا، عطیہ پاکر علی حیدر نے کہا: "یہ محمد کی میراث ہے جو اختیار کھارہے ہیں" عثمان غنی کو اس ریمارک کی خبر ہوئی تو انہوں نے ابن عامر سے کہا کہ ڈیڑھ ہزار روپے علی کی شایان شان نہ تھے، ابن عامر: "ہیں نے زیادہ بھیجنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ مجھے علی کے بارے میں آپ کی رائے معلوم نہ تھی" ابن عامر نے مزید دس ہزار روپے علی حیدر کو بھیج دیئے، وہ خوش ہوئے اور مسجد میں جا کر اپنے حلقہ میں بیٹھے تو وہاں ابن عامر کے تحفوں اور عطیوں کا چرچا ہو رہا تھا، علی حیدر نے کہا: "واقفی ابن عامر قرشی بخیوں کا سر تاج ہے" انصار اکابر کو ابن عامر کی داد و دش کا علم ہوا تو ان کو جلن ہوئی اور وہ ابن عامر کو برا بھلا کہنے لگے، عثمان غنی کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ابن عامر کو بلایا اور کہا: "اپنی آبرو بچاؤ اور انصار کے ساتھ بھی سلوک کرو، تم کو معلوم ہے ان کی زبان کتنی تیز ہے" ابن عامر نے ان کو بھی ہاتھ کھول کر رد کیا اور کہہ دیا، اب وہ بھی ابن عامر کے شاخوٹاں ہو گئے۔

چار بڑے شعبے تھے جن کا خلیفہ سے براہ راست تعلق تھا: (۱) جنگی اقدامات (۲) مالی معاملات (۳) گورنروں اور کمانڈروں سے خط و کتابت اور (۴) نصب و عزل، ان کے علاوہ بہت سے فروعی، ہنگامی، مقامی اور شخصی معاملات بھی اس کے سامنے فیصلہ کے لئے آتے تھے، عمر فاروق کا طریق کار یہ تھا کہ خاص طور پر ایسے امور میں جن کا تعلق قوی خطرہ، کسی سنگین جنگ یا بڑی فوجی کارروائی سے ہوتا تو وہ مسجد میں جا کر بابرمدینہ

کو صورتِ حال سے مطلع کرتے اور بڑے صحابہ کے مشورہ سے کام کرتے لیکن باقی سارے معاملات وہ خود اپنی صوابدید سے طے کیا کرتے تھے، جہاں تک ہمیں معلوم ہے ان کی کوئی باضابطہ مشاورت کی گئی نہ تھی، البتہ اس ضمن میں نو عمر اور با شعور عبداللہ بن عباس کا نام لیا جاتا ہے کہ عمر فاروق ان سے مشورہ کرتے تھے۔

عثمان غنی خلیفہ ہوئے تو وہ بھی عمر فاروق کی طرح اہم معاملات میں اکابرِ مدینہ سے رجوع کیا کرتے اور بڑے صحابہ کی صلاح سے کام کرتے لیکن ان کا ایک پرایوٹ مشاورت حلقہ بھی تھا جو ان کے بعض تجربہ کار اور صاحبِ نظر رشتہ داروں پر مشتمل تھا جیسے ابوسفیان، سعید بن عاص اور مروان بن حکم، عمر فاروق نے جب خلافت کا چارج لیا اس وقت ان کی عمر بنیاد میں چھالیس سال سے زیادہ نہ تھی اور ان میں جوشِ ہمت اور دلولہ غضب کا تھا، اس لئے حکومت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ان کو معاونوں کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی، اس کے برخلاف عثمان غنی نے جب زمامِ حکومت ہاتھ میں لی اُس وقت ان کا سن تقریباً ستر سال کا تھا اور ان میں عمر فاروق کا سناہ تو جوش تھا نہ دلولہ اور نہ طاقت، ایک اودھم فرق یہ تھا کہ عثمان غنی کے الیکشن سے عدم تعاون کی فضا پیدا ہو گئی تھی، پارٹی بندی کا ماحول بڑھ گیا تھا اور بڑے صحابہ ان سے اس درجہ کبیدہ خاطر اور کشیدہ رہتے تھے کہ ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا، عثمان غنی کو ایسے معاونوں کی ضرورت تھی جو ہر وہ اعتماد کر سکتے جو با شعور بھی ہوتے اور جن سے ہآسانی رجوع کیا جاسکتا، ان کے ہم زلف ابوسفیان سلمہ تک جئے اور سعید بن عاص سلمہ یا سلمہ یا سلمہ سے سلمہ تک مدینہ سے باہر کوفہ کی گورنری پر فائز رہے، مروان بن کاسن عمر فاروق کی وفات کے وقت (۳۳ھ) بیس اکیس سال کا تھا، آخر وقت تک عثمان غنی کے

سکرٹری اور شیر بنے رہے، چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ عثمان غنی کے داماد بھی تھے جہاں تک ہم کو معلوم ہے مردان کوئی سفید یا سخی آدمی نہ تھے، ان کا شمار پہلی صدی ہجری کے فقہاء میں ہوتا ہے، ان کا دعویٰ تھا کہ میں نے کبھی قرآنی احکامات کی خلاف ورزی نہیں کی، ان کے اس دعوے کو کسی نے چیلنج بھی نہیں کیا، چونکہ وہ ایک ایسے شخص کے لڑکے تھے جس کو رسول اللہ نے ایک یہودگی پر مدینہ سے نکال دیا تھا، بڑے صحابہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور چونکہ وہ عثمان غنی کے داماد اور مشیر بھی تھے اس لئے بڑے صحابہ ان سے کشیدہ اور برہم رہتے تھے، ان کا خیال تھا کہ مردان عثمان غنی پر بری طرح چھائے ہوئے ہیں اور خلیفہ کے سارے فیصلے مردان کی رائے سے ہوتے ہیں حالانکہ ایسا تھا نہیں، عثمان غنی اکثر خود فیصلے کرتے تھے اور خود ہی پالیسی متعین کرتے تھے اور مردان کو اطلاع دیتے تھے، چھوٹے اور فردی معاملات میں جن کا ازدحام رہتا تھا وہ مردان کی رائے پر بھی عمل کر لیتے تھے، مردان کی سکرٹری شب عثمان غنی کو بہت مہنگی پڑی اور ان کے زوال کے بڑے اسباب میں سے ہے، مخالفوں اور بالخصوص مدینہ کے اکابر نے اس کو پروپاگنڈے کا موضوع بنا لیا تھا۔

عمر فاروق کے عہد خلافت میں اسلامی اقتدار عراق، شام اور مصر میں تو ابھی طرح قائم ہو گیا تھا لیکن فارس کے صوبوں پر عربوں کے سپر اکھڑے اکھڑے سے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ فارسی بادشاہ کسری یزدگرد (متوفی ۲۸۰ء) زندہ تھا وہ برابر فارس کے دیسوں اور اکابر کو عربوں کے خلاف اکساتا رہتا تھا، ارمینہ اور آذربائیجان کے علاقے جو پہاڑی تھے اور عرب فوجی مرکوزوں سے دور، عمر فاروق کے مرنے ہی خود مختار ہو گئے، فارس کے دوسرے مفتوحہ صوبے عثمان غنی کی خلافت

کے چند سال تک تیورہ لے تیار ہی میں مشغول رہے، پھر انہوں نے بھی مدینہ کی مانتی کا جوا اتار پھینکا، عثمان غنی نے پوری مستعدی سے اس چیلنج کا مقابلہ کیا، فارس کے کچھ صوبے گورنر بصرہ کے ماتحت تھے اور کچھ گورنر کوفہ کے خلیفہ کے حکم سے دونوں صدر مقاموں کے گورنروں نے باغی صوبوں پر فوج کشی کر دی اور کہیں بذریعہ معاویہ اور کہیں بزور شمشیر سارے فارس کو سرخس کر لیا، شام میں ان کے گورنر معاویہ نے بازنطینی حکومت کے کئی حملوں کو جن کا مقصد شام کو داغدار کرنا تھا پسپا کر ڈالا اور بحر متوسط کے دو اہم جزیرے قبرس اور رودس پر فوج کشی کر کے پہلی بار اسلامی قلمرو میں داخل کیا۔ ۳۵ھ میں بازنطینی قیصر کے ایما، اور مدد سے اسکندریہ مصر میں ایک بڑی بغاوت ہوئی عثمان غنی کے کمانڈروں نے اس پر بھی قابو پایا، پھر وہ مصر سے متصل شمالی افریقہ کے ان علاقوں کی طرف متوجہ ہوئے جو آج کل لیبیا، تونس اور الجزائر کے نام سے مشہور ہیں اور یہاں بھی اسلامی جھنڈا نصب کر دیا، بعض رپورٹوں پر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اسپین پر پہلا عرب حملہ عثمان غنی ہی کے حکم سے ہوا، ان کی خلافت کے آخری سالوں میں بازنطینی قیصر نے شام اور مصر کو واپس لینے کے لئے ایک بحری حملہ کیا، چھ سات سو جہازوں کے ذریعہ لیکن ان کے شام اور مصر کے گورنروں نے اس حملہ کو بھی پسپا کر ڈالا، بازنطینی ٹیو کا بیشتر حصہ تباہ ہوا اور شرتی و وسطی بحر متوسط پر عرب غالب ہو گئے۔

یہ ساری کامیابیاں عثمان غنی کے ہانچ گورنروں نے حاصل کی تھیں اور یہ پانچوں گورنران کے رشتہ دار تھے، بصرہ کے گورنر عبدا اللہ بن عامران کے ماموں زاد بھائی تھے، کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ ان کے سوتیلے بھائی اور سعید بن عاص داماد، شام کے گورنر امیر معاویہ ان کے ہم زلف اور چچا زاد بھائی ابوسفیان کے صاحبزادے تھے اور مصر کے گورنر عبدا اللہ بن سعد بن ابی سرح رضاعی بھائی، مخالف پارٹیوں کو عثمان غنی کے رشتہ داروں کا اعلیٰ عہدوں پر ہونا سخت ناگوار تھا، وہ کہتے کہ عثمان غنی

کنبہ پروردی کی پاسی پرغل کر رہے ہیں اور خلافت نیز اس کی برکتوں اور فائدوں کو ہمیشہ کے لئے اپنے خاندان (بنو امیہ) کے لئے وقف کر دینا چاہتے ہیں، بعض بڑے صحابہ خود عہدوں کے خواہشمند تھے اور اپنے لڑکوں کے لئے بھی عہدے چاہتے تھے عثمان غنی نے نہ تو اپنے کسی لڑکے کو عہدہ دیا، نہ بڑے صحابہ یا ان کے لڑکوں کو ایسے پانچ رشتہ دار جن کی گورنری بڑے صحابہ کو ناگوار تھی تو ان میں تین (امیر سعادہ ولید بن عقبہ اور عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح) کو پہلے رسول اللہ، پھر ابو بکر صدیق اور آخر میں عمر فاروق نے ان کی بیعت کا رکوردگی دیکھ کر خود اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا تھا، باقی دو (ابن عامر اور سعید بن عامر) کے بارے میں عثمان غنی کی دلیل یہ تھی کہ میں نے محض رشتہ کی بنا پر ان کو گورنری نہیں دی بلکہ اس وجہ سے کہ مجھے ان پر بھروسہ ہے اور ان کی اہلیت کا ذاتی تجربہ رکھتا ہوں، مخالف پارٹیاں اپنے مصالح کے پیش نظر ان حقائق سے چشم پوشی کر لینی تھیں، پانچوں گورنروں کی ساری خدمات اور فتوحات کو بھی نظر انداز کر دیتیں اور ان کی جھوٹی سی جھوٹی لغزش کو گناہ کبیرہ بنا کر اچھا لیتیں۔

ابو بکر صدیق کی تنخواہ تین سو روپے ماہوار یا چھ ہزار درہم سالانہ تھی، ایک قیل یہ ہے کہ وہ حسب ضرورت بیت المال سے لیا کرتے تھے، اس کے علاوہ شرب اور خیر سے نکالے ہوئے یہودیوں کی اراضی سے رسول اللہ نے ان کو دو جاگیریں بھی دی تھیں، ان کا خاندان زیادہ بڑا نہ تھا، خلافت کے وقت صرف دو بیویاں اور چند بچے تھے، اس لئے تنخواہ، غنیمت کے حصوں اور جاگیروں کی پیداوار سے کام چل جاتا تھا، خیر کی جاگیر سے ان کو چھ سو سن (سودق) کھجور مل جاتی تھی۔ ۵

لے طبقات ابن سعد ۳/۱۳۸ و فتوح البلدان ص ۲۵۰۔ ۲۵۱ و حق = ۶۰ صاع، صاع = چار سیر

بحساب رطل مدینہ رائج بہد رسول اللہ -

عمر فاروق نے خلیفہ ہو کر بڑے صحابہ سے اپنی تنخواہ کے بارے میں بات چیت کی تو عثمان غنی نے کہا خل و اطعمہ یعنی بیت المال سے لے کر کھائیے اور اپنے اہل و عیال کو بھی کھلائیے عثمان غنی کے قول کے ابہام اور مضبوطی کو دور کرنے کے لئے علی حیدر نے کہا عدا و عشاء یعنی صبح شام کا کھانا آپ بیت المال سے لے سکتے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر فاروق کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہوئی تھی، بڑے صحابہ نے ان کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتاً لینے کا حق دے دیا تھا، جیسے غلہ گھی، تیل، دودھ اور کپڑا۔ عمر فاروق کا خاندان کافی بڑا تھا، چار بیویاں تھیں تین امہات اولاد، ایک درجن سے زیادہ بچے جن میں کئی ایک کی شادی ہو گئی تھی اور کئی ایک ہنوز ان کے دست نگر تھے، اس میں شک نہیں کہ وہ نہایت کفایت شعار آدمی تھے اور چونکہ بچپن ایک معمولی گھرانے میں گزرا تھا جہاں ادنیٰ اور بکریاں چرایا کرتے اس لئے عادیۃً ان کو بڑھیا کھانے اور بڑھیا پہننے کا شوق بھی نہ تھا تاہم ان کا خرچ زیادہ تھا، صرف ام کلثوم، علی حیدر کی کس صاحبزادی سے ان کی شادی ہو گئی تھی، اس میں ہزار روپے مہر ادا کر کے ہوئی تھی، ہاں بچوں کے علاوہ اپنے بھائی زید بن خطاب کے کنبہ کی کفالت بھی ان کے ذمہ تھی، زید جنگ یمامہ میں مارے گئے تھے، دوسرے نادار اور غریب رشتہ داروں کا بھی ان پر بار تھا، آمدنی بڑھانے کے لئے وہ تجارت میں بھی روپیہ لگاتے تھے، ۱۹ھ، ۲۰ھ میں جب جزیرہ اور خراج کی لگی بندھی رہیں آنے لگیں اور مہاجر و انصار کی تنخواہیں متفرق ہوئیں تو ان کو دو ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ کی مزید آمدنی ہو گئی، خیبر سے ان کو سالانہ کئی سو من کھجور بھی ملتی تھی۔ اس کے علاوہ ابو بکر صدیق کی طرح رسول اللہ نے ان کو بھی یہودیوں

۱۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۲۱۔ ۲۔ تاریخ الامم ۲۹۱۵۔ ۳۔ کنز العمال ۹۰/۱ تاریخ الامم ۱۶/۵۔

۴۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۲۱۔ ۵۔ فتوح البلدان ص ۳۵۔

کی املاک سے تین جاگیریں دی تھیں جن کی بیس ہزار روپے سالانہ آمدنی تھی اس کے باوجودہ برابر خزانہ سے قرض لیتے رہتے تھے اور انتقال کے وقت ان پر ستیالیس ہزار روپے کا قرضہ تھا۔

عثمان غنی کی تنخواہ کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا، ان کے حالات کے ضمن میں اس موضوع پر کسی قسم کی روشنی نہیں ڈالی گئی، معلوم ہوتا ہے وہ اعزازی کام کرتے تھے اور یہ بات بعید از قیاس بھی نہیں کیونکہ وہ اتنے مالدار تھے کہ ان کو بیت المال سے ایک پائی تک لینے کی ضرورت نہ تھی، ان کی مالداری کی بعض شائستگی حیران کن ہیں مثلاً ہمارے رپورٹر کہتے ہیں کہ ایک موقع پر انہوں نے غالباً تالیف قلب کے لئے امیدوار خلافت زبیر بن عوام کو تین لاکھ روپے کا عطیہ دیا تھا اور ایک دوسرے موقع پر جب مدینہ منورہ کی زد میں آیا ہوا تھا اور خورد و نوش کا سامان کیسا ب تھا تو انہوں نے ہزاروں ادنیٰ ٹول کا ایک کارواں جو ان کے روپے سے تجارت کا آٹا، روغن زیتون اور کنکیش لے کر آیا تھا، غریبوں میں بٹوا دیا تھا۔ ابو بکر صدیق نے چار شادیاں کیں، دو اسلام سے پہلے اور دو اسلام کے بعد، ان کے چھ بچے تھے، عمر فاروق نے آٹھ عقد کئے، ان کی اہلیات اولاد دو تھیں، بچے کم از کم چودہ، علی حیدر نے بی بی فاطمہ کے بعد سات مزید شادیاں کیں، ان کی مقدود اہلیات اولاد بھی تھیں، بچے کتنے تھے عثمٰن غنی کی کل سات یا آٹھ بیویاں بتائی جاتی ہیں اور ایک ام ولد، بچے ڈیڑھ درجن تھے، رسول اللہ کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم ان سے منسوب تھیں، بی بی رقیہ کا سلسلہ میں جنگ بدر کے زمانہ میں

طبقات ابن سعد ۲/۲۲۲ - ۵۱۳ ایضاً ۵۱ - ۵۲ نسب قریش مصعب زہری - ایڈیٹر

لیوی پروونسال۔ ممبر ۱۹۵۳ء۔ ۳۳۔ ۳۵۰، تاریخ الامم ۱۶/۱۰ میں صرف بارہ کا ذکر ہے۔

بہ لطیفات ابن سعد ۱۱ - ۵ ایضاً ۲۷ و تاریخ الامم ۱۳۶ / ۸ - ۱۴۸ -

غالباً چھپک سے انتقال ہوا۔ مسند میں رقیہ کی بہن ام کلثوم سے ان کا عقد ہوا لیکن چند سال بعد مسند میں ام کلثوم بھی وفات پا گئیں، صرف رقیہ سے ایک بچہ ہوا جو بہن ہی میں فوت ہو گیا، ان دونوں بہنوں کا کتنا مہر تھا، یہ بتانا ہمارے لئے مشکل ہے رسول اللہ کی بیویوں اور لڑکیوں کے مہر کے بارے میں ہمارے مورخ ایک عام بات کہتے ہیں کہ وہ ہمارے اوقیہ اور نش معنی ڈھائی سو روپے سے زیادہ نہ ہوتا تھا لیکن عثمان غنی کی دوسری بیویوں کے مہر کی مقدار بہت زیادہ بتائی گئی ہے، نجدی بیڑ عیینہ بن حسن کی لڑکی ام البنین سے انہوں نے ڈھائی ہزار مہر پر شادی کی تھی، ایک قرشی رئیس شیبہ بن ربیعہ کی لڑکی رملہ سے پندرہ ہزار اور بقول بعض میں ہزار برادر ایک دوسرے قرشی رئیس خالد بن اسید (بروزن رسید) کی لڑکی سے میں ہزار مہر پر، ان کی آخری شادی مسند میں جب وہ لگ بھگ پچھتر سال کے تھے ایک عیسائی خاندان کی لڑکی نائلہ سے ہوئی، اس کا مہر پانچ ہزار روپے تھا، اگر ایک طرف ان اعداد و شمار کو اور دوسری طرف عثمان غنی کی دو لہتمندی اور رسول اللہ کی لڑکیوں کی حرمت کو سامنے رکھا جائے تو اس بات کا غالب قرینہ ہے کہ ان کا مہر ڈھائی سو سے بہت زیادہ رہا ہوگا۔

بڑے صحابہ میں عثمان غنی سب سے زیادہ صلح جو اور جنگ دھیکار سے نفور تھے، اُن کا ہاتھ نہ سلمان پر اٹھتا تھا نہ رشتہ دار پر چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوتا، جنگ بدر کو چھوڑ کر وہ رسول اللہ کی ساری لڑائیوں میں جن میں سے کئی قریش مکہ سے ہوئیں شریک ہوئے لیکن ان جنگوں میں انہوں نے کوئی نمایاں رول ادا نہیں کیا، دوسرے صحابہ کے بارے میں ہمارے رپورٹر خبر دیتے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے قریش کے ایک یا زیادہ افراد زخمی یا ہلاک ہوئے لیکن عثمان غنی کے بارے

میں کوئی ایسی خبر نہیں دیتا، قریش کے متعدد اکابر جو رسول اللہ سے لڑنے آئے تھے عثمان غنی کے رشتہ دار یا دوست تھے، ان کی صلح جوئی، غیرت اور مروت کسی پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دیتی تھی، صحابہ کے زمرہ میں جس صحابی نے سب سے زیادہ اکابر قریش کو قتل کیا وہ علی حیدر تھے، صرف جنگ بدر میں سے زیادہ قرشی جن میں سے کئی ایک عثمان غنی کے رشتہ دار تھے ان کی تلوار کا لقمہ ہوئے اور ہنگ اُحد میں چار، علی حیدر کی خلافت میں رکاوٹ اور بعد میں ناکامی کے وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قریش کے کئی بڑے خاندان جن کے بزرگوں اور عزیزوں کو انہوں نے قتل کیا تھا، ان سے کبیدہ خاطر تھے۔

عثمان غنی کی صلح جوئی اور تشدد سے نفور کی اس صفت سے لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا، پہلے وہ گستاخی سے بیٹ آئے پھر باغی ہو گئے، چالیس یا پچاس دن تک ان کی حویلی کا مدینہ اور باہر کے لوگوں نے محاصرہ کیا لیکن انہوں نے کوئی سختی نہیں برتی، محاصرہ کے کچھ دن بعد حویلی میں پانی اور خوراک کا داخلہ بھی بند کر دیا گیا، عثمان غنی نے اس کو بھی برداشت کیا، باغیوں نے ان کے کچھ ساتھیوں پر تیر چلا کر زخمی کر دیا، وہ اب بھی صلح جوئی کے جادو سے نہیں ہٹے، حویلی میں ان کے پاس دس بیس نہیں سات سو آدمی تھے، ہتھیاروں سے مسلح جو بار بار کہتے کہ میں لڑنے کی اجازت دیجئے لیکن وہ منع کر دیتے، آخر کار اپنی صلح جوئی پر انہوں نے خلافت کے ساتھ جان بھی قربان کر دی۔

عثمان غنی اپنی فیاضی اور مروت کی وجہ سے قریش و انصار کے بہت سے لوگوں میں مقبول تھے، اس زمانہ کی اس دعا سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے: اُجْبَتْ الرَّحْمَنُ حُبَّ قُرَيْشٍ لِّعِثْمَانَ۔ خدا کو تم ایسے پیارے ہو جیسے قریش کو عثمان ہیں، ان کی مقبولیت

کا ایک سبب یہ تھا کہ خلافت کا چارج لیتے ہی انہوں نے اہل مدینہ کی سالانہ تنخواہ میں بچا جس روپے کا اضافہ کر دیا تھا، دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کے گورنروں کے نئے عسکری اقدامات اور فتوحات سے مرکزی خزانہ کی آمدنی بہت بڑھ گئی تھی اور تنخواہوں کے علاوہ لوگوں کو آئے دن مال غنیمت کے حصے ملتے رہتے تھے، ان کے ایک نو عمر نمصر اور شہری حسن بصری (متوفی ۳۸ھ) کہتے ہیں: میں نے خلیفہ عثمان کے منادی کو کہنے سنا: لوگو! صبح جا کر اپنی تنخواہیں لے لو، وہ صبح کو جاتے اور ہر زمانہ سے زیادہ تنخواہ لے لیتے کسی دن ان کا منادی یہ آواز لگاتا: لوگو! صبح جا کر اپنا راشن لے لو وہ جاتے اور پورا پورا راشن لے لیتے، کسی دن منادی یہ اعلان کرتا: لوگو! صبح جا کر کپڑے اور جوتے لے لو، کسی دن منادی کی یہ صدا فضا میں گونجتی: لوگو! صبح جا کر گھی اور شہد لے لو! مختصر یہ کہ روپے پیسے اور سامانِ خورد و نوش کی مدینہ میں خوب بہتات تھی۔ عثمان غنی کی فیاضی، نرمی اور مروت کو مخالف پارٹیوں نے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا، عثمان غنی نے بڑے صحابہ کی نقل و حرکت سے وہ ساری پابند یا شللیں جو عمر فاروق نے لگائی تھیں، عمر فاروق سخت آدمی تھے اور وہ سب پر کڑی اور سختی نظر رکھتے تھے اور بڑے صحابہ کو کوئی ایسا کام نہ کرنے دیتے جس سے شورش یا بھوٹ پیدا ہوتی، اس کے علاوہ انہوں نے بڑے صحابہ کو جن میں سے کسی خلافت کے خواہشمند تھے نہ تو کوئی عہدہ دیا اور نہ مدینہ سے شام، عراق یا مصر کے صدر مقاموں میں جا کر بننے کی اجازت دی، ان کو اندیشہ تھا کہ اگر یہ لوگ مرکز خلافت سے دور چلے گئے تو اپنی پوزیشن سے فائدہ اٹھائیں گے اور عربوں کی مدد سے خلیفہ بننے کی کوشش کریں گے، امام شیبی: عمر فاروق کی سخت گیری اور دکھے پن سے اکابر قریش پریشان ہو گئے تھے، انہوں نے مدینہ میں بڑے صحابہ کو بند کر رکھا تھا، جب وہ باہر جانے کی

بڑے صحابہ میں علی حیدرؓ، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام خلافت کے خواہشمند تھے۔ علی حیدر رسول اللہ کے چچا ناد بھائی اور داماد تھے، اس کے علاوہ رسول اللہ کی ابتدائی جنگوں میں بھی انہوں نے نمایاں حصہ لیا تھا، ان کو اور ان کی بیوی فاطمہؓ

۳۷ تاریخ الامم / ۱۳۳ -

کو امید ملی کہ رسول اللہ ان کو اپنا جانشین مقرر کریں گے اور نبوت کے ساتھ خلافت کی بنیاد بھی ہمیشہ کے لئے بنو ہاشم یا عبد المطلب کے معزز خاندان میں مستحکم ہو جائے گی لیکن رسول اللہ اپنا جانشین نامزد کئے بغیر رحلت کر گئے اور ابو بکر صدیق خلیفہ بنائے گئے، ان کے انتخاب سے علی حیدر کو بڑا ملال ہوا، ابو بکر صدیق نے عمر فاروق کو اپنا جانشین نامزد کیا، علی حیدر کو اس سے مزید دکھ اور مایوسی ہوئی اور جب اصحاب شمری نے عثمان غنی کو خلیفہ بنایا تو علی حیدر کی برکھ کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انہوں نے ہتھیہ کیا جیسا کہ ہمارے رپورٹر بتاتے ہیں کہ عثمان غنی کی خلافت کو کامیاب نہ ہونے دیں گے لئن مات عمر و لموتن لیجتمعن حولاء القوم علی أن یصوروا هذا الأمر عنا و لئن فعلوا ہادیفعلن لیرو فی حیث یرھون۔ ۵

طلحہ بن عبید اللہ بھی رسول اللہ کے عزیز اور ہم منزلت تھے، رسول اللہ کی بیوی زینب بنت جحش کی بہن حمہ ان کو بیاہی تھیں، ابتدائی جنگوں میں بھی انہوں نے امتیازی رول ادا کیا تھا، اس کے علاوہ ابو بکر صدیق کے چچا زاد بھائی اور داماد بھی تھے، ان کی خواہش تھی کہ ابو بکر صدیق ان کو اپنا جانشین مقرر کریں تاکہ خلافت قبیلہ تمیم میں مرکوز ہو جائے، لیکن مرتے وقت جب ابو بکر صدیق نے عمر فاروق کے لئے وثیقہ خلافت لکھوایا تو وہ بگڑے ہوئے آئے اور ابو بکر صدیق سے احتجاجاً کہا: آپ خدا کو کیا جواب دیں گے جب وہ پوچھے گا کہ تم نے ایک سخت اور بد مزاج شخص کو کیوں خلیفہ بنایا؟

زبیر بن عوام بھی رسول اللہ کے رشتہ دار، ابو بکر صدیق کے داماد اور اسلامی خدمات کے مالک تھے، ان کو بھی خلافت کی چاہ تھی اور اس چاہ کو ان کے لڑکوں بالخصوص عبداللہ بن زبیر کے اصرار نے اور زیادہ بڑھا دیا تھا، عمر فاروق

نے بڑے صحابہ میں سے کسی ایک کو خلیفہ نامزد نہیں کیا، ان کے معیار پر کوئی بھی پورا نہ اترتا تھا، اس لئے مرتے وقت انہوں نے چھ اور بقول بعض پانچ افراد کا ایک مینل مقرر کیا کہ باہمی مشورہ سے کسی ایک کو اپنے درمیان سے خلیفہ منتخب کر لیں، اس مینل میں یہ لوگ تھے: عثمان غنیؓ، ان کی عمر اس وقت ستر برس کی تھی، اور وہ مینل کے بانی ارکان سے زیادہ سن رسیدہ تھے، علی حیدرؓ، یہ کوئی پینتالیس سال کے تھے، عبدالرحمن بن عوفؓ، ان کا سن قریب ستر سٹھ سال کے تھا، طلحہ بن عبید اللہؓ، ان کی عمر چالیس سال سے کچھ اوپر تھی، زبیر بن عوامؓ، یہ بیالیس تینتالیس برس کے تھے اور سعد بن ابی وقاصؓ، ان کی عمر بھی لگ بھگ اتنی ہی تھی، رسول اللہؐ کے پرانے ساتھی ہونے کے علاوہ ان چھ کو اپنی دولت و ثروت کی وجہ سے معاشرہ اور اپنے اپنے قبیلوں میں بڑا سوخ و اثر حاصل تھا، اہل مدینہ انہی کی آنکھوں سے دیکھتے اور انہی کے کانوں سے سنتے، بڑی کشمکش اور ڈپلومیٹک سرگرمیوں کے بعد عثمان غنیؓ کا انتخاب ہوا، اس انتخاب کے نتیجہ میں چار سیاسی پارٹیاں مدینہ کے افق پر ابھر آئیں، ایک اور سب سے زیادہ طاقتور علی حیدرؓ کے حامیوں کی، دوسری طلحہ کی، تیسری زبیر بن عوامؓ کی اور چوتھی بنو امیہ کی جو عثمان غنیؓ کے رشتہ دار اور عبد شمس کے خاندان سے تھے، ہارثی بندی کی بنیاد اسی وقت پڑ گئی تھی جب ابو بکر صدیقؓ کا انتخاب ہوا تھا، جس سے بگڑ کر بعض اکابر انصار اور ان کے زیر اثر عربوں نے ترک موالات کر دی تھی، اور جس سے ناراض ہو کر علی حیدرؓ عرصہ تک ابو بکر صدیقؓ کی بیعت سے گریز کرتے رہے تھے، ہمارے رپورٹربتاتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی فاطمہؓ اور دونوں بچوں حسن اور حسینؓ کو ساتھ لے کر اتوں میں مہاجرین و انصار کے گھر جاتے اور اپنی بیعت کے لئے کوشش کرتے، چند مہاجر اور بہت سے انصار ان کے حامی ہو گئے اور ان کی بیعت کا وعدہ

لے شرح نہج البلاغہ ۱/۲۰۱۔

بھی کر لیا، ان میں سے چار کے نام یاد رکھنے کے قابل ہیں: عمار بن یاسر، ابوذرؓ، سلمانؓ اور مقداد بن عمروؓ۔ لیکن اس وقت عربوں کی عام بغاوت اور اس سے پیدا ہونے والی عام پریشانیوں اور مصروفیتوں میں علیؓ حیدرؓ کی تحریک اُبھرنے لگی، خلافت کے استحقاق کے لئے رسول اللہؐ کی دامادی علیؓ حیدرؓ کی سب سے بڑی دلیل تھی، طلحہؓ اور زبیرؓ دونوں ابوبکر صدیقؓ کے داماد تھے اور خلافت کی حق داری کے لئے یہ رشتہ ان کی سب سے بڑی دلیل تھا، یہ چاروں سیاسی پارٹیاں عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں موجود تھیں لیکن دینی دینی، عمر فاروقؓ کو ان کا علم تھا اس لئے انہوں نے نہ تو علیؓ حیدرؓ کو کوئی عہدہ دیا، نہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو، ان کو اندیشہ تھا کہ اگر یہ لوگ مدینہ سے باہر چلے گئے تو اپنی خلافت کی خواہش کو پروان چڑھانے کی کوشش کریں گے، خلافت کا چارج لے کر ایک طرف انہوں نے ایسی سادہ اور بے رونق زندگی بسر کی کہ مخالفوں کے دل میں حسد، اشتعال اور خوردہ گیری کے جذبات کو سراٹھانے کا موقع نہ ملا اور دوسری طرف ایسی کڑی نظر رکھی کہ بڑے سے بڑے صحابی کو برملا کوئی غیرت مند راست کار روائی کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اُن کے کورے، زبان اور تکیہ کی نظر سے سب ڈرتے تھے، ان کی اس روش اور پامسی کے باوجود پارٹی بندی کا ماحول قائم تھا، یہ ماحول ان کی آخر عمر میں کینت اور کیفیت دونوں میں اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک دن انہوں نے بڑے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے الگ الگ حلقے بنائے ہیں، دو آدمی بھی اگر ساتھ بیٹھتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کی پارٹی کے ہیں۔۔۔ بخدا اگر وہ بندی بہت جلد آپ کے دین، اشراف اور تعلقات پر پرکاری ضرب لگائے گی۔۔۔“

عثمان غنیؓ کی خلافت کا ڈھنگ عمر فاروقؓ سے مختلف تھا، ان کے لئے عمر فاروقؓ

کی روش پر چلنا ممکن بھی نہ تھا، کیونکہ وہ مالدار و خوش حال تھے، عمر فاروق مالی مشکلات میں دبے رہتے تھے، وہ خوب داد و دہش کرتے، عمر فاروق کو داد و دہش ناپسند تھی، وہ صاف ستھری اور پُر آرام زندگی بسر کرتے، عمر فاروق نہ عمدہ کھاتے نہ عمدہ پہنتے، نہ اپنے متعلقین کو اچھا کھلاتے بدلاتے، عمر فاروق ہاتھ میں کوڑا رکھتے اور مہاجر صحابہ تک کو مارنے اور پھنکارنے، عثمان غنی نے کبھی کوڑا ہاتھ تک میں نہیں لیا، ان کی نرمی اور مروت سے مخالف گستاخ ہو گئے، ان کی دولت، داد و دہش اور پُر آرام زندگی نے ان کو حاسد بنادیا، ان پر نقد ہونے لگا اور ان کے خلاف زبان کھل گئی، ان کو بدنام کرنے اور عوام میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے ان کی سموی سی معمولی باتوں پر اعتراض کیا جانے لگا اور ان کی چھوٹی سی چھوٹی کوتاہی فرد جرم بنا کر اچھالی جانے لگی، وہ اگر اپنے رویہ سے کسی کے ساتھ سلوک کرتے یا رہائش کے لئے مکان بنواتے تو خبر ڈجاتی کہ خزانہ کار رویہ غضب کیا گیا ہے، وہ اپنے رویہ سے اگر مسجد مدینہ کی توسیع کراتے تو اس کو بدعت سے تعبیر کیا جاتا۔

الیکشن

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے عمر فاروق نے مرتے وقت چھ بڑے صحابہ کا ایک مینل مقرر کیا تھا جن میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنا تھا، ان کے نام ہیں: عثمان غنیؓ، علیؓ، حیدرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ اور زبیر بن عوامؓ اس وقت مینل کے ایک رکن طلحہؓ موجود نہ تھے اور کسی کام سے اپنی جائیداد کو گئے ہوئے تھے جو مدینہ سے باہر تھی، عمر فاروق نے باقی پانچوں کو بلایا اور کہا: ”بی بی عائشہؓ کے قریب جا بیٹھئے اور باہمی مشورہ سے کسی ایک کو چن لیجئے“ مینل کے پانچوں رکن بی بی عائشہؓ کے کمرہ کے قریب جا بیٹھے اور انتخابی گفتگو ہونے لگی، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ آوازیں بلند ہونے لگیں اور مینل کے ارکان خلافت کے لئے اپنی اپنی فضیلت اور اہلیت کا پُر زور

نہا کر نے گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جھگڑا یا تصادم ہو رہا ہے، عمر فاروق پر حملہ کا چوتھا دن تھا، خون بہنے سے وہ سید مکرزور ہو گئے تھے اور چند گھنٹے کے مہمان تھے۔ منیل کے اختلاف و شور سے ان کو اذیت ہوئی اور انہوں نے کہا بھجا کہ میری موت تک خلافت کی گفتگو موقوف رکھی جائے، میری وفات کے بعد آپ لوگ پھر جمع ہوں اور تین دن کے اندر اندر کسی ایک کو منتخب کر لیں، انہوں نے ایک بڑے انصاری صحابی ابو طلحہؓ کو بلایا اور کہا کہ پچاس مسلح انصاری اپنے ساتھ لو اور منیل کے ارکان کو ایک مکان میں لے جاؤ اور محصور کر دو کہ کسی ایک کا انتخاب کر لیں، اس کام کے لئے تین دن کی مہلت دیا ہوں، اس دوران اگر طلحہ لوٹ آئیں تو ان کو بھی انتخابی کارروائی میں شامل کر لیا جائے، اس سلسلہ میں ایک بات یاد رکھو اور وہ یہ کہ اگر منیل کے چار ممبر کسی ایک کے انتخاب متفق ہوں اور پانچواں اس سے اختلاف کرے تو کی گردن اڑا دو، اور اگر منیل کے تین ممبر کسی ایک کے انتخاب پر متفق ہوں اور دو اس سے اختلاف کریں تو ان کو بھی قتل کر دو، اگر منیل کے نصف ممبر ایک فریق کی تائید کریں اور نصف دوسرے کی تو خلیفہ اس فریق کو بنایا جائے جس کو عبدالرحمن بن عوف کی تائید حاصل ہو، اگر منیل کے ارکان باہمی اختلاف کی وجہ سے تین دن کے اندر اندر کسی ایک کا انتخاب کرنے سے قاصر رہیں تو ان کو قتل کر دینا ہے۔

یہ اعلان سن کر علی حیدر گھر گئے اور انہوں نے اپنے چچا عباس اور دوسرے خاندانی بزرگوں سے شکایت کی کہ عمر فاروق نے ایسا پلان بنایا ہے کہ اس باہمی خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی، چچا عباس نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو علی حیدر نے کہا: کسی ایک شخص کے بالاتفاق منتخب ہونے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے، اس وقت میدان میں ہیں ہوں اور عثمان، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف کے چچا زاد بھائی ہیں

اور عبدالرحمن، عثمان غنی کے قرابت دار، لہذا یہ دونوں عثمان غنی کو ضرور ہی ووث میں گئے اور اگر بالفرض پیل کے بانی دور کن یعنی طلحہ اور زبیر مجھے ووث دے بھی دیں تب بھی خلافت مجھے نہیں مل سکتی کیونکہ عمر نے وصیت کر دی ہے کہ خلیفہ وہ فریق ہو گا جس کو عبدالرحمن بن عوف کی تائید حاصل ہو، بخدا اگر عمر جیتے رہے تو میں بناؤں گا جیسی انہوں نے ہماری حق تلفی کی ہے اور اب اور پہلے جیسی جیسی ہمارے ساتھ بد سلوکیاں کی ہیں اور اگر مر گئے جیسا کہ پورے آثار ہیں تو میں کے بانی رکن یقیناً خلافت سے ہم کو محروم کر دیں گے اور اگر انہوں نے ایسا کیا اور یقیناً کریں گے تو میں بھی ان کو چین سے نہ بیٹھنے دوں گا ^۱

عمر فاروق کی تجہیز و تکفین کے بعد پیل کے پانچوں رکن خلافت کی گنتی سلجھانے ایک مکان میں جمع ہوئے، مکان کے دروازہ پر عمر فاروق کی حسب ہدایت الیکشن ٹکراں ابو طلحہ اور بچاس مسلح انصاریوں نے جگہ لے لی، جب کافی وقت رد و قدح میں گزر گیا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا بلکہ کھلی سلجھنے کی بجائے اور زیادہ الجھ گئی تو عبدالرحمن بن عوف نے خلافت کی امیدواری سے دست بردار ہونے کا ارادہ کر لیا اس وقت ان کی عمر سترٹھ سال کی تھی، رئیس آدمی تھے، خوش خورد و خوش پوش، اعزاز کے علاوہ خلافت میں ان کے لئے کوئی مادی کشش نہ تھی، بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر میں خلیفہ ہوں تو عمر فاروق کی سنی خشک اور روکھی زندگی میرے لئے بسر کرنا ناممکن ہے اور اگر میں نے ایسی زندگی بسر نہ کی تو میری خلافت کامیاب نہیں ہوگی اور خلافت کے امیدواروں کے ہاتھوں مجھے ہرگز چین اور سکھ نصیب نہ ہو گا لہذا لہذا انہوں نے پیل سے کہا کہ میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں اور اگر آپ

۱۔ شرح ہیج البلاغہ بحوالہ زیادات کتاب السیفہ احمد بن عبدالعزیز جوہری ۲/۴۰۹ و تاریخ الامم

لوگ راضی ہوں تو اپنی اور مسلمانوں کی صوابدید سے جس کو مناسب سمجھوں منتخب کریں
 سب سے پہلے عثمان غنی نے اس تجویز پر اظہارِ رضا مندی کیا پھر دوسرے ارکان
 نے، علی حیدر نے کہا: میں غور کر کے جواب دوں گا۔" الیکشن نگراں کو اس نئی اور مفید
 صورت حال کا علم ہوا تو وہ علی حیدر سے ملے اور سمجھا بکھا کر ان کو عبدالرحمن کی تجویز
 پر آمادہ کر لیا، علی حیدر نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا: آپ حلف لیجئے کہ انتخاب میں
 آپ اپنی ذاتی رائے اور خواہش کو دخل نہ دیں گے، نہ رشتہ اور کنبہ کا خیال کریں گے
 بلکہ حق اور انصاف سے کام لیں گے اور قوم کے مفاد کو پیش نظر رکھیں گے۔" عبدالرحمن
 بن عوف نے یہ حلف لے لیا، اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے زبیر بن عوام
 اور سعد بن ابی وقاصؓ کو بھی خلافت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار کر لیا
 سعد عبدالرحمنؓ کے سمدھی تھے، ان کو خلافت کی زیادہ چاہ بھی نہ تھی، وہ عمر فاروق کے
 زمانے میں کئی برس تک کمانڈری اور گورنری کر چکے تھے، مذہبی تشدد اور قبائلی
 تہذیب کے تلخ تجربات نے ان کے دل میں امارت و خلافت کی کوئی پرزور لگن باقی
 نہ رکھی تھی، زبیر بن عوام یہ محسوس کر کے دب گئے کہ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن
 ابی وقاصؓ کی تائید سے محروم ہو کر ان کے لئے خلیفہ بننے کا کوئی امکان نہیں ہے
 اب میدان میں صرف علی حیدرؓ اور عثمان غنیؓ باقی رہ گئے، دو ڈھائی دن تک عبدالرحمن
 بن عوفؓ اہلبی مدینہ، قریش و انصار کے اکابر نیز ان گورنروں سے ملتے رہے جو
 اس وقت مدینہ میں موجود تھے اور علی حیدرؓ و عثمان غنیؓ دونوں کے بارے میں ان
 سے مشورہ کرتے رہے، اس وقت علی حیدرؓ کے خاندان بنو ہاشم کو جھوڑ کر باقی سارے
 اکابر قریش، عثمان غنیؓ کا انتخاب چاہتے تھے، انصار میں نین رجحان تھے، ان کا ایک
 بڑا گروہ علی حیدرؓ کا موید تھا، ایک دوسرا لیکن پہلے سے چھوٹا گروہ عثمان غنیؓ کے حق میں تھا اور
 ایک تیسری جماعت غیر جانبدار تھی۔

ڈھائی دن اسنصواب رائے کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے بنیل کا جلسہ منعقد کیا، مدینہ کے بڑے چھوٹے سب جمع ہو گئے، عبدالرحمن بن عوف نے بنیل کے ہر رکن کو فرداً فرداً بلایا اور اس سے طعنے لیا کہ ان کے فیصلہ کو ماننے کا اور مخالفت نہیں کرے گا، پھر انہوں نے علی حیدرؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: "یہ عہد کیجئے کہ اگر آپ کا انتخاب کیا گیا تو آپ اپنے کنبہ کے لوگوں کو عہد سے دے کر مسلمانوں پر مسلط نہیں کریں گے اور رسول اللہؐ نیز شیخین کے نقش قدم پر چلیں گے" علی حیدرؓ: "میں ایسی باتوں کا عہد کیسے کر سکتا ہوں جو میری استعداد، علم اور قدرت سے باہر ہوں، رسول اللہؐ کے نقش قدم پر چلنا کس کے بس کی بات ہے، البتہ میں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اپنے علم اور اجتہاد کے مطابق عمل کروں گا اور رسول اللہؐ کی مثال پر اپنے بس بھر چلوں گا" عبدالرحمن بن عوف نے علی حیدرؓ کا ہاتھ چھوڑ کر عثمان غنیؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: "یہ عہد کیجئے کہ اگر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ اپنے کنبہ والوں کو عہد سے دے کر مسلمانوں پر مسلط نہیں کریں گے اور رسول اللہؐ نیز شیخین کے نقش قدم پر چلیں گے" عثمان غنیؓ نے یہ عہد کر لیا، اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے دوبار پھر علی حیدرؓ سے حسب سابق عہد طلب کیا لیکن انہوں نے ہر بار وہی جواب دیا جو پہلی دفعہ دیا تھا، اس کے برخلاف عثمان غنیؓ نے ہر بار بلا پس و پیش عہد پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا، بعض رپورٹر کہتے ہیں کہ عہد کے الفاظ یہ تھے: "خدا کے نام پر یہ عہد کیجئے کہ میں کتاب اللہؐ سنت رسول اللہؐ نیز ابو بکر و عمر کے نقش قدم پر چلوں گا" عثمان غنیؓ نے یہ عہد کر لیا لیکن علی حیدرؓ نے کہا: میرے لئے یہ عہد کرنا مشکل ہے، البتہ میں اپنی قدرت اور علم کی حد تک رسول اللہؐ نیز ابو بکر و عمر کی سیرت پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا لیکن علی حیدرؓ کے اس پُر احتیاط اور غیر حتمی جواب کی ایک دلچسپ وجہ بیان کی گئی ہے، ہمارے

رہوڑ کہتے ہیں کہ صحابی عمرو بن عاص ایک دن پہلے علی حیدر سے ملے تھے اومان سے کہا تھا کہ عبدالرحمن بن عوف کو قطعی اور حتمی جواب ناپسند ہے، لہذا اگر وہ خلافت کے لئے کوئی وعدہ لیں تو غیر قطعی الفاظ میں کرنا، پھر عمرو بن عاص عثمان غنی سے ملے اور ان سے کہا کہ عبدالرحمن بن عوف کو غیر قطعی جواب ناپسند ہے اس لئے اگر وہ خلافت کے لئے کوئی عہد طلب کریں تو قطعی اور حتمی الفاظ میں کرنا۔

عبدالرحمن بن عوف نے عثمان غنی کو الیکٹ کر لیا، سارے حاضرین نے ان کی بیعت کر لی، صرف علی حیدر بیعت سے گریزاں رہے لیکن جب پیل کے دوسرے ارکان اور الیکشن نگراں نے انہیں ردِ باؤ ڈالا اور عمر فاروق کی وصیت یا دہلائی تو ان کو بادل ناخواستہ بیعت کرنا پڑی، ان کا خیال تھا کہ عبدالرحمن بن عوف نے جنبہ داری سے کام لیا ہے اور عثمان غنی کو اس لئے خلیفہ بنایا ہے کہ اپنے بعد وہ ان کو خلیفہ نامزد کریں، بعض رہوڑ کہتے ہیں کہ انہوں نے عثمان غنی کے الیکشن کے بعد کہا کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے اور میرا حق مارا گیا ہے، علی حیدر کے کہنے سے باہر جن لوگوں کو ان کے خلیفہ نہ ہونے پر سب سے زیادہ طیش آیا وہ صحابی عمار بن یاسر تھے جو یہ صدا لگاتے سنے گئے تو گو: اسلام کا ماتم کرو، آج "معروف" کا جنازہ اٹھتا ہے اور "منکر" کا بول بالا ہوتا ہے بخدا اگر مجھے رضا کار مل جائیں تو میں عثمان کو خلیفہ بنانے والوں سے جہاد کروں۔

خلافت پیل میں شمولیت کی خبر پاکر طلحہ بن عبید اللہ ہر مکن عجلت کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے عثمان غنی چنے جا چکے تھے، وہ روٹھ کر گھر بیٹھ گئے، انہوں نے اپنی غیر موجودگی میں الیکشن کو بے قاعدہ قرار دیا اور مطالبہ کیا کہ الیکشن پھر پھر ہونا چاہیے تاکہ وہ بھی اس میں حصہ لے سکیں لیکن عمر فاروق کی وصیت سے جب ان کو مطلع کیا گیا اور پھر عبدالرحمن بن عوف اور خود عثمان غنی نے ان کو سمجھایا یا بھجھایا اور

منایا تو انہوں نے بیعت کر لی۔

عثمان غنی کے انتخاب سے مدینہ میں پارٹی بندی کا ماحول بڑھ گیا اور جوں جوں دن گزرتے گئے اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا، علی حیدر کی پارٹی سب سے زیادہ طاقتور تھی، اس کو کئی بڑے صحابہ کی عملی تائید حاصل تھی، ان میں ابوذر، عمار بن یاسر اور مقداد بن عمرو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ لوگ ابوبکر صدیق کے انتخاب کے بعد اسی وقت سے علی حیدر کے پُر زور حامی ہو گئے تھے جب حبیبی بنی فاطمہ کے ساتھ راتوں کو مہاجر و انصار صحابہ سے اپنے استحقاقِ خلافت اور بیعت کی تائید حاصل کرنے چلے گئے تھے، ان تینوں کے علاوہ انصار کے کئی درجن افراد نے علی حیدر کی عملی بیعت بھی کر لی تھی لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا اس وقت سارے جزیرہ عرب میں بغاوتوں کے چھڑنے اور ان کو فرد کرنے کی معرود فیتوں اور پریشانیوں میں علی حیدر کی ہم دب گئی تھی، یہ پارٹی عثمان غنی اور ان کے رشتہ داروں کے ہلک اور پراپیوٹ کاموں کی ٹوہ میں رہتی اور ان کی مخالفانہ تشریح و تعبیر کر کے لوگوں میں اشتعال پیدا کرتی، علی حیدر اپنے اس قول کے مطابق عمل کر رہے تھے کہ اگر عثمان غنی کا انتخاب ہوا تو لیزونی حیثیت لیکر ہوں، عمار بن یاسر کا عثمان غنی کے انتخاب پر تبصرہ آپ اوپر بڑھ چکے ہیں، وہ اپنے حلقوں میں ان کو کافر کہا کرتے تھے اور اگر ان سے خطاب کرتے تو امیر المؤمنین کہہ کر نہیں بلکہ ابو عبد اللہ کہہ کر، وہ ان کو خلیفہ تسلیم ہی نہ کرتے تھے، ابوذر بھی عثمان غنی اور ان کی حکومت کے مخالف تھے جیسا کہ آپ آگے پڑھیں گے، ان کی مخالفانہ سرگرمیاں اتنی بڑھیں کہ ان کو شام جلا وطن کر دیا گیا، وہاں ان کا حکومت دشمن پردہ پگینڈہ اور زیادہ بڑھ گیا تو ان کو مدینہ کے ایک مضافاتی گاؤں بھیج دیا گیا جہاں سترہ میں ان کا انتقال ہوا۔

طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام کی پشت پران کے اہل خاندان اور قبیلوں کے علاوہ کون کون کون سے صحابی تھے یہیں نہیں معلوم لیکن یہ معلوم ہے کہ ان کی غیر معمولی دلہندی اور داد و دہش نے بہت سے اہل مدینہ بالخصوص انصار کو ان کا حامی اور وفادار بنالیا تھا، رسول اللہ کی بیوی عائشہؓ بھی عثمان غنیؓ پر خوب لعن طعن کیا کرتی تھیں، ان کی برہمی کے کچھ اسباب خاندانی تھے اور کچھ غیر خاندانی، وہ چاہتی تھیں کہ عثمان غنی ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کو کوئی عہدہ دیں لیکن عثمان غنی نے ایسا نہیں کیا، ایک موقع پر محمد بن ابی بکر کے ذمہ کوئی مواخذہ آ پڑا اور انہوں نے چاہا کہ عثمان غنی رعایت کر کے ان کو مواخذہ سے بچالیں لیکن انہوں نے رعایت نہیں کی اور عقدار کو پورا پورا حق دلوا دیا، یہ بات بھی بی بی عائشہ کو ناگوار گذری عثمان غنی کو بی بی عائشہؓ کی سوت یعنی بی بی خدیجہؓ کی دوڑ کیاں رقیہؓ اور ام کلثومؓ بیابا تھیں اور عثمان غنی دونوں کو بڑے آرام سے رکھتے تھے، اس سے بھی عائشہؓ کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی تھی، وہ علی حیدر سے بھی کبیدہ خاطر تھیں اور ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ ان کو خلافت ملے، ان کی ہمدردیاں طلحہ بن عبید اللہ سے وابستہ تھیں جو ان کے بہنوئی اور چچا زاد بھائی تھے اور ہر سال پانچ ہزار روپے کا وظیفہ ان کو دیا کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ طلحہ خلیفہ بنیں اور خلافت کی جڑ خاندان تیم میں مستحکم ہو جائے جس سے ابو بکر صدیقؓ اور طلحہ دونوں کا تعلق تھا، اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ عثمان غنی کے خلاف مہم چلائے ہوئے تھیں۔

طلحہؓ اور زبیر کا چونکہ مدینہ میں علی حیدرؓ کی نسبت نفوذ کم تھا، اس لئے انہوں نے سب سے بڑے عرب مرکزوں بصرہ اور کوفہ میں جہاں ان کی جائدادیں تھیں اور

۱۔ تاریخ الامم ۱/۱۳۶ - ۲۔ محمد بن حنیف ص ۵۵ و انساب الاشراف ۲/۴۲۱ - ۳۔ طبقات ابن

سعد قسم اول ۱۵۰/۲ -

جہاں وہ آتے جاتے رہتے تھے، داد و دہش اور تلفین و ترغیب سے اپنی خلافت کے لئے ماحول پیدا کر لیا تھا۔

انتخابی پینل کے دوسرے دو رکنوں۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص کی جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی سیاسی پارٹی نہ تھی، عبدالرحمن شوری کے وقت سرٹھ سال کے ہو چکے تھے، فراغ حال اور مطمئن زندگی بسر کر رہے تھے، ان کا بڑا کاروبار تھا جس میں لگے رہتے تھے، اس کے علاوہ جیسا کہ انہوں نے الیکشن کے ایام میں خود اقرار کیا تھا، ان کے دل میں خلافت کی زوردار کشش بھی نہ تھی، وہ محسوس کر رہے تھے کہ عمر فاروق کی بے کیف اور رد کمی خلافت کے بعد کسی مالدار، خوش پوش، فراخ دست شخص کی خلافت کامیاب نہ ہو سکے گی، سعد بن ابی وقاص آٹھ سال تک کمانڈری اور گورنری کر چکے تھے اور اس عرصہ میں ان کو کافی تلخ تجربے ہوئے تھے، اس لئے ان کی خواہش اقتدار کی حد تک مضحمل ہو چکی تھی لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مدینہ اور باہر کا سیاسی ماحول ان کے لئے بالکل سازگار نہ تھا، علی حیدر طلحہ اور زبیر بن عوف کے مقابلے میں خلافت کے لئے ان کی اہلیت کم تھی، موجودہ ماحول سے وہ اتنے بیزار تھے کہ انہوں نے مدینہ میں رہنا تک پسند نہ کیا اور وہاں سے بارہ تیرہ میل دور عقیقہ کی کھلی اور بے آزار فضا میں ایک کوٹھی بنا کر سکونت اختیار کی، انہوں نے مدینہ آنا جانا بالکل بند کر دیا تھا اور جب کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: ”کیا کروں مدینہ جا کر، اب وہاں صرف حاسد رہتے ہیں یا ایسے لوگ جو دوسروں کی مصیبت سے لطف اندوز ہوتے ہیں مابقی فیہا للہا سعد نعمۃ أو فیرح بنقمة۔“ انہی سعد سے ایک دوسرے معزز آدمی نے دریافت کیا کہ عثمان غنی کے قتل کی ذمہ داری کس پر ہے تو بولے:

عثمان ایک ایسی تلوار سے قتل ہوئے جس کو عائشہؓ نے نیام سے نکالا، طلحہ نے تیز کیا،
 علی نے زہر ملا یا اور زبیر نے ہاتھ کے اشارہ سے حملہ کرایا۔

عثمان غنیؓ پر اعتراضات اور اُن کا جائزہ

اب ہم ان اعتراضات کا جائزہ لیں گے جو مدینہ اور باہر کی پارٹیوں نے عثمان غنیؓ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں اُن پر لگائے تھے، یہاں یہ بتا دینا مفید ہو گا کہ عثمان غنیؓ کے پیش رو خلیفہ عمر فاروقؓ پر بھی اعتراض ہوئے تھے اور زیادہ انہی لوگوں کی طرف سے جو ان کے خلیفہ بننے سے ناخوش تھے لیکن چونکہ وہ دہنگ آدمی تھے اور چونکہ ان کا کوڑا سخت اور نظر تیکھی تھی کسی کو شور مچانے یا اعتراضات اچھالنے یا مخالفت کی الاب لگانے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور دوسری بات یہ تھی کہ انہوں نے ایسی بے رونق اور روکھی زندگی گزاری کہ ان کی خلافت پر حسد اور ملین کو زیادہ فروغ پانے کا موقع نہ ملا، اس کے علاوہ انہوں نے میدانِ خلافت کے سب سے بڑے حریف علیؓ کی صابری اور صبر و تحمل سے شاہ میں عقد کر کے ان کو منایا تھا اور رینج کا تختستان دے کر ان کا غبار خاطر کسی قدر کم کر دیا تھا اور دوسرے دو امیدوارانِ خلافت طلحہؓ اور زبیرؓ کو حجاز میں جاگیریں عطا کر کے ایک حد تک ان کی بھی تالیفِ قلب کر دی تھی۔

۱۔ عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے عمر فاروقؓ کے صاحبزادے عبید اللہ کو تین افراد کے قتل کی سزا نہیں دی جس کے وہ قانوناً مستحق تھے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مدینہ میں ایرانی نژاد ایک غلام ابو لؤلؤ رہتا تھا، وہ بڑھی اور لوہا رکھا، اس کے مالک طائفی صحابی مغیرہ بن شعبہ اس سے بچاؤ دیتے

ماہوار اور بقول بعض دو روپے یومیہ ٹیکس وصول کرتے تھے، ابو لؤلؤ نے کئی بار ٹیکس کم کرنے کی درخواست کی لیکن سفیر نے اس کو منظور نہیں کیا، ایک دن اس نے عمر فاروقؓ سے زیادتی ٹیکس کی شکایت کی لیکن وہ بھی ہمدردی سے پیش نہ آئے، ابو لؤلؤ کو غصہ آگیا اور اُس نے چند دن بعد نماز فجر کے موقع پر بھیس بدل کر عمر فاروق پر دو دھارے خنجر کے کئی وار کئے اور بھاگ گیا، لوگوں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے خنجر سے اپنا گلا کاٹ کر خود کشتی کر لی، عمر فاروق حملہ کے بعد تین چار دن زندہ رہے، اس اشار میں اس بات کی تحقیق کی گئی کہ حملہ کے منصوبہ میں ابو لؤلؤ کے ساتھ کون کون شریک تھا، کوئی قطعی بات تو نہ معلوم ہو سکی البتہ اس شبہ کا قرینہ پیدا ہوا کہ ابو لؤلؤ کے ساتھ جرم میں ہرمزان اور جعینہ بھی شریک تھے، ہرمزان کسروی خاندان کا ایک گورنر تھا جو سلسلہ میں سلمان ہو کر مدینہ میں بس گیا تھا، جعینہ عراق کا ایک عیسائی عرب تھا، وہ بھی سلمان ہو گیا تھا اور مدینہ کے بچوں کو عربی لکھنا پڑھنا سکھاتا تھا، ابو لؤلؤ ان دونوں سے ملتا جلتا رہتا تھا، ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ابو لؤلؤ جیسا خنجر ہرمزان اور جعینہ کے ہاتھ میں دیکھا تھا، یہ کوئی قطعی شہادت نہ تھی، عمر فاروقؓ کے صاحبزادے عبید اللہ کے جذبات مشتعل تو تھے ہی، اس رپورٹ کی بناء پر انھوں نے ہرمزان، جعینہ، نیز اس کی جھوٹی لڑکی کو قتل کر ڈالا، بلکہ ان کا امادہ تو ان سب فادسیوں کو قتل کرنے کا تھا جو مدینہ میں موجود تھے، عبید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا، عثمان غنیؓ کے انتخاب کو ابھی گھنٹے ہی گزرے تھے کہ علی حیدرؓ نے آکر مطالبہ کیا کہ عبید اللہ کو قتل کی سزا دی جائے کیونکہ انہوں نے عمدتاً تین خون کئے ہیں، ایک جلسہ ہوا اور مسازمہا جرد انصار صحابہ کے سامنے یہ معاملہ رکھا گیا، اکثریت کی رائے تھی کہ عبید اللہ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ مقتولین کی دیت ادا کر دی جائے، لیکن علی حیدرؓ اور ان کی پارٹی کے لوگ قتل پر مصر تھے، مویدین دیت کی دلیل تھی کہ چونکہ مقتولین کا کوئی وارث نہیں اس لئے خلیفہ ان کا دالی وارث ہے اور خلیفہ کو اختیار ہے قاتل کو قتل کر دے یا دیت لے لے، یہ دلیل عین

قانونِ اسلام کے مطابق تھی اور عثمان غنیؓ نے اسی کو اختیار کیا، علی حیدرؓ کے قتل کے بعد تھی کہ قتل
 عمر فاروق کے عہد میں ہوا اس لئے وہی مقتولین کے وارث تھے، نیا خلیفہ وارث نہیں ہو سکتا
 اور نہ ہی دیت لے سکتا ہے، بعید اللہ کو چھوڑ دیا گیا، علی حیدرؓ نے ان کو دیکھا تو غصہ سے کہا
 ”بچہ میرے ہتے چڑھے تو بغیر قتل کئے نہیں رہوں گا“ بعید اللہ امیر معاویہ کے پاس شام چلے
 گئے اور جنگ صفین (۳۵ھ) میں علی حیدرؓ کے خلاف لڑے۔

۲۔ عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے سرکاری روپیہ سے مدینہ میں ایک
 کوٹھی بنوائی۔ یہ کوٹھی سترہ سال میں تعمیر ہوئی، اس کے چار حصے تھے، ایک میں خزانہ، دوسرے
 میں دفاتر، تیسرا سہانوں، سفیروں اور دونوں کے لئے مخصوص تھا، چوتھے میں عثمان غنیؓ خود
 رہتے تھے، اب سے جو وہ پندرہ سال پہلے عمر فاروق کے عہد میں بصرہ اور کوفہ میں جو دارالامارہ
 (گورنمنٹ ہاؤس) بنایا گیا تھا اس کا نقشہ بھی کم و بیش یہی تھا، یعنی ایک حصہ میں خزانہ، دوسرے
 میں دفاتر اور تیسرے میں گورنر کی رہائش کا انتظام تھا، عثمان غنیؓ نے اس کوٹھی کا افتتاح
 ایک دعوت سے کیا جس میں اکابر مدینہ مدعو تھے، کھانا عمدہ اور بڑے پیمانہ پر تھا، حاسلو
 اور مخالف پارٹیوں نے دعوت اور کوٹھی دونوں کو پرو پگنڈے کا موضوع بنالیا، ان کی
 ہر مجلس اور ہر اجتماع میں کوٹھی کے چرچے اور عثمان غنیؓ پر لعنت ملامت ہونے لگی، سب
 سے بڑا حملہ یہ تھا کہ انہوں نے کوٹھی سرکاری روپے سے بنوائی ہے حالانکہ انہوں نے
 اپنا ذاتی روپیہ خرچ کیا تھا، ترک سنت اور فضول خرچی کے الزام لگائے گئے حالانکہ اس
 میں نہ کوئی ترک سنت تھی نہ فضول خرچی، اہل مدینہ کی مالی حالت بہتر ہونے سے شہر
 میں بہت سے نئے مکان بن گئے تھے اور مالدار صحابہ نے حویلیاں بنوائی تھیں اور یہ سب
 باتیں عرب مدینیت کے ارتقاء اور خوش حالی کا نتیجہ تھیں، اس لئے خلافت کے سربراہ نے
 اگر اپنے علم، خزانہ اور سرکاری مہمانوں کے لئے ایک باقاعدہ اور خلافت کے شایانِ شان
 عمارت بنوائی تھی تو اس میں اعتراض نہیں بلکہ اطمینان و مسرت کا موقع تھا اور خاص کر جب کہ

عمارت پر سرکاری روپیہ بھی نہ لگا ہو، عثمان غنیؓ کو اس پر دہلیگنڈے کا علم ہوا تو انہوں نے نماز جمعہ کے بعد ایک تقریر میں کہا:-

جب کوئی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اس کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں... اس عمارت کا مقصد جو میں نے بنوائی ہے خزانہ کو محفوظ کرنا ہے اور باہر کے ہمانوں اور دزدوں کو ٹھہرانا ہے، شہر کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے سرکاری روپے سے اس کو تعمیر کرایا ہے اور مسلمانوں کی بلا اجازت ان کی آمدنی اس پر لگائی ہے، ان کی پارٹیاں سرگوشیاں کرتی ادھر ادھر پھرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ مجھے ان کی حرکتوں کا علم نہیں، یہ لوگ میرے سامنے اعتراض نہیں کرتے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کے اعتراض کا مدلل اور دندان شکن جواب دیا جائے گا، ان کو ایسے ہتھیار مل گئے ہیں جو ان کی طرح ہر دہلیگنڈے اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں، خدا ان کو دفع کرے، خدا ان کو ذلیل کرے۔“

عثمان غنیؓ نے یہ دو شعر پڑھے جن کا اشارہ علیؓ کی طرف ہے:

وَقَدْ بَنَّا أَيْمَانُكَ وَاشْتَعِلَ فَلَسْتُ تَرَى مَسَاقِلَ لِحْمِ شَافِيَا
لَيْسَ بِمَقْصُودِ الْأُمُورِ دَنْتُ أَهْلَهُ وَشَبَّكَ وَلَا تَدْعِي إِذَا كُنْتَ نَاسِيَا

مجھے آپ کی آمدنی اور سرکاری روپیہ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا میں قوش کے مالدار ترین لوگوں میں نہیں ہوں اور مان لو کہ میں نے خزانہ کے روپے سے عمارت بنوائی تو کیا خزانہ آپ کی اور میری ضرورت کے لئے نہیں ہے؟ کیا میں آپ کی خدمت نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں آپ کی ضروریات اور روزی کا کفیل نہیں ہوں اور آپ کے سارے حقوق پوری طرح ادا نہیں کر رہا ہوں؟ پھر کیا مجھے اتنا بھی اختیار نہیں کہ خالص روپے سے اپنی مرضی کے مطابق

کوئی کام کر سکوں؟ اگر نہیں ہے تو پھر میں خلیفہ کس بات کا ہوں؟ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم عثمان کو معزول کر دیں گے، قتل کر دیں گے۔“

مدینہ میں مختلف نملکوں کی عورتیں کینزوں کے روپ میں آنے لگی تھیں، ان میں اعلیٰ گھرانوں کی خاتونیں بھی تھیں ان کا تمدن، رہائش، کھانا اور لباس سب عربوں کی سادہ اور بدوی معیشت سے بہت بلند تھا، اس لئے یہ قدرتی بات تھی کہ وہ اپنے نئے گھروں میں اپنے اعلیٰ معیارِ تمدن و معیشت کو قائم کرنے کی کوشش کرتیں، ان کی آمد سے عرب گھرانوں کا ماحول اور وضع قطع بدلنے لگی، دوسری طرف صحابہ کے بچے عثمان غنیؓ کے عہد میں جوان ہو چکے تھے اور ان کی ایک خاصی بڑی تعداد جنگوں میں شرکت کے لئے فارس، خراسان، عراق، شام، آرمینہ، مصر اور شمالی افریقہ کا سفر کر کے وہاں کے تمدنوں سے روشناس ہو گئی تھی اور چونکہ عمر فاروقؓ کے عہد سے وظیفوں اور مالِ غنیمت کی راہ سے گھر بیٹھے خوب روپیہ آ رہا تھا اس لئے یہ باؤٹنگ جوان اپنے کپڑے، کھانے، فرنیچر، مکان سب کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ ان امور میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی ان کے درمیان دوڑ رہا کرتی تھی، عمر فاروقؓ اپنی محنت گیری اور احتساب سے یہ رجحانات دہائے ہوئے تھے، عثمان غنیؓ نے نہ تو سختی سے کام لیا نہ احتساب سے، اس لئے ان رجحانات کو پھیلنے پھولنے کا موقع مل گیا، ان رجحانات کو روکنا کسی درد کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ جب دولت کے ساتھ فرصت کا جوڑ لگتا ہے یا بے محنت رویہ ہاتھ آتا ہے تو سمجھ اور خرابیوں کے تکلف، شان و شوکت اور زُرف کے مظاہر بھی ضرور پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ کی تجدید و توسیع کرائی اور بدعت

کے مرتکب ہوئے۔

ہجرت کے بعد یہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوائی تھی، اس کی لمبائی سو ذراع یا لگ بھگ دو سو فٹ تھی، دالان اینٹوں کا تھا، دالان کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے پائی گئی تھی اور کھجور کے تنوں پر قائم تھی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد چوتھہ مختصر تھا اور مشکلات سے بڑھ کر اس نے مسجد کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی، عمر فاروق کے عہد میں حالات بہتر ہوئے اور سرکاری آمدنی بڑھ گئی تو انہوں نے مسجد کی توسیع و اصلاح کرائی، انہوں نے لمبائی دوسو فٹ سے بڑھا کر دو سو اسی فٹ کر دی، مسجد کے آگن کی بنیادیں پتھر سے چنوا دیں اور قد آدم دیوار اٹھوا دیں، رسول اللہ کے عہد میں مسجد کے صرف تین دروازے تھے، عمر فاروق نے مزید تین دروازوں کا اضافہ کیا لیکن مسجد کے دالان، چھت اور فرش بدستور رہے۔ چھت کھجور کی ٹہنیوں سے پٹی تھی اور بارش کے وقت ٹپکا کرتی تھی، بارش نہ ہوتی تو کوڑا کرکٹ اور کھڑے کھڑے گرا کرتے، مسجد کا فرش کچا تھا، اس لئے خاک اڑتی اور نمازیوں کے کپڑے خراب ہوتے، بارش کے زمانے میں پانی بھر جاتا اور کچھڑا ہتی، شہر میں غنائے مکانات اور حویلیاں بنی جا رہی تھیں، ایک سال پہلے یعنی سترہ میں عثمان غنیؓ نے دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) بھی بنوایا تھا، نئی عمارت کے مقابلے میں مرکز خلافت کی مسجد بدنام نظر پیش کر رہی تھی، ان سب باتوں کے پیش نظر عثمان غنیؓ نے مسجد کو بٹکا کر اسے نئی تزئین صحابہ کے سامنے پیش کی لیکن انہوں نے عدم تعاون کی روش کے ماتحت تجویز کی مخالفت کی اور مسجد کی اصلاح پر سرکاری روپیہ صرف کرنے کی اجازت نہیں دی، عثمان غنیؓ نے مسجد کی توسیع و تجدید پر اپنے پاس سے روپیہ خرچ کرنے کا عزم کر لیا، انہوں نے مسجد کی لمبائی ایک سو چالیس ذراع (دو سو اسی فٹ) سے بڑھا کر ایک سو ساٹھ ذراع (تقریباً تین سو بیس فٹ) اور چوڑائی ایک سو پچاس ذراع یا لگ بھگ تین سو فٹ کر دی، مسجد کا دالان پتھر اور چونے سے بنوایا اور ایک کچی چھت ساگون کی کڑیوں پر ڈلوادی، چھت کے ستون منقش پتھر کے لگوائے اور فرش بھی بٹکا کر دیا، یہ کام سترہ میں شروع ہوا اور سترہ میں

دس ماہ بعد پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس پر دس ہزار روپے (بیس ہزار درہم) خرچ ہوئے۔ چونکہ مخالفت اور عدم تعاون کا ماحول تھا اس لئے اس اچھے کام کو بدعت اور مخالف سنت قرار دیا گیا، عمر فاروقؓ کے درے سے چونکہ سب ڈرتے تھے اس لئے جب انہوں نے مسجدیں توسیع و ترمیم کرائی تو کسی کو اعتراض کی جرأت نہ ہوئی۔

۴۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے منیٰ میں دو رکعت کی جگہ چار رکعتیں پڑھیں حالانکہ رسول اللہؐ، ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

منیٰ مکہ سے باہر تقریباً سو چار میل پر ایک میدان ہے جہاں حاجی رمی جمار کے لئے جمع ہوتے ہیں، رسول اللہؐ جب یہاں آتے تو قصر کیا کرتے یعنی چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھتے، خلافت کے بعد کئی برس تک عثمان غنیؓ بھی منیٰ میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے لیکن شیعہ کے حج کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ منیٰ اور بعض دوسرے علاقوں کے عرب کہتے ہیں کہ مقیم کی نماز دو رکعت ہے اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ خلیفہ نے چونکہ مکہ میں شادی کر لی ہے اور اس فریضہ سے چونکہ مکہ ان کے وطن کے حکم میں آگیا ہے اور خود ان کی حیثیت مقیم کی سی ہو گئی ہے اس لئے ان کا منیٰ میں چار رکعتی نماز کا دو رکعت پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ کے نزدیک مقیم کی نماز چار رکعت کی بجائے دو رکعت ہے، اس لئے دوسرے مسلمانوں کو بھی دو رکعت پڑھنا چاہیئے۔

حج کے لئے دور دور سے عرب آتے تھے، عثمان غنیؓ کو اندیشہ ہوا کہ مقیم کی نماز کے دو رکعت ہونے کا تصور کہیں عرب کے دوسرے شہروں اور قریوں میں نہ پھیل جائے اس لئے انہوں نے منیٰ میں دو کی جگہ چار رکعت پڑھنا شروع کر دیا۔ اعتراض کا جواب خود ان کے الفاظ میں سنئے ان بعض من حج من اهل اليمن وجفاة الناس قد قالوا في عامنا الماضي ان الصلوة للمقيم ركعتان، هذا امامكم عثمان يصلي ركعتين

لعمريخ الام ۶۱۵ وفتوح البلدان معرکلا، وبعث البلدان يا قوت ۴۲۱/۷ واسباب الاخراف ۳۸۱/۵

وقد اتخذ بمكة أهلاً فرأيت أن أصلي أربعاً لحوف ما أخاف على الناس و
أخرى قد اتخذت بهما زوجة ولي بالطائف مال فربما اطلعت فأتيت فيه
بعد الصلوة

قصر نماز کی قرآن میں صرف خطرہ کے وقت اجازت دی گئی ہے: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
أَنْ تَقْصُرُوا الصَّلَاةَ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الدِّينُ كَفَرُوا - قصر صلاۃ میں
کوئی حرج نہیں اگر تم کو اندیشہ ہو کہ دشمن دھوکہ سے تم پر حملہ کر دے گا لیکن رسول اللہ
نے عوام کی آسانی کے لئے سفر میں بھی قصر کی اجازت دے دی تھی، یعنی قصر کی حیثیت بباح
سے زیادہ نہ تھی، سفر میں رسول اللہ کبھی پوری نماز بھی پڑھ لیضے تھے لیکن نبی میں ہمیشہ
دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے، مذکورہ بالا خبر کے بعد عثمان غنیؓ کے سامنے دو صورتیں تھیں
«سنت نبی پر عمل کریں (۲) چہار رکعتی مفروضہ نماز کو دو رکعتی بنانے کا خطرہ مول لیں،
انہوں نے پہلی صورت اختیار کی، رہا سنت نبی کا ترک تو یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے
کہ صحابہ مصالیح عامہ کی خاطر عمل نبی کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے، سند کے طور پر یہاں ابوبکر
صدیق اور عمر فاروقؓ کے عہد کی دو دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ترک سنت کی مزید
مثالیں آپ کو آگے بھی ملیں گی۔

(۱) رسول اللہ کا عمل اس اصول پر تھا کہ جو شخص زبان سے خدا کی وحدانیت کا
اقرار کرے اس پر تلوار نہیں اٹھائی جاسکتی لیکن ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگوں
سے بھی جہاد کیا جو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار نہ تھے اگرچہ توحید کے قائل تھے اور نماز بھی
پڑھتے تھے۔

(۲) رسول اللہ نے خرابی کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہیں کی تھی، گھونٹوں سے
کبھی جانٹوں سے اور کبھی جوتوں سے اس کی خبر لی جاتی تھی لیکن ابوبکر صدیقؓ نے چالیس

کوڑوں کی سزا مقرر کی۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر (بحرین) کے ذمیوں۔ مرد، عورت، ... بوڑھوں سب پر فی کس پانچ روپے (ایک دینار) جزیہ لگایا تھا لیکن عمر فاروقؓ نے جزیہ کا ایک بالکل نیا ضابطہ وضع کیا، انہوں نے عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور اہل بچوں کو جزیہ سے مستثنیٰ کر کے صرف جنگ کے قابل بالغ مردوں سے جزیہ وصول کیا، دوسری طرف انہوں نے جزیہ کی تین شرحیں مقرر کیں: مال داروں کے لئے چوبیس روپے سالانہ متوسط حال لوگوں کے لئے ہارہ روپے، اور دست کاروں اور ناداروں کے لئے چھ روپے سالانہ۔

(۴) قرآن میں زکاة سے مؤلفۃ القلوب کا ایک حصہ مقرر کیا گیا ہے، یہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دیتے رہے، لیکن عمر فاروقؓ نے اس کو بند کر دیا۔
(۵) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے نبیؐ میں شامیانہ لگایا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام جزیرہ عرب سے باہر نہیں نکلا تھا اس لئے مکہ، مدینہ اور حجاز کا تمدن خالصہ عربی تھا، اس تمدن کو بنانے میں یہاں کے معاشی، موسمی اور طبی حالات کو بڑا دخل تھا، عام طور سے لوگ مفلوک الحال اور غریب تھے، ان کے کھانے، پہننے اور برتنے کی چیزیں وہی ہوتیں جو اس علاقہ میں سیکڑوں برس سے بنتی چلی آتی تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیقؓ اور ان کے بعد زیادہ بڑے پیمانہ پر عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کے عہد میں جب عرب بیرونی ملکوں میں فاتح کی حیثیت سے گئے اور ان کی مالی حالت بہتر ہو گئی تو انہوں نے شام، عراق اور فارس کے زیادہ نکمرے تمدن کو اپنانا شروع کر دیا، ان کا لباس، کھانا پینا، برتن، فرنیچر، غرض کہ معیشت کے

سارے پہلو بدلنے لگے اور اس تبدیلی کو مفتوحہ علاقوں کی عورتوں نے جو غلام بن کر عرب گھروں میں داخل ہوئیں، تیز کر دیا، ان عورتوں کا تمدن چونکہ زیادہ اجلا اور دلکش تھا اس لئے قدرتی طور پر وہ اپنے نئے گھروں میں اس کو رائج کرنے کی کوشش کرتی تھیں عمر فاروقؓ نے نئے تمدن کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ رکا نہیں، اوٹ میں ہو گیا، عثمانؓ کی زندگی شروع ہی سے اُجلی اور پُر آرام تھی، وہ زندہ دل اور خوش ذوق آدمی تھے انہوں نے خلافت کا چارج لیا تو نیا تمدن پردہ سے باہر نکل آیا، ان کے عہد میں ہر زمانہ سے زیادہ روپیہ اور سامان مدینہ آنے لگا، اہل مدینہ کو مقررہ وظیفوں کے علاوہ جلد جلد محسوس کی مد سے بھی کافی روپیہ ملتا رہتا تھا اور وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ ایک ستھری اور اعلیٰ زندگی بسر کر سکیں، اس کے علاوہ غنیمت کے روپ میں مختلف انواع و اقسام کا سامان، فرنیچر، قالین، کپڑے، برتن اور شاہی نوادرات بھی مدینہ آتے اور لوگ ان سے متعارف ہوتے اور خود بھی ان میں سے بعض چیزیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے نئے تمدن کے مظاہر میں شامیانہ بھی تھا جس کو عربی میں فسطاط کہا جاتا ہے، عرب شامیانہ سے واقف تھے لیکن چونکہ ہنگامی چیز تھا اس کے استعمال پر قادر نہ تھے، عرب جبرل جب اپنے ملکی حدود سے باہر نکلے اور شام و عراق وغیرہ میں انہوں نے دیکھا کہ دشمن کے کمانڈے اور اکابر شامیانہ استعمال کرتے ہیں تو خود بھی کرنے لگے، فاتح مصر عمرو بن عاصؓ کے مشہور شامیانہ سے شاید ہمارے قارئین واقف ہوں گے، یہی وہ شامیانہ تھا جو مصر کی راجدانی فسطاط کی بنیاد پڑا۔ رسول اللہؐ یا ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں شامیانہ کا چلن مدینہ میں نہیں ہوا تھا لیکن سترھویں صدی میں بہ عہد عمر فاروقؓ ہمارے رپورٹ بتاتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی بیوی زینب بنت جحشؓ کی قبر پر شامیانہ لگایا گیا تھا تاکہ اہل جنازہ دھوپ اور لوہ سے محفوظ رہیں، اس وقت کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا کہ یہ بدعت ہے حتیٰ کہ عمر فاروقؓ نے جو عجمی تمدن کے مخالف تھے اسی شامیانہ کے سہجے نماز پڑھائی تھی، شامیانہ نئے اور زیادہ

پرسائشِ مدن کا مظہر تھا، خیمہ کی نسبت اس میں زیادہ گنجائش اور فراخی بھی تھی، خیمہ کی نسبت اس میں موسمی تکلیفوں سے زیادہ امن رہتا تھا، اسی لئے عثمان غنیؓ نے اس کو ہنسی کے چٹل میدان میں جہاں گرمی اور لوہ بلا کی ہوتی لگوا دیا تھا چونکہ معینہ اور آرام دہ چیز تھی، مالدار لوگوں نے جلد اس کو اپنا لیا، رسول اللہؐ کی بیوی عائشہؓ جب حج کرنے جائیں تو حرم کے پاس ان کا بھی ایک شامیانہ لگتا تھا، رسول اللہؐ کا شامیانہ کو استعمال نہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہ دیتا تھا بلکہ محض اس وجہ سے کہ وہ اور مسلمان اس وقت اتنے خوش حال نہ تھے کہ ایسی گراں چیز کے تحمل ہو سکتے، عمر فاروقؓ کا شامیانہ سے احتراز بھی کسی جذبہ دینی کا مرہون نہ تھا بلکہ اس کا ایک سبب ان کا طبعی تقشف تھا اور دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ غمی مدن کو اپنانے کے خلاف تھے۔ (۶) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے چچا حکم بن عاص کو مدینہ آنے کی اجازت دی حالانکہ رسول اللہؐ نے ان کو طائف جلا وطن کر دیا تھا بلکہ

حکم بن عاص قریش کے اکابر میں سے تھے، ایک بے ہودگی پر رسول اللہؐ نے اُن کو مدینہ میں رہنے کی ممانعت کر دی تھی اور طائف جلا وطن کر دیا تھا، فتح مکہ کے بعد مدینہ کا یہ واقعہ ہے جب حکم بن عاص نے مسلمان ہوئے تھے، اُس وقت نہ تو ان کو اسلام سے قلبی لگاؤ تھا اور نہ رسول اللہؐ کا جیسا چاہیے احترام کرتے تھے، بعد میں مخلص مسلمان ہو گئے تھے، کافی بڑا کنبہ تھا، اُن کا کچھ خاندان مکہ اور مدینہ میں تھا اور کچھ ان کے ساتھ طائف میں، دو تین جگہ خاندان بٹ جانے سے بہت سی دفتیں اور مسائل پیدا ہو گئے تھے، ان دفتوں کو دیکھ کر عثمان غنیؓ نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ حکم کو مدینہ آنے کی اجازت دے دیں لیکن انہوں نے کہا: سرِ دست حکم کی واپسی مناسب نہیں، کچھ عرصہ بعد عثمان غنیؓ نے پھر درخواست کی تو رسول اللہؐ نے واپسی کی اجازت

دینے کا وعدہ کر لیا، ابھی یہ وعدہ پورا نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا، ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے تو عثمان غنیؓ نے ان سے حکم کی داپسی کی سفارش کی اور رسول اللہ کے اس وعدہ کا ذکر کیا جو انہوں نے حکم کے بارے میں کیا تھا، ابو بکر صدیق رسول اللہ کی طرف منسوب کسی صحابی کا قول اس وقت تک نہ مانتے جب تک دوسرا صحابی اس کی توثیق نہ کر دیتا اور عثمان غنیؓ چونکہ دوسرا شاہد فراہم نہ کر سکے اس لئے ان کی درخواست پوری نہ ہو سکی، عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو عثمان غنیؓ نے حکم کی داپسی کی ان سے اجازت مانگی، اور کہا کہ رسول اللہ نے مجھ سے اجازت دینے کا وعدہ کر لیا تھا، عمر فاروقؓ بھی رسول اللہ کی طرف منسوب کوئی بات اسی وقت مانتے جب دوسرا صحابی اس کی گواہی دے دیتا اور چونکہ عثمان غنیؓ دوسرا گواہ پیش نہ کر سکے ان کی خواہش پوری نہ ہوئی، سترہ برس بعد عثمان غنیؓ کے انتخاب کے وقت حکم کو دمن اور عزیزوں سے چھوٹے پندرہ سال ہو چکے تھے اور وہ تیز ان کے کنبہ کے لوگ بہت پریشان تھے، عثمان غنیؓ نے ان کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی یہ ایک معمولی واقعہ تھا لیکن مخالفوں نے اس کو پردہ پگینڈے کا موضوع بنالیا اور ایک بڑا جرم قرار دے کر اس کے چرچے کرنے لگے، عثمان غنیؓ کا یہ فعل کسی اعتبار سے ملامت کے قابل نہیں تھا، انہوں نے ایک ایسے خاندان کا ذکر کیا تھا جو سولہ سال سے بے خانماں اور پریشان حال تھا، رسول اللہ اگر جلا وطنی ختم کرنے کا وعدہ نہ بھی کر لیتے تب بھی عثمان غنیؓ کا یہ اقدام درست ہوتا کیونکہ وہ حاکم تھے اور حاکم کو خطا کا رد کو معاف کرنے کا اختیار ہے، اس کے علاوہ حکم کی بے ہودگی یا گستاخی کوئی ایسا جرم بھی نہیں تھی کہ اس کے لئے ان کی عمر دمن اور عزیزوں سے محروم رکھا جاتا۔

(۷) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے حکم کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر پر شامیانہ لگایا۔

حکم کا سلسلہ میں یا اس کے لگ بھگ انتقال ہوا جس طرح رسول اللہ اپنے چچا عباسؓ اور حمزہؓ کا احترام کرتے تھے کچھ اسی طرح عثمان غنیؓ بھی اپنے چچا حکم کی عزت کرتے تھے عثمان غنیؓ کے والد کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا اور ان کے بعد حکم ہی عثمان غنیؓ اور ان کی بہن کے باپ تھے، حکم نے اپنی شفقت خاص، پیار اور خیال سے عثمان غنیؓ کے دل میں اور زیادہ گھر کر لیا تھا، اس متبادل رشتہ محبت کی وجہ سے عثمان غنیؓ بھی حکم اور ان کی اولاد کا خاص خیال رکھتے تھے چنانچہ وہ حکم کے لڑکوں کو اپنے کاروبار میں لگائے رہتے تھے اور شادی بیاہ نیز دوسری تقریبات پر ان کو تحفے اور عطیے دیا کرتے تھے، عثمان غنیؓ کے حریف ان باتوں سے جلتے تھے اور مخالف پارٹیاں ان کی داد و دھس اور اتلافات خاص کو قورمروڑ کر اور عا شیبے جڑھا کر مدینہ اور دوسرے صدر مقاموں میں پیش کیا کرتی تھیں، مقصد عثمان غنیؓ کے خلاف اشتعال پیدا کرنا اور انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنا تھا، وہ عثمان غنیؓ ہی سے نہیں، ان کے حجازی ادبہن بھائیوں سے بھی جلتے تھے اور حکم اور حکم کی اولاد کو دربار کے حقارت آمیز الفاظ سے یاد کیا کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ حکم اور ان کا خاندان ہمیشہ کے لئے معتوب اور معضوب رہیں، انہوں نے اس معمولی سی بات تک کو پروپیگنڈے کا آلہ بنالیا کہ عثمان غنیؓ نے حکم کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان کی قبر پر شامیانہ لگایا۔ رسول اللہ نے عبد اللہ بن سلول جیسے منافق تک کی نماز جنازہ پڑھائی تھی حالانکہ وہ اکثر ان کی رائے سے اختلاف کرتا تھا اور وہ اور اس کے پیرو ہمیشہ عدم تعاون سے کام لیتے تھے، شامیانہ لگانے سے حکم کا کوئی اعزاز مقصود نہ تھا اور اگر ہوتا تب بھی اعتراض کا موقع نہ تھا کیونکہ حکم ایک معزز قریبی تھے، شامیانہ ضرورتاً لگایا گیا تھا، موسم سخت گرم تھا، اہل جنازہ اور نمازیوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے شامیانہ ایک معقول تدبیر تھا، سلسلہ میں جب رسول اللہ کی پیکرِ نبیؐ بخشش کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت بھی ان کی قبر پر دھوپ اور گرمی سے بچاؤ کے لئے شامیانہ نصب کیا گیا تھا اور شامیانہ خلیفہ وقت عمر فاروقؓ کے حکم

لگا تھا۔ دکان دفن زینب بنت جحش فی یوم صائعتہ فضرِب عمر علی قبرہا
 فسقط علیہ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ شاید نہ لگانا اگر کوئی بدعت تھا تو اس کے مرتکب
 عثمان غنی نہیں عمر فاروق تھے لیکن ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوا اور نہ کسی کو اعتراض کی
 جرأت ہو سکتی تھی۔

حکم کی بے نیازی کوئی ایسا جرم نہ تھا کہ عثمان غنی اس کی وجہ سے غوثی رشتہ فراموش
 کر دیتے یا حکم کا جو بجائے باپ کے تھے احترام کرنا چھوڑ دیتے یا اس تکلیف کا بے حس سے
 جواب دیتے جس سے غریب الوطنی میں حکم دوچار تھے، قارئین کو شاید معلوم ہو کہ رسول اللہ
 کے چچا حمزہؓ نے ہجرت کے بعد شراب پی اور نشر کی حالت میں رسول اللہؐ کو دیکھ کر ان کے
 حق میں ناگوار باتیں کیں لیکن رسول اللہؐ نے نہ تو ان کو ڈانسا، نہ جلا وطن کہا اور نہ ان
 کی عزت و حرمت میں مطلقاً کمی کی۔

(۸) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی حالانکہ رسول اللہؐ
 نے ایسا نہیں کیا تھا۔

رسول اللہؐ نے گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا تھا، یہ ایک رعایت تھی جو انہوں
 نے ضرورت دی تھی، گھوڑے بہت مہنگے تھے، متوسط درجہ کی ایک اس کی ہزار روپے
 میں آتی تھی، جہاد اور اشاعت اسلام کے لئے گھوڑے تھے ضروری لیکن ان کا خریدنا اور
 ان کی خوراک کا انتظام دشوار تھا، اس لئے رسول اللہؐ نے گھوڑا رکھنے کے بار کو ہلکا کرنے
 کے لئے گھوڑے پر زکوٰۃ معاف کر دی تھی، قانون و مالیات اسلام کے اولین مؤلف یحییٰ
 بن آدم قرشی مؤلف کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف مؤلف کتاب الخراج، ابو عبیدہ قاسم
 بن سلام مؤلف کتاب الاموال، امام شافعی مؤلف کتاب الام، امام مالک مؤلف الموطا
 میں سے کسی نے اس بات کی توثیق نہیں کی کہ عثمان غنیؓ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی،

۱۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی نے چراگاہوں اور تالابوں کو سرکاری گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے محفوظ کر لیا اور عوام کو وہاں چرانے اور پانی پلانے کی ممانعت کر دی۔ یہ اعتراض بالکل بجا ہے کیونکہ چراگاہیں محفوظ کرنے کا عمل رسول اللہ کے زمانہ سے برابر ہوتا چلا آیا تھا۔ سب سے پہلے رسول اللہ نے جہاد کے گھوڑوں کے لئے نفع کی چراگاہ محفوظ کی تھی۔ یہ مدینہ کے اٹھارہ میل مشرق میں ایک سرسبز وادی تھی، عام لوگوں کو اس میں چرانے یا پانی پلانے کی اجازت نہ تھی۔ عمر فاروقؓ نے نفع کے علاوہ دو اور چراگاہیں مدینہ کے مضافات میں بنائی تھیں: ایک ربذہ اور دوسری سیرت۔ نفع اور

۲۔ کتاب الاسوال ابو سعید قاسم بن سلام مصر ۱۲۵۰ سن ہجری ۱۱۸۱/۲ حضرت عمرؓ کے سرکاری حضور خورشید احمد فاروقؓ نے مدینہ کے مضافات میں بنوائے۔ انساب الاشراف ۲/۵۱۵ سنہ فتح البلدان ۱۵۱۔ بحکم البلدان ۱۵۱/۵۔

۱۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی نے چراگاہوں اور تالابوں کو سرکاری گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے محفوظ کر لیا اور عوام کو وہاں چرانے اور پانی پلانے کی ممانعت کر دی۔ یہ اعتراض بالکل بجا ہے کیونکہ چراگاہیں محفوظ کرنے کا عمل رسول اللہ کے زمانہ سے برابر ہوتا چلا آیا تھا۔ سب سے پہلے رسول اللہ نے جہاد کے گھوڑوں کے لئے نفع کی چراگاہ محفوظ کی تھی۔ یہ مدینہ کے اٹھارہ میل مشرق میں ایک سرسبز وادی تھی، عام لوگوں کو اس میں چرانے یا پانی پلانے کی اجازت نہ تھی۔ عمر فاروقؓ نے نفع کے علاوہ دو اور چراگاہیں مدینہ کے مضافات میں بنائی تھیں: ایک ربذہ اور دوسری سیرت۔ نفع اور

۲۔ کتاب الاسوال ابو سعید قاسم بن سلام مصر ۱۲۵۰ سن ہجری ۱۱۸۱/۲ حضرت عمرؓ کے سرکاری حضور خورشید احمد فاروقؓ نے مدینہ کے مضافات میں بنوائے۔ انساب الاشراف ۲/۵۱۵ سنہ فتح البلدان ۱۵۱۔ بحکم البلدان ۱۵۱/۵۔

سُرف میں گھوڑے رکھے جاتے تھے اور رَبدہ میں زکوٰۃ کے اونٹ عمر فاروق کے زمانہ میں بڑے پیمانہ پر کئی ملکوں میں فوجی اقدامات ہو رہے تھے اور سپاہیوں کے لئے گھوڑوں کی اور بار برداری کے لئے اونٹوں کی شدید ضرورت تھی، اس لئے بڑی تعداد میں گھوڑے اور اونٹ فراہم کئے جلتے تھے اور ان چراگا ہوں میں رکھے جاتے تھے، عام لوگوں کو یہاں چرانے کی ممانعت تھی، اس پر عمر فاروق سے احتجاج بھی کیا گیا لیکن انہوں نے سرکاری ضرورت کا عذر پیش کر کے معترضین کی زبان بند کر دی عثمان غنی کے عہد میں بھی چراگا ہوں تھیں، انہوں نے کسی نئی چراگاہ کا اضافہ نہیں کیا۔

مخالفوں نے مذکورہ بالا اعتراض ایک دوسرے انداز سے بھی پیش کیا ہے، قاضی داندی کی زبانی سنئے: عثمان نے رَبدہ، سُرف (صحیح سُرف) اور بقیع (صحیح بقیع) کو حلی بنایا تھا، ان چراگا ہوں میں نہ تو ان کا کوئی جانور چرتا نہ بنو امیہ کا لیکن اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں انہوں نے سُرف، سُرف، کو اپنے اونٹوں کے لئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی اور حُکم کے اونٹوں کے لئے محفوظ کر لیا، رَبدہ میں وہ زکوٰۃ کے سرکاری اونٹ رکھتے اور بقیع (بقیع) میں سرکاری گھوڑوں کے ساتھ وہ اپنے اور بنو امیہ کے گھوڑے بھی چراتے تھے۔

طبقات ابن سعد کی ایک رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چراگا ہوں چاہے عوام کے لئے بند ہوں غیر اُموی اکابر قریش کے لئے کھلی ہوئی تھیں، عبدالرحمن بن عوف کا سہمہ میں انتقال ہوا، ان کے پاس ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور سو گھوڑے تھے، یہ جانور کہاں چرتے تھے؟ بقیع میں: تزت ابن عوف ألف بعید وثلاث آلات شاة بالنقیم ومائة فرس تزعی بالنقیم۔ اس رپورٹ سے یہ دوسرا اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کہ سرکاری گھوڑوں کے علاوہ بقیع صرف عثمان غنی اور بنو امیہ کے جانوروں

کے لئے مخصوص تھا۔

یہ توہم اور بتلاچکے میں کہ پہلے چراگاہِ نقیع خود رسول اللہ نے محفوظ کی تھی پھر عمر فاروق نے بڑھتی ہوئی ضرورت کے ماتحت دوا در بڑی چراگاہیں سرکاری جانوروں کے لئے محفوظ کر لیں، لہذا اس مدنگ عثمان غنی سے مواخذہ درست نہیں رہا آخری ایامِ خلافت میں ان کا سرف اور نقیع کو خالصتہً اپنے جانوروں کے لئے محفوظ کرنا تو یہ بھی غلط بیانی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ سرکاری جانوروں کے ساتھ وہ اپنے جانور بھی ان چراگاہوں میں رکھنے لگے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سرف اور نقیع میں سرکاری گھوڑے کم ہو گئے تھے پچھلی جنگوں اور بالخصوص شمالی افریقہ کی لڑائی میں انہوں نے لگ بھگ دس ہزار گھوڑے باہر بھیجے تھے، ان کے آخری ایام میں لڑائیاں تقریباً ختم ہو چکی تھیں، فارس اور افریقہ دونوں پر عرب سلطہ مکمل ہو چکا تھا اور چونکہ حکومت کے سامنے عسکری نقصان نہیں تھے اس لئے گھوڑے فراہم کرے کی ہم سست برنگی تھی اور چراگاہوں میں غیر سرکاری جانوروں کے لئے گنجائش نکل آئی تھی۔

۱۰۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی نے خلافت کے ساتویں سال اپنی کوٹھی

(دارالامارہ) پر نماز کے لئے نڈائے ثالث لگوائی اور بدعت کے مرتکب ہوئے؟

یہ اعتراض بھی محض اعتراض ہے، معترضین خوب جانتے تھے کہ اس میں کتنا وزن ہے لیکن چونکہ اس سے عثمان غنی کو بدنام کرنے، ان کو بدعتی مشہور کرنے اور ان کے خلاف اشتعال پیدا کرنے میں مدد ملتی تھی اس لئے اس کا خوب چرچا کیا حتیٰ کہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کے صفحات پر یہ اعتراض ثبت ہو گیا۔ نڈائے ثالث سے مراد دوسری اذان ہے، یہ اذان صرف نماز جمعہ کے لئے مخصوص تھی، رسول اللہ اور شیخین کے زمانہ میں مدینہ کی آبادی نہ تو زیادہ تھی نہ کھیری ہوئی، دوسری نمازوں کی طرح

جمعہ کی نماز کے لئے بھی اقامت کے علاوہ ایک بار اذان ہوئی تھی اور یہ اس وقت جب رسول اللہ ﷺ گھر سے مسجد کے لئے نکلتے تھے، عثمان غنیؓ کے زمانہ میں شہر کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی اور بہت سی حویلیاں مسجد سے دور کھلے میدانوں میں بن گئی ہیں۔ جمعہ کے ازدحام اور شور میں شہر کے کئی حصوں میں اذان کی آواز نہیں جاتی تھی اور بہت سے لوگ یا تو مسجد میں دیر سے پہنچتے یا نماز ہونے کے بعد، اس وقت کو دور کرنے کے لئے عثمان غنیؓ نے موذن کو ہدایت کر دی کہ نماز جمعہ سے پہلے زور امر کی جھت لے کر اذان دے دیا کرے تاکہ دور و نزدیک کے مسلمانوں کو نماز کی قربت کا علم ہو جائے اور وہ بردقت مسجد میں پہنچ جائیں، مخالف پارٹیوں نے اس مفید اقدام کو پرو بلیگڈے کے لئے استعمال کیا اور اس کو بدعت کا نام دے کر اچھالنے لگے، عثمان غنیؓ کی زہمی اور صلح پسندی اس جرات کی ذمہ دار تھی، عمر فاروقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی تیار کردہ مسجد میں احضار کیا تو کسی نے شور نہیں مچایا کہ یہ بدعت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں تین دروازے رکھے تھے عمر فاروقؓ نے چھ کر دیئے تب بھی کسی نے ان کے اس فعل کو بدعت قرار نہیں دیا، عمر فاروقؓ نے وہ درخت کٹوا دیا جس کے سایہ میں بیعت الرضوانؓ لی گئی تھی کیونکہ لوگ اس کے نیچے نماز پڑھنا باعثِ ثواب سمجھنے لگے تھے، اس وقت بھی کسی کو اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے ایک چراگاہ محفوظ کی تھی، عمر فاروقؓ نے تین کرلس تب بھی مخالف خاموش رہے، انہوں نے سلسلہ میں تراویح کی بیس رگتیں مسلمانوں پر لازم کر دیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کیا تھا، اب بھی کسی نے بدعت کا نفی نہیں لگایا، رسول اللہ ﷺ نے مدنی آیتوں کے بموجب مفتوحہ اراضی فوج میں بانٹ دی تھی لیکن عمر فاروقؓ نے بانٹنے سے انکار کر دیا اور اراضی مالکوں کے قبضے میں رہنے دی اور ان سے مالگنداری اور جزیہ وصول کیا، اس پر بھی مخالفوں کی زبان طعن بند رہی کیوں؟

اس لئے کہ عمر فاروق سخت آدمی تھے، زبان اور دُندے دونوں سے سزا دیتے تھے اور دوسری طرف ان کی روکھی زندگی حسد اور عین کی آگ دہائے ہوئے تھی۔

۱۱۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے کئی ممتاز صحابہ کو معزول کیا۔ سعد بن ابی وقاص کو کوفہ سے، عمرو بن عاص کو مصر سے اور ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ سے اور ان کی جگہ اپنے نو مسلم اور نو عمر رشتہ داروں کو گورنر مقرر کیا۔

آئیے اس اعتراض کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہاں تک اس میں صداقت ہے۔
 سترھ میں خلیفہ ہو کر عثمان غنیؓ نے صحابی مہاجر بن شعبہ کو رشوت کی شکایت پر کوفہ کی گورنری سے الگ کر دیا تھا اور ان کی جگہ سعد بن ابی وقاصؓ کو مقرر کیا تھا جن کے لئے عمر فاروقؓ نے مرتے وقت سفارش کی تھی، خزانہ کوفہ کے انچارج صحابی عبداللہ بن مسعود تھے، سعد نے خزانہ سے کچھ رقم قرض لی اور ایک وقت مقررہ پر اس کو لوٹانے کا وعدہ کر لیا، جب مقررہ وقت آیا تو عبداللہ بن مسعودؓ نے رقم مانگی لیکن سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ مجھے اور مہلت دیجئے، میں اس وقت ادا کرنے سے قاصر ہوں، ابن مسعود بگڑ گئے اور دونوں میں سخت کلامی ہوئی، عبداللہ بن مسعودؓ کے حامیوں نے ان کا پارٹ لیا اور سعد بن ابی وقاصؓ کے حامیوں نے ان کی وکالت کی، چند دن بعد ابن مسعودؓ نے پھر سعد سے روپے کی واپسی کا تقاضہ کیا تو سعد نے برہم ہو کر کہا: ”تم نقصان اٹھائے بغیر نہیں مانو گے، تم سمجھتے کیا ہو خود کو واضح رہے کہ تمہاری حقیقت ہڈیل کے ایک غلام سے زیادہ نہیں ہے۔“ دونوں میں پھر جھج جھج ہوئی، عثمان غنیؓ کو ان باتوں کا علم ہوا تو وہ دونوں پر ناراض ہوئے اور سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر دیا لیکن عبداللہ بن مسعودؓ بحال رہے۔

عمرو بن عاصؓ نے جن کا تعلق بنی امیہ سے تھا، سترھ میں جب عمر فاروقؓ خلیفہ تھے، مصر فتح کیا تھا چونکہ انہوں نے پہلے کی نسبت مالگذاری بہت کم وصول کی، اس لئے

عمر فاروقؓ کو ان کی دیانت پر شک ہوا اور انہوں نے سیدہ میں ایک ممتاز اموی بھائی بن سعد بن ابی سرح کو جو عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی بھی تھے، مالیات مصر کا وزیر مقرر کر دیا اور عمرو بن عاص کی گورنری سیاسی و عسکری معاملات تک محدود کر دی، قدرتی طور پر عمرو کو مالیات کا الگ ہونا شاق گذرا، کچھ عرصہ بعد عمر فاروقؓ کا انتقال ہوا تو عمرو نے عثمان غنیؓ سے کہا کہ مالیات کا چارج مجھے دیکھے ورنہ میں استعفیٰ ہوتا ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ گائے کا دودھ دوہے کوئی دوسرا اور سینگ پکڑوں میں! چونکہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کا ریکارڈ اچھا تھا اور وہ زیادہ لگان وصول کر رہے تھے، عثمان غنیؓ نے مالیات کا چارج دینے سے انکار کر دیا، عمرو بن عاص احتجاجاً استعفیٰ ہو گئے۔

ابوموسیٰ اشعریؓ سے بصرہ کے گورنر تھے، عثمان غنیؓ محرم سیدہ میں خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ابوموسیٰ کو بحال رکھا اور وہ مزید چار پانچ سال اپنے عہدہ پر فائز رہے، سیدہ میں اکابر بصرہ کا ایک وفد مدینہ آیا اور شکایت کی کہ ابوموسیٰ بوڑھے اور کمزور ہو گئے ہیں، کنبہ پرور اور قبیلہ نواز بھی واقع ہوئے ہیں، ہم ان کی طویل حکومت سے اکتا گئے ہیں، براہ کرم کسی جوان کو ہمارا گورنر بنائیے! شکایت کی تفصیل طبری میں موجود ہے اور ہم نے خط رقم ۲۱ میں اس کے اہم محتویات بیان کر دیئے ہیں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوئی، عثمان غنیؓ نے وفد کی خواہش پوری کی اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو برطرف کر دیا، ان کا یہ فعل عمر فاروقؓ کے عمل کے عین مطابق تھا، آپ کو شاید یاد ہوگا کہ سیدہ میں اکابر کوئٹہ کی شکایت پر پہلے انہوں نے سعد بن ابی وقاصؓ اور پھر سیدہ میں عمار بن یاسرؓ کو گورنری سے معزول کر دیا تھا۔

ان بیانات سے آپ نے دیکھا کہ حقائق کیا تھے اور مخالفوں نے ان کو کس رنگ میں پیش کیا، اعتراض سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے بلاوجہ تینوں صحابی گورنروں کو برطرف کیا تاکہ اپنے رشتہ داروں کے لئے جگہ نکالیں حالانکہ سیدہ کو الگ اس لئے کیا

کہ ان کا طرز عمل نامناسب تھا اور نگران خزانہ کے ساتھ ان کے بار بار کے جھگڑے سے
کو ذہ کی فضا خراب ہو رہی تھی، عمرو بن عاص نے خود ناراض ہو کر استعفا دیا اور ابو موسیٰ
کی برطرفی کی تحریک اکابر بصرہ نے کی تھی۔

اعتراف کا دوسرا حصہ کہ عثمان غنیؓ نے رشتہ داروں کو گور درنیا صحیح ہے لیکن
مخالفتوں کا یہ کہنا کہ ایسا کرنے میں محض کنبہ پروری کا جذبہ کار فرما تھا صحیح نہیں، ولید بن عقبہ
بن کوسعدؓ کے بعد کو ذہ کا گور بنایا گیا عثمان غنیؓ کے سوتیلے بھائی تھے لیکن ساتھ ہی وہ
تجربہ کار، معاملہ فہم اور بیدار ذہن بھی تھے، ان کی یہ صفات دیکھ کر رسول اللہؐ نے سلمہ
میں ان کو بعض عرب قبیلوں میں کلکتر زکوٰۃ مقرر کیا تھا، انہوں نے امانت و دیانت سے
کام لیا اس لئے ابو بکر صدیقؓ نے بھی ان کو سرکاری عہدوں پر فائز رکھا، ان کے بعد
عمرفاروقؓ نے ولید کو میسوپوٹامیہ کے عرب قبیلوں میں زکوٰۃ کلکتر اور پولیسکل ایجنٹ بنا کر
بھیجا، سلمہ یا سلمہ میں سعد بن ابی وقاص کو امارت کو ذہ سے الگ کیا گیا تو ولید بیکار
نہ تھے بلکہ اپنے عہدہ کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے، چونکہ انتظامی
ملاحظات کا ولید کو لبا تجربہ تھا اور چونکہ کو ذہ میں عثمان غنیؓ کے خلاف تحریک چلی ہوئی تھی
اور وہ چاہتے تھے کہ گور زلائق ہی نہیں، مخلص اور مستعد بھی ہو، اس لئے انہوں نے ولید کو
کو ذہ کا گور مقرر کیا، ولید کے بارے میں کو ذہ اسکول تاریخ کے شیخ سیف بن عمرؒ کی رائے
ملاحظہ ہو: **قدیم الکوفۃ سلمہ** فكان احب الناس وادفعهم فكان بذالك خمس
سنين وليس على بابہ دار سلمہ ولید نے سلمہ میں حکومت کو ذہ کا چارج لیا، بڑے
ہربان اور مقبول تھے، مکان پر کوئی گیت نہ تھا (ہر شخص کو ملنے کی آزادی تھی)، اسپین
کے محدث ابن عبد البرؒ کا من رجال قریش لہوفا وحلما وشجاعة وادبا وكان
من الشراء المطبوعين باعتبار ذہانت، سلیقہ، علم، بہادری اور شائستگی قریش کے اکابر
نے وفات تک جگہ سلمہ میں ہوئی۔ بح تاریخ ۵۱۵ھ - ۵۱۶ھ استیعاب ۲/۶۴ -

میں تھے، اس پر ستراد شعر کی خداداد صلاحیت تھی۔

ولید بن عقیبہؓ سے ستراد تک سرکاری عہدوں پر رہے، سول اور ملٹری دونوں
لیکن نہ تو رسول اللہؐ کے عہد میں ان پر کوئی الزام لگایا، نہ ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں اور
نہ عمر فاروقؓ کی احتسابی نظر ان میں کوئی خامی پاسکی، یہ جس کیس برس کی بے داغ خدمت
اس بات کی شاید ہو کہ ولید لائق، فرض شناس اور صالح آدمی تھے، عثمان غنیؓ کے دور خلافت
میں ان پر جو الزام لگے وہ ان کی نااہلی یا بدکرداری کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اس وجہ سے
کہ مدینہ اور فسطاط کی طرح کوفہ بھی مخالف پارٹیوں کا مرکز تھا جو عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت
کو مطعون کر کے انقلاب برپا کرنا چاہتی تھیں۔

مصر میں عمرو بن عاصؓ کے الگ ہونے پر عثمان غنیؓ نے مصر کے وزیر مالیات عبداللہ
بن سعد بن ابی سرحؓ کو مصر کی گورنری سونپ دی، یہ عبداللہ عثمان غنیؓ کے رفقاء بھائی
تھے، پڑھے لکھے، تیز اور باشعور آدمی تھے، اسی لئے ستراد میں عمر فاروقؓ نے ان کو مالیات
مصر کا عہدہ تفویض کیا تھا واقعات نے بھی عبداللہ بن سعد کی یافیت اور خوش تدبیری پر
مہر تصدیق ثبت کر دی، چند ماہ کے اندر اندر انھوں نے مصری مالگذاری کی مقدار اس
سے کافی بڑھادی متنبی عمرو بن عاصؓ نے وصول کی تھی، سال چھ ماہ بعد عمر فاروقؓ کا
انتقال ہونے پر عثمان غنیؓ نے خلافت کا چارج لیا تو عبداللہ بن سعد اپنے عہدہ پر
موجود تھے اور اچھا کام کر رہے تھے، عمرو بن عاصؓ نے عثمان غنیؓ سے درخواست کی کہ
مالیات کا شعبہ مجھے دے دیجئے تو انہوں نے کہا: تمہارے انتظام میں مالگذاری کم
تھی، عبداللہ زیادہ وصول کر رہے ہیں، ان کے خلاف کوئی شکایت بھی نہیں، اس لئے
ان کو کیوں الگ کیا جائے، عمرو بگڑ گئے اور احتجاجاً استعفادے دیا، عثمان غنیؓ نے
مناسب سمجھا کہ مصر کی گورنری عبداللہ بن سعد کو سونپ دیں کیونکہ وہ مصر کے حالات و
معاملات سے اچھی طرح متعارف ہو چکے تھے، عبداللہ نے گورنر ہو کر گارہائے نمایاں

انجام دیئے، مالیات کی اصلاح کے ساتھ انہوں نے لیبیا، تونس اور الجزائر تک اسلامی قہر کا دائرہ وسیع کر دیا۔ کتاب الولاء والقضاء کا مؤلف کنذی ان کے ہارسے میں لکھا ہے:

دمکت عبد الله بن سعد بن ابی سرح أميراً على مصر ولایة
عثمان كلها محموداً فی ولايته غزاة ثلاث غزوات كلها لها
شان ودكر، فغزاة فزقيّة فبلغ سهم الفارس ثلاثة آلاف دينار
ثم غزاة غزوة الاساورة سبعة ثم غزاة الصواري سبعة...

یہ عبداللہ بن سعد ہی تھے جنہوں نے ایک بڑے باز نطینی بیڑے کو جس کا مقصد شام اور مصر کو عربوں سے واگذار کرنا تھا شکست فاش دی اور شرقی و وسطی بحر متوسط پر عربی تسلط قائم کیا لیکن چونکہ اتفاق سے وہ عثمان غنیؓ کے رشتہ دار تھے اور سلطان خلف پارٹیوں کا اڈا، اس لئے ان کی ساری خدمات نیا مینا کر دی گئیں اور یہ مشہور کیا گیا کہ وہ نااہل اور ستم کیش ہیں جن کو عثمان غنیؓ نے قرابت کی وجہ سے مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے۔

ابوہوئی اشعری کی برطرفی کے بعد عثمان غنیؓ نے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر بن گزیز کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا، شاکی و فذ کی خواہش تھی کہ کوئی جو ان باہمت اور ہمدرد آدمی ان کا گورنر ہو، یہ صفات عبداللہ میں موجود تھے، ان کی عمر پچیس سال کی تھی اور ابھرنے اور کارہائے نمایاں انجام دینے کے شوق سے دل سمور تھا ان کا شمار قریش کے بڑے خطیبوں اور ابجواد میں ہوتا ہے، یہ پہلے گورنر تھے جن کا انتخاب عثمان غنیؓ نے اپنے اعرام میں سے خود کیا تھا، جہاں تک ہمیں معلوم ہے عبداللہ کو پہلے کوئی سرکاری عہدہ نہیں ملا تھا، وہ تجارت اور کاروبار میں لگے ہوئے تھے، انہری

کے ہاوجود ابن عامر کامیاب جاکہ تھے، انہوں نے فتوحات بھی کئے اور تعمیری کام بھی، ان کی کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بصرہ میں مخالف پارٹیوں کا زور کم تھا اور وہ یکسوئی کے ساتھ تعمیری کام کرنے پر قادر ہو سکے، انہوں نے فارس اور خراسان میں جو بغاوتوں کا اکھاڑہ بنے ہوئے تھے عربی اقتدار کے قدم جما دیئے اور نئے نئے علاقے فتح کئے، انہوں نے بصرہ میں کئی اہم نہریں نکلوائیں، بہمان خانے بنوائے، مکہ۔ بصرہ شاہراہ پر سرائیں، کنہیں اور بازار بنوائے، ان کے تعمیری کاموں کی نہرست کافی لمبی ہے، مصنف کتاب المعارف لکھتا ہے:-

اِفْتَحَ عَامَّةَ فَارَسٍ وَخِرَاسَانَ وَسَجِسْتَانَ وَكَابِلَ وَاتَّخَذَ النَّبَاجَ وَغَرَسَ فِيهَا حَتَّى مَدَّ عِيَّ النَّبَاجَ ابْنَ عَامَرَ وَالْقَرْنَيْنِ وَغَرَسَ بَهَا نَخْلًا وَأَبْنَطَ عِيُونًَا لَعَرَفَ بَعِيُونَ ابْنَ عَامَرَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّبَاجِ لَيْلَةً عَلَى طَرِيقِ مَكَّةَ وَحَفَرَ الْحُفَيْرَ ثُمَّ حَفَرَ السَّمِينَةَ وَأَتَّخَذَ بِقَرَبِ قُبَاءَ تَصْرًا وَجَعَلَ فِيهِ رَجُلًا لِيَعْلَمُوا فِيهِ فَمَا تَوَافَتَكَ، وَأَتَّخَذَ بَعْرَاقَاتٍ حِيَاصًا وَنَخْلًا وَآخَتَفَرَ بِالْبَصْرَةِ نَهْرَيْنِ أَحَدُهُمَا فِي السُّوقِ وَالْآخَرُ الَّذِي يَعْرِفُ بِأَمِّ عَبْدِ اللَّهِ، بِالْبَصْرَةِ وَنَهْرُ الْأُبْلَةِ وَكَانَ يَقُولُ لَوْ تَزَكَّتِ الْحَرْجَتُ أَمْرًا فِي حَدِّ اجْتِمَاعِ عَلِيٍّ دَابَّتْ مَا تَرُدُّ كُلَّ يَوْمٍ عَلَى مَا

وَسُوقٍ حَتَّى تُوَافِيَ مَكَّةَ ۝ فارس، خراسان اور سجستان (افغانستان) کا بیشتر حصہ نیز کابل فتح کیا، نباج نامی کارواں اسٹیشن بنوایا اور وہاں نخلستان لگوائے جس کی وجہ سے اس کا نام ہی نباج ابن عامر پڑ گیا، قرینین نامی کارواں اسٹیشن بنوایا اور

یہ کتاب المعارف ابن قتیبہ بصرہ ۱۱۱ھ، نسب قریش مصعب زہری اور ڈیڑھ سو سال بعد ۱۱۱۱ھ ابن عامر کے بنائے متعدد حوضوں اور نہروں کا ذکر ہے، اس ذکر کے آخر میں یہ الفاظ ہیں وَلَهُ اَنَارُ فِي الْاَوْسُ ثَبْرَةٌ ۝ مکہ کی شاہراہ پر بصرہ کے لگ بھگ بنی سولہ ایک کارواں اسٹیشن ہجوم البلدان ۲۴۶ھ۔ ۲۴۷ھ نباج کے قریب دو گاؤں جو ابن عامر نے بنائے اور جہاں انار لگوائے وہ تدریجاً چھٹے نکلوائے۔

وہاں غلستان لگوائے، نیز چمپے نکلوائے جو عیون ابن عامر کے نام سے مشہور ہیں، قرینہ او بناج کے درمیان بصرہ۔ مکہ شاہراہ پر ایک رات کی مسافت (تقریباً بیس میل) ہے، ابن عامر نے حنیفہ اور سمینہ (صحیح مسلمینہ) کے کنوئیں کھدوائے اور بنا کے قریب حبشی غلاموں سے ایک محل بنوایا شروع کیا لیکن وہ مر گئے تو تعمیر بند کرادی، عرفات مکہ میں حوض بنوائے شہر بصرہ میں دو نہریں نکلوائیں، ایک بازار میں اور دوسری جس کا نام نہرام عبد اللہ (بن عمر) پڑا، ایک قسریابی نہر (بندرگاہ) اُبلتے دوہانہ (جلہ - فرات) سے نکلوائی، ابن عامر کہا کرتے تھے: اگر مجھے عہدہ سے ہٹایا نہ گیا تو میں اتنے بڑے پیمانہ پر تعمیری کام کراؤں گا کہ بصرہ سے مکہ جانے والی عورت کو ہر دن راستہ میں ایک نیا بازار اور کنواں ملے گا۔

تیسرے اور آخری رشتہ دار بن کو عثمان غنیؓ نے گورنر کا عہدہ دیا سعید بن عامر تھے، رسول اللہؐ کے انتقال کے وقت ان کی عمر نو سال تھی، ابو بکر صدیقؓ کی موت کے وقت گیارہ سال اور عمر فاروقؓ کی وفات کے وقت کوئی اکیس سال کے تھے، کم عمری کی وجہ سے ان غیہوں کے عہد میں ابن عامر کی طرح ان کو بھی کوئی عہدہ نہ مل سکا، قریش کے ایک بڑے خاندان عاتق کا قتل تھا، کہا جاتا ہے کہ ایک عورت رسول اللہؐ کے پاس ایک چادر لے کر آئی اور کہا: میں اس کو اکرم العرب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں۔ رسول اللہؐ نے کہا: "سعید کو دے دو، یہی اکرم العرب ہیں؟" فراخ دل، لائق اور پڑھے لکھے آدمی تھے، ابن عامر کی طرح ان کا شمار بھی قریش کے اجواد اور خطیبوں میں ہوتا ہے، جاحظ لکھتا ہے: کان من الخطباء المبرزين لعمري وجد كتحبيرة تحبيرة ولا كارتجالہ ارتجال۔ عثمان غنیؓ نے قرآن کی کتابت اور تدوین کے لئے جو کمیٹی مقرر کی تھی اس میں

۱۔ حنیفہ بن عمروؓ بصرہ کے قریب تھوکی راہ پر ایک نزل جہاں بن عامر نے سازن کیلئے کنوئیں دوبارہ بنوائے تھے۔ ۲۔ سمینہ بن عمروؓ

جہیزہ بن عمروؓ یا علیؓ السن، بناج کے بعد بسمت بصرہ بند کاردان پیشین جہاں ابن عامر نے پانی اور خود نوش کا انتظام کیا تھا، ۳۔ عبد اللہ

۱۲۹۴ھ - ۱۳۰۲ھ - ۱۳۱۰ھ - ۱۳۱۸ھ - ۱۳۲۶ھ - ۱۳۳۴ھ - ۱۳۴۲ھ - ۱۳۵۰ھ - ۱۳۵۸ھ - ۱۳۶۶ھ - ۱۳۷۴ھ - ۱۳۸۲ھ - ۱۳۹۰ھ - ۱۳۹۸ھ - ۱۴۰۶ھ - ۱۴۱۴ھ - ۱۴۲۲ھ - ۱۴۳۰ھ - ۱۴۳۸ھ - ۱۴۴۶ھ - ۱۴۵۴ھ - ۱۴۶۲ھ - ۱۴۷۰ھ - ۱۴۷۸ھ - ۱۴۸۶ھ - ۱۴۹۴ھ - ۱۵۰۲ھ - ۱۵۱۰ھ - ۱۵۱۸ھ - ۱۵۲۶ھ - ۱۵۳۴ھ - ۱۵۴۲ھ - ۱۵۵۰ھ - ۱۵۵۸ھ - ۱۵۶۶ھ - ۱۵۷۴ھ - ۱۵۸۲ھ - ۱۵۹۰ھ - ۱۵۹۸ھ - ۱۶۰۶ھ - ۱۶۱۴ھ - ۱۶۲۲ھ - ۱۶۳۰ھ - ۱۶۳۸ھ - ۱۶۴۶ھ - ۱۶۵۴ھ - ۱۶۶۲ھ - ۱۶۷۰ھ - ۱۶۷۸ھ - ۱۶۸۶ھ - ۱۶۹۴ھ - ۱۷۰۲ھ - ۱۷۱۰ھ - ۱۷۱۸ھ - ۱۷۲۶ھ - ۱۷۳۴ھ - ۱۷۴۲ھ - ۱۷۵۰ھ - ۱۷۵۸ھ - ۱۷۶۶ھ - ۱۷۷۴ھ - ۱۷۸۲ھ - ۱۷۹۰ھ - ۱۷۹۸ھ - ۱۸۰۶ھ - ۱۸۱۴ھ - ۱۸۲۲ھ - ۱۸۳۰ھ - ۱۸۳۸ھ - ۱۸۴۶ھ - ۱۸۵۴ھ - ۱۸۶۲ھ - ۱۸۷۰ھ - ۱۸۷۸ھ - ۱۸۸۶ھ - ۱۸۹۴ھ - ۱۹۰۲ھ - ۱۹۱۰ھ - ۱۹۱۸ھ - ۱۹۲۶ھ - ۱۹۳۴ھ - ۱۹۴۲ھ - ۱۹۵۰ھ - ۱۹۵۸ھ - ۱۹۶۶ھ - ۱۹۷۴ھ - ۱۹۸۲ھ - ۱۹۹۰ھ - ۱۹۹۸ھ - ۲۰۰۶ھ - ۲۰۱۴ھ - ۲۰۲۲ھ - ۲۰۳۰ھ - ۲۰۳۸ھ - ۲۰۴۶ھ - ۲۰۵۴ھ - ۲۰۶۲ھ - ۲۰۷۰ھ - ۲۰۷۸ھ - ۲۰۸۶ھ - ۲۰۹۴ھ - ۲۱۰۲ھ - ۲۱۱۰ھ - ۲۱۱۸ھ - ۲۱۲۶ھ - ۲۱۳۴ھ - ۲۱۴۲ھ - ۲۱۵۰ھ - ۲۱۵۸ھ - ۲۱۶۶ھ - ۲۱۷۴ھ - ۲۱۸۲ھ - ۲۱۹۰ھ - ۲۱۹۸ھ - ۲۲۰۶ھ - ۲۲۱۴ھ - ۲۲۲۲ھ - ۲۲۳۰ھ - ۲۲۳۸ھ - ۲۲۴۶ھ - ۲۲۵۴ھ - ۲۲۶۲ھ - ۲۲۷۰ھ - ۲۲۷۸ھ - ۲۲۸۶ھ - ۲۲۹۴ھ - ۲۳۰۲ھ - ۲۳۱۰ھ - ۲۳۱۸ھ - ۲۳۲۶ھ - ۲۳۳۴ھ - ۲۳۴۲ھ - ۲۳۵۰ھ - ۲۳۵۸ھ - ۲۳۶۶ھ - ۲۳۷۴ھ - ۲۳۸۲ھ - ۲۳۹۰ھ - ۲۳۹۸ھ - ۲۴۰۶ھ - ۲۴۱۴ھ - ۲۴۲۲ھ - ۲۴۳۰ھ - ۲۴۳۸ھ - ۲۴۴۶ھ - ۲۴۵۴ھ - ۲۴۶۲ھ - ۲۴۷۰ھ - ۲۴۷۸ھ - ۲۴۸۶ھ - ۲۴۹۴ھ - ۲۵۰۲ھ - ۲۵۱۰ھ - ۲۵۱۸ھ - ۲۵۲۶ھ - ۲۵۳۴ھ - ۲۵۴۲ھ - ۲۵۵۰ھ - ۲۵۵۸ھ - ۲۵۶۶ھ - ۲۵۷۴ھ - ۲۵۸۲ھ - ۲۵۹۰ھ - ۲۵۹۸ھ - ۲۶۰۶ھ - ۲۶۱۴ھ - ۲۶۲۲ھ - ۲۶۳۰ھ - ۲۶۳۸ھ - ۲۶۴۶ھ - ۲۶۵۴ھ - ۲۶۶۲ھ - ۲۶۷۰ھ - ۲۶۷۸ھ - ۲۶۸۶ھ - ۲۶۹۴ھ - ۲۷۰۲ھ - ۲۷۱۰ھ - ۲۷۱۸ھ - ۲۷۲۶ھ - ۲۷۳۴ھ - ۲۷۴۲ھ - ۲۷۵۰ھ - ۲۷۵۸ھ - ۲۷۶۶ھ - ۲۷۷۴ھ - ۲۷۸۲ھ - ۲۷۹۰ھ - ۲۷۹۸ھ - ۲۸۰۶ھ - ۲۸۱۴ھ - ۲۸۲۲ھ - ۲۸۳۰ھ - ۲۸۳۸ھ - ۲۸۴۶ھ - ۲۸۵۴ھ - ۲۸۶۲ھ - ۲۸۷۰ھ - ۲۸۷۸ھ - ۲۸۸۶ھ - ۲۸۹۴ھ - ۲۹۰۲ھ - ۲۹۱۰ھ - ۲۹۱۸ھ - ۲۹۲۶ھ - ۲۹۳۴ھ - ۲۹۴۲ھ - ۲۹۵۰ھ - ۲۹۵۸ھ - ۲۹۶۶ھ - ۲۹۷۴ھ - ۲۹۸۲ھ - ۲۹۹۰ھ - ۲۹۹۸ھ - ۳۰۰۶ھ - ۳۰۱۴ھ - ۳۰۲۲ھ - ۳۰۳۰ھ - ۳۰۳۸ھ - ۳۰۴۶ھ - ۳۰۵۴ھ - ۳۰۶۲ھ - ۳۰۷۰ھ - ۳۰۷۸ھ - ۳۰۸۶ھ - ۳۰۹۴ھ - ۳۱۰۲ھ - ۳۱۱۰ھ - ۳۱۱۸ھ - ۳۱۲۶ھ - ۳۱۳۴ھ - ۳۱۴۲ھ - ۳۱۵۰ھ - ۳۱۵۸ھ - ۳۱۶۶ھ - ۳۱۷۴ھ - ۳۱۸۲ھ - ۳۱۹۰ھ - ۳۱۹۸ھ - ۳۲۰۶ھ - ۳۲۱۴ھ - ۳۲۲۲ھ - ۳۲۳۰ھ - ۳۲۳۸ھ - ۳۲۴۶ھ - ۳۲۵۴ھ - ۳۲۶۲ھ - ۳۲۷۰ھ - ۳۲۷۸ھ - ۳۲۸۶ھ - ۳۲۹۴ھ - ۳۳۰۲ھ - ۳۳۱۰ھ - ۳۳۱۸ھ - ۳۳۲۶ھ - ۳۳۳۴ھ - ۳۳۴۲ھ - ۳۳۵۰ھ - ۳۳۵۸ھ - ۳۳۶۶ھ - ۳۳۷۴ھ - ۳۳۸۲ھ - ۳۳۹۰ھ - ۳۳۹۸ھ - ۳۴۰۶ھ - ۳۴۱۴ھ - ۳۴۲۲ھ - ۳۴۳۰ھ - ۳۴۳۸ھ - ۳۴۴۶ھ - ۳۴۵۴ھ - ۳۴۶۲ھ - ۳۴۷۰ھ - ۳۴۷۸ھ - ۳۴۸۶ھ - ۳۴۹۴ھ - ۳۵۰۲ھ - ۳۵۱۰ھ - ۳۵۱۸ھ - ۳۵۲۶ھ - ۳۵۳۴ھ - ۳۵۴۲ھ - ۳۵۵۰ھ - ۳۵۵۸ھ - ۳۵۶۶ھ - ۳۵۷۴ھ - ۳۵۸۲ھ - ۳۵۹۰ھ - ۳۵۹۸ھ - ۳۶۰۶ھ - ۳۶۱۴ھ - ۳۶۲۲ھ - ۳۶۳۰ھ - ۳۶۳۸ھ - ۳۶۴۶ھ - ۳۶۵۴ھ - ۳۶۶۲ھ - ۳۶۷۰ھ - ۳۶۷۸ھ - ۳۶۸۶ھ - ۳۶۹۴ھ - ۳۷۰۲ھ - ۳۷۱۰ھ - ۳۷۱۸ھ - ۳۷۲۶ھ - ۳۷۳۴ھ - ۳۷۴۲ھ - ۳۷۵۰ھ - ۳۷۵۸ھ - ۳۷۶۶ھ - ۳۷۷۴ھ - ۳۷۸۲ھ - ۳۷۹۰ھ - ۳۷۹۸ھ - ۳۸۰۶ھ - ۳۸۱۴ھ - ۳۸۲۲ھ - ۳۸۳۰ھ - ۳۸۳۸ھ - ۳۸۴۶ھ - ۳۸۵۴ھ - ۳۸۶۲ھ - ۳۸۷۰ھ - ۳۸۷۸ھ - ۳۸۸۶ھ - ۳۸۹۴ھ - ۳۹۰۲ھ - ۳۹۱۰ھ - ۳۹۱۸ھ - ۳۹۲۶ھ - ۳۹۳۴ھ - ۳۹۴۲ھ - ۳۹۵۰ھ - ۳۹۵۸ھ - ۳۹۶۶ھ - ۳۹۷۴ھ - ۳۹۸۲ھ - ۳۹۹۰ھ - ۳۹۹۸ھ - ۴۰۰۶ھ - ۴۰۱۴ھ - ۴۰۲۲ھ - ۴۰۳۰ھ - ۴۰۳۸ھ - ۴۰۴۶ھ - ۴۰۵۴ھ - ۴۰۶۲ھ - ۴۰۷۰ھ - ۴۰۷۸ھ - ۴۰۸۶ھ - ۴۰۹۴ھ - ۴۱۰۲ھ - ۴۱۱۰ھ - ۴۱۱۸ھ - ۴۱۲۶ھ - ۴۱۳۴ھ - ۴۱۴۲ھ - ۴۱۵۰ھ - ۴۱۵۸ھ - ۴۱۶۶ھ - ۴۱۷۴ھ - ۴۱۸۲ھ - ۴۱۹۰ھ - ۴۱۹۸ھ - ۴۲۰۶ھ - ۴۲۱۴ھ - ۴۲۲۲ھ - ۴۲۳۰ھ - ۴۲۳۸ھ - ۴۲۴۶ھ - ۴۲۵۴ھ - ۴۲۶۲ھ - ۴۲۷۰ھ - ۴۲۷۸ھ - ۴۲۸۶ھ - ۴۲۹۴ھ - ۴۳۰۲ھ - ۴۳۱۰ھ - ۴۳۱۸ھ - ۴۳۲۶ھ - ۴۳۳۴ھ - ۴۳۴۲ھ - ۴۳۵۰ھ - ۴۳۵۸ھ - ۴۳۶۶ھ - ۴۳۷۴ھ - ۴۳۸۲ھ - ۴۳۹۰ھ - ۴۳۹۸ھ - ۴۴۰۶ھ - ۴۴۱۴ھ - ۴۴۲۲ھ - ۴۴۳۰ھ - ۴۴۳۸ھ - ۴۴۴۶ھ - ۴۴۵۴ھ - ۴۴۶۲ھ - ۴۴۷۰ھ - ۴۴۷۸ھ - ۴۴۸۶ھ - ۴۴۹۴ھ - ۴۵۰۲ھ - ۴۵۱۰ھ - ۴۵۱۸ھ - ۴۵۲۶ھ - ۴۵۳۴ھ - ۴۵۴۲ھ - ۴۵۵۰ھ - ۴۵۵۸ھ - ۴۵۶۶ھ - ۴۵۷۴ھ - ۴۵۸۲ھ - ۴۵۹۰ھ - ۴۵۹۸ھ - ۴۶۰۶ھ - ۴۶۱۴ھ - ۴۶۲۲ھ - ۴۶۳۰ھ - ۴۶۳۸ھ - ۴۶۴۶ھ - ۴۶۵۴ھ - ۴۶۶۲ھ - ۴۶۷۰ھ - ۴۶۷۸ھ - ۴۶۸۶ھ - ۴۶۹۴ھ - ۴۷۰۲ھ - ۴۷۱۰ھ - ۴۷۱۸ھ - ۴۷۲۶ھ - ۴۷۳۴ھ - ۴۷۴۲ھ - ۴۷۵۰ھ - ۴۷۵۸ھ - ۴۷۶۶ھ - ۴۷۷۴ھ - ۴۷۸۲ھ - ۴۷۹۰ھ - ۴۷۹۸ھ - ۴۸۰۶ھ - ۴۸۱۴ھ - ۴۸۲۲ھ - ۴۸۳۰ھ - ۴۸۳۸ھ - ۴۸۴۶ھ - ۴۸۵۴ھ - ۴۸۶۲ھ - ۴۸۷۰ھ - ۴۸۷۸ھ - ۴۸۸۶ھ - ۴۸۹۴ھ - ۴۹۰۲ھ - ۴۹۱۰ھ - ۴۹۱۸ھ - ۴۹۲۶ھ - ۴۹۳۴ھ - ۴۹۴۲ھ - ۴۹۵۰ھ - ۴۹۵۸ھ - ۴۹۶۶ھ - ۴۹۷۴ھ - ۴۹۸۲ھ - ۴۹۹۰ھ - ۴۹۹۸ھ - ۵۰۰۶ھ - ۵۰۱۴ھ - ۵۰۲۲ھ - ۵۰۳۰ھ - ۵۰۳۸ھ - ۵۰۴۶ھ - ۵۰۵۴ھ - ۵۰۶۲ھ - ۵۰۷۰ھ - ۵۰۷۸ھ - ۵۰۸۶ھ - ۵۰۹۴ھ - ۵۱۰۲ھ - ۵۱۱۰ھ - ۵۱۱۸ھ - ۵۱۲۶ھ - ۵۱۳۴ھ - ۵۱۴۲ھ - ۵۱۵۰ھ - ۵۱۵۸ھ - ۵۱۶۶ھ - ۵۱۷۴ھ - ۵۱۸۲ھ - ۵۱۹۰ھ - ۵۱۹۸ھ - ۵۲۰۶ھ - ۵۲۱۴ھ - ۵۲۲۲ھ - ۵۲۳۰ھ - ۵۲۳۸ھ - ۵۲۴۶ھ - ۵۲۵۴ھ - ۵۲۶۲ھ - ۵۲۷۰ھ - ۵۲۷۸ھ - ۵۲۸۶ھ - ۵۲۹۴ھ - ۵۳۰۲ھ - ۵۳۱۰ھ - ۵۳۱۸ھ - ۵۳۲۶ھ - ۵۳۳۴ھ - ۵۳۴۲ھ - ۵۳۵۰ھ - ۵۳۵۸ھ - ۵۳۶۶ھ - ۵۳۷۴ھ - ۵۳۸۲ھ - ۵۳۹۰ھ - ۵۳۹۸ھ - ۵۴۰۶ھ - ۵۴۱۴ھ - ۵۴۲۲ھ - ۵۴۳۰ھ - ۵۴۳۸ھ - ۵۴۴۶ھ - ۵۴۵۴ھ - ۵۴۶۲ھ - ۵۴۷۰ھ - ۵۴۷۸ھ - ۵۴۸۶ھ - ۵۴۹۴ھ - ۵۵۰۲ھ - ۵۵۱۰ھ - ۵۵۱۸ھ - ۵۵۲۶ھ - ۵۵۳۴ھ - ۵۵۴۲ھ - ۵۵۵۰ھ - ۵۵۵۸ھ - ۵۵۶۶ھ - ۵۵۷۴ھ - ۵۵۸۲ھ - ۵۵۹۰ھ - ۵۵۹۸ھ - ۵۶۰۶ھ - ۵۶۱۴ھ - ۵۶۲۲ھ - ۵۶۳۰ھ - ۵۶۳۸ھ - ۵۶۴۶ھ - ۵۶۵۴ھ - ۵۶۶۲ھ - ۵۶۷۰ھ - ۵۶۷۸ھ - ۵۶۸۶ھ - ۵۶۹۴ھ - ۵۷۰۲ھ - ۵۷۱۰ھ - ۵۷۱۸ھ - ۵۷۲۶ھ - ۵۷۳۴ھ - ۵۷۴۲ھ - ۵۷۵۰ھ - ۵۷۵۸ھ - ۵۷۶۶ھ - ۵۷۷۴ھ - ۵۷۸۲ھ - ۵۷۹۰ھ - ۵۷۹۸ھ - ۵۸۰۶ھ - ۵۸۱۴ھ - ۵۸۲۲ھ - ۵۸۳۰ھ - ۵۸۳۸ھ - ۵۸۴۶ھ - ۵۸۵۴ھ - ۵۸۶۲ھ - ۵۸۷۰ھ - ۵۸۷۸ھ - ۵۸۸۶ھ - ۵۸۹۴ھ - ۵۹۰۲ھ - ۵۹۱۰ھ - ۵۹۱۸ھ - ۵۹۲۶ھ - ۵۹۳۴ھ - ۵۹۴۲ھ - ۵۹۵۰ھ - ۵۹۵۸ھ - ۵۹۶۶ھ - ۵۹۷۴ھ - ۵۹۸۲ھ - ۵۹۹۰ھ - ۵۹۹۸ھ - ۶۰۰۶ھ - ۶۰۱۴ھ - ۶۰۲۲ھ - ۶۰۳۰ھ - ۶۰۳۸ھ - ۶۰۴۶ھ - ۶۰۵۴ھ - ۶۰۶۲ھ - ۶۰۷۰ھ - ۶۰۷۸ھ - ۶۰۸۶ھ - ۶۰۹۴ھ - ۶۱۰۲ھ - ۶۱۱۰ھ - ۶۱۱۸ھ - ۶۱۲۶ھ - ۶۱۳۴ھ - ۶۱۴۲ھ - ۶۱۵۰ھ - ۶۱۵۸ھ - ۶۱۶۶ھ - ۶۱۷۴ھ - ۶۱۸۲ھ - ۶۱۹۰ھ - ۶۱۹۸ھ - ۶۲۰۶ھ - ۶۲۱۴ھ - ۶۲۲۲ھ - ۶۲۳۰ھ - ۶۲۳۸ھ - ۶۲۴۶ھ - ۶۲۵۴ھ - ۶۲۶۲ھ - ۶۲۷۰ھ - ۶۲۷۸ھ - ۶۲۸۶ھ - ۶۲۹۴ھ - ۶۳۰۲ھ - ۶۳۱۰ھ - ۶۳۱۸ھ - ۶۳۲۶ھ - ۶۳۳۴ھ - ۶۳۴۲ھ - ۶۳۵۰ھ - ۶۳۵۸ھ - ۶۳۶۶ھ - ۶۳۷۴ھ - ۶۳۸۲ھ - ۶۳۹۰ھ - ۶۳۹۸ھ - ۶۴۰۶ھ - ۶۴۱۴ھ - ۶۴۲۲ھ - ۶۴۳۰ھ - ۶۴۳۸ھ - ۶۴۴۶ھ - ۶۴۵۴ھ - ۶۴۶۲ھ - ۶۴۷۰ھ - ۶۴۷۸ھ - ۶۴۸۶ھ - ۶۴۹۴ھ - ۶۵۰۲ھ - ۶۵۱۰ھ - ۶۵۱۸ھ - ۶۵۲۶ھ - ۶۵۳۴ھ - ۶۵۴۲ھ - ۶۵۵۰ھ - ۶۵۵۸ھ - ۶۵۶۶ھ - ۶۵۷۴ھ - ۶۵۸۲ھ - ۶۵۹۰ھ - ۶۵۹۸ھ - ۶۶۰۶ھ - ۶۶۱۴ھ - ۶۶۲۲ھ - ۶۶۳۰ھ - ۶۶۳۸ھ - ۶۶۴۶ھ - ۶۶۵۴ھ - ۶۶۶۲ھ - ۶۶۷۰ھ - ۶۶۷۸ھ - ۶۶۸۶ھ - ۶۶۹۴ھ - ۶۷۰۲ھ - ۶۷۱۰ھ - ۶۷۱۸ھ - ۶۷۲۶ھ - ۶۷۳۴ھ - ۶۷۴۲ھ - ۶۷۵۰ھ - ۶۷۵۸ھ - ۶۷۶۶ھ - ۶۷۷۴ھ - ۶۷۸۲ھ - ۶۷۹۰ھ - ۶۷۹۸ھ - ۶۸۰۶ھ - ۶۸۱۴ھ - ۶۸۲۲ھ - ۶۸۳۰ھ - ۶۸۳۸ھ - ۶۸۴۶ھ - ۶۸۵۴ھ - ۶۸۶۲ھ - ۶۸۷۰ھ - ۶۸۷۸ھ - ۶۸۸۶ھ - ۶۸۹۴ھ - ۶۹۰۲ھ - ۶۹۱۰ھ - ۶۹۱۸ھ - ۶۹۲۶ھ - ۶۹۳۴ھ - ۶۹۴۲ھ - ۶۹۵۰ھ - ۶۹۵۸ھ - ۶۹۶۶ھ - ۶۹۷۴ھ - ۶۹۸۲ھ - ۶۹۹۰ھ - ۶۹۹۸ھ - ۷۰۰۶ھ - ۷۰۱۴ھ - ۷۰۲۲ھ - ۷۰۳۰ھ - ۷۰۳۸ھ - ۷۰۴۶ھ - ۷۰۵۴ھ - ۷۰۶۲ھ - ۷۰۷۰ھ - ۷۰۷۸ھ - ۷۰۸۶ھ - ۷۰۹۴ھ - ۷۱۰۲ھ - ۷۱۱۰ھ - ۷۱۱۸ھ - ۷۱۲۶ھ - ۷۱۳۴ھ - ۷۱۴۲ھ - ۷۱۵۰ھ - ۷۱۵۸ھ - ۷۱۶۶ھ - ۷۱۷۴ھ - ۷۱۸۲ھ - ۷۱۹۰ھ - ۷۱۹۸ھ - ۷۲۰۶ھ - ۷۲۱۴ھ - ۷۲۲۲ھ - ۷۲۳۰ھ - ۷۲۳۸ھ - ۷۲۴۶ھ - ۷۲۵۴ھ - ۷۲۶۲ھ - ۷۲۷۰ھ - ۷۲۷۸ھ - ۷۲۸۶ھ - ۷۲۹۴ھ - ۷۳۰۲ھ - ۷۳۱۰ھ - ۷۳۱۸ھ - ۷۳۲۶ھ - ۷۳۳۴ھ - ۷۳۴۲ھ - ۷۳۵۰ھ - ۷۳۵۸ھ - ۷۳۶۶ھ - ۷۳۷۴ھ - ۷۳۸۲ھ - ۷۳۹۰ھ - ۷۳۹۸ھ - ۷۴۰۶ھ - ۷۴۱۴ھ - ۷۴۲۲ھ - ۷۴۳۰ھ - ۷۴۳۸ھ - ۷۴۴۶ھ - ۷۴۵۴ھ - ۷۴۶۲ھ - ۷۴۷۰ھ - ۷۴۷۸ھ - ۷۴۸۶ھ - ۷۴۹۴ھ - ۷۵۰۲ھ - ۷۵۱۰ھ - ۷۵۱۸ھ - ۷۵۲۶ھ - ۷۵۳۴ھ - ۷۵۴۲ھ - ۷۵۵۰ھ - ۷۵۵۸ھ - ۷۵۶۶ھ - ۷۵۷۴ھ - ۷۵۸۲ھ - ۷۵۹۰ھ - ۷۵۹۸ھ - ۷۶۰۶ھ - ۷۶۱۴ھ - ۷۶۲۲ھ - ۷۶۳۰ھ - ۷۶۳۸ھ - ۷۶۴۶ھ - ۷۶۵۴ھ - ۷۶۶۲ھ - ۷۶۷۰ھ - ۷۶۷۸ھ - ۷۶۸۶ھ - ۷۶۹۴ھ - ۷۷۰۲ھ - ۷۷۱۰ھ - ۷۷۱۸ھ - ۷۷۲۶ھ - ۷۷۳۴ھ - ۷۷۴۲ھ - ۷۷۵۰ھ - ۷۷۵۸ھ - ۷۷۶۶ھ - ۷۷۷۴ھ - ۷۷۸۲ھ - ۷۷۹۰ھ - ۷۷۹۸ھ - ۷۸۰۶ھ - ۷۸۱۴ھ - ۷۸۲۲ھ - ۷۸۳۰ھ - ۷۸۳۸ھ - ۷۸۴۶ھ - ۷۸۵۴ھ - ۷۸۶۲ھ - ۷۸۷۰ھ - ۷۸۷۸ھ - ۷۸۸۶ھ - ۷۸۹۴ھ - ۷۹۰۲ھ - ۷۹۱۰ھ - ۷۹۱۸ھ - ۷۹۲۶ھ - ۷۹۳۴ھ - ۷۹۴۲ھ - ۷۹۵۰ھ - ۷۹۵۸ھ - ۷۹۶۶ھ - ۷۹۷۴ھ - ۷۹۸۲ھ - ۷۹۹۰ھ - ۷۹۹۸ھ - ۸۰۰۶ھ - ۸۰۱۴ھ - ۸۰۲۲ھ - ۸۰۳۰ھ - ۸۰۳۸ھ - ۸۰۴۶ھ - ۸۰۵۴ھ - ۸۰۶۲ھ - ۸۰۷۰ھ - ۸۰۷۸ھ - ۸۰۸۶ھ - ۸۰۹۴ھ - ۸۱۰۲ھ - ۸۱۱۰ھ - ۸۱۱۸ھ - ۸۱۲۶ھ - ۸۱۳۴ھ - ۸۱۴۲ھ - ۸۱۵۰ھ - ۸۱۵۸ھ - ۸۱۶۶ھ - ۸۱۷۴ھ - ۸۱۸۲ھ - ۸۱۹۰ھ - ۸۱۹۸ھ - ۸۲۰۶ھ - ۸۲۱۴ھ - ۸۲۲۲ھ - ۸۲۳۰ھ - ۸۲۳۸ھ - ۸۲۴۶ھ - ۸۲۵۴ھ - ۸۲۶۲ھ - ۸۲۷۰ھ - ۸۲۷۸ھ - ۸۲۸۶ھ - ۸۲۹۴ھ - ۸۳۰۲ھ - ۸۳۱۰ھ - ۸۳۱۸ھ - ۸۳۲۶ھ - ۸۳۳۴ھ - ۸۳۴۲ھ - ۸۳۵۰ھ - ۸۳۵۸ھ - ۸۳۶۶ھ - ۸۳۷۴ھ - ۸۳۸۲ھ - ۸۳۹۰ھ - ۸۳۹۸ھ - ۸۴۰۶ھ - ۸۴۱۴ھ - ۸۴۲۲ھ - ۸۴۳۰ھ - ۸۴۳۸ھ - ۸۴۴۶ھ - ۸۴۵۴ھ - ۸۴۶۲ھ - ۸۴۷۰ھ - ۸۴۷۸ھ - ۸۴۸۶ھ - ۸۴۹۴ھ - ۸۵۰۲ھ - ۸۵۱۰ھ - ۸۵۱۸ھ - ۸۵۲۶ھ - ۸۵۳۴ھ - ۸۵۴۲ھ - ۸۵۵۰ھ - ۸۵۵۸ھ - ۸۵۶۶ھ - ۸۵۷۴ھ - ۸۵۸۲ھ - ۸۵۹۰ھ - ۸۵۹۸ھ - ۸۶۰۶ھ - ۸۶۱۴ھ - ۸۶۲۲ھ - ۸۶۳۰ھ - ۸۶۳۸ھ - ۸۶۴۶ھ - ۸۶۵۴ھ - ۸۶۶۲ھ - ۸۶۷۰ھ - ۸۶۷۸ھ - ۸۶۸۶ھ - ۸۶۹۴ھ - ۸۷۰۲ھ - ۸۷۱۰ھ - ۸۷۱۸ھ - ۸۷۲۶ھ - ۸۷۳۴ھ - ۸۷۴۲ھ - ۸۷۵۰ھ - ۸۷۵۸ھ - ۸۷۶۶ھ - ۸۷۷۴ھ - ۸۷۸۲ھ - ۸۷۹۰ھ - ۸۷۹۸ھ - ۸۸۰۶ھ - ۸۸۱۴ھ - ۸۸۲۲ھ - ۸۸۳۰ھ - ۸۸۳۸ھ - ۸۸۴۶ھ - ۸۸۵۴ھ - ۸۸۶۲ھ - ۸۸۷۰ھ - ۸۸۷۸ھ - ۸۸۸۶ھ - ۸۸۹۴ھ - ۸۹۰۲ھ - ۸۹۱۰ھ - ۸۹۱۸ھ - ۸۹۲۶ھ - ۸۹۳۴ھ - ۸۹۴۲ھ - ۸۹۵۰ھ - ۸۹۵۸ھ - ۸۹۶۶ھ - ۸۹۷۴ھ - ۸۹۸۲ھ - ۸۹۹۰ھ - ۸۹۹۸ھ - ۹۰۰۶ھ - ۹۰۱۴ھ - ۹۰۲۲ھ - ۹۰۳۰ھ - ۹۰۳۸ھ - ۹۰۴۶ھ - ۹۰۵۴ھ - ۹۰۶۲ھ - ۹۰۷۰ھ - ۹۰۷۸ھ - ۹۰۸۶ھ - ۹۰۹۴ھ - ۹۱۰۲ھ - ۹۱۱۰ھ - ۹۱۱۸ھ - ۹۱۲۶ھ - ۹۱۳۴ھ - ۹۱۴۲ھ - ۹۱۵۰ھ - ۹۱۵۸ھ - ۹۱۶۶ھ - ۹۱۷۴ھ - ۹۱۸۲ھ - ۹۱۹۰ھ - ۹۱۹۸ھ - ۹۲۰۶ھ - ۹۲۱۴ھ - ۹۲۲۲ھ - ۹۲۳۰ھ - ۹۲۳۸ھ - ۹۲۴۶ھ - ۹۲۵۴ھ - ۹۲۶۲ھ - ۹۲۷۰ھ - ۹۲۷۸ھ - ۹۲۸۶ھ - ۹۲۹۴ھ - ۹۳۰۲ھ - ۹۳۱۰ھ - ۹۳۱۸ھ - ۹۳۲۶ھ - ۹۳۳۴ھ - ۹۳۴۲ھ - ۹۳۵۰ھ - ۹۳۵۸ھ - ۹۳۶۶ھ - ۹۳۷۴ھ - ۹۳۸۲ھ - ۹۳۹۰ھ - ۹۳۹۸ھ - ۹۴۰۶ھ - ۹۴۱۴ھ - ۹۴۲۲ھ - ۹۴۳۰ھ - ۹۴۳۸ھ - ۹۴۴۶ھ - ۹۴۵۴ھ - ۹۴۶۲ھ - ۹۴۷۰ھ - ۹۴۷۸ھ - ۹۴۸۶ھ - ۹۴۹۴ھ - ۹۵۰۲ھ - ۹۵۱۰ھ - ۹۵۱۸ھ - ۹۵۲۶ھ - ۹۵۳۴ھ - ۹۵۴۲ھ - ۹۵۵۰ھ - ۹۵۵۸ھ - ۹۵۶۶ھ - ۹۵۷۴ھ - ۹۵۸۲ھ - ۹۵۹۰ھ - ۹۵۹۸ھ - ۹۶۰۶ھ - ۹

زبان اور محاورہ کی نگرانی سعید بن عاص کے سپرد کی تھی، عمر فاروقؓ کے عہد میں کئی برس گورنر شام امیر معاویہ کی صحبت میں رہ کر آئین جہاں بانی کی تربیت حاصل کی تھی، ان کی شرافت، یت اور سخاوت دیکھ کر عثمان غنیؓ نے اپنی لڑکی ام عمرو کا ان سے عقد کر دیا اور ۲۹ھ میں ولید بن عقبہ لک کے گئے تو ان کی جگہ سعید کو کوذ کا گورنر مقرر کیا گیا، گورنر ہو کر انہوں نے کئی اہم فتوحات حاصل کیں اور دور رس مالی اصلاحات نافذ کیں لیکن مخالف پارٹیوں نے ان کو مجننہ لینے دیا اور الزامات و اتہامات کا نشانہ بنا کر تین چار سال بعد زبردستی ان کو کوذ سے نکال دیا، باصلاحیت آدمی تو تھے، ہی چند سال بعد جب امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو ان کی پھر مانگ ہوئی اور عرصہ تک گورنری کے عہدہ پر فائز رہے۔

یہ صحیح ہے کہ یہ تینوں رشتہ دار جن کا اوپر ذکر ہوا نو مسلم اور نسبتہ کم عمر تھے لیکن یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اعتراض کیا جاتا کیونکہ خود رسول اللہؐ نو عمروں اور نو مسلموں کو عہدے دیا کرتے تھے اور ان کو پرانے صحابہ کالیڈر، کمانڈر اور امام بناتے تھے، یہی حال ابو بکر صدیقؓ اور ان کے جانشین عمر فاروقؓ کا بھی تھا، یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

(۱) رسول اللہؐ نے ۶ھ میں فتح مکہ کے بعد ایک اموی جوان عتاب بن اسید (بروزن حمید) کو جن کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہ تھی، مکہ کا گورنر مقرر کیا۔
(۲) رسول اللہؐ نے خالد بن ولید کو جو ۱۰ھ میں سلمان ہوئے تھے فوجوں کی قیادت عطا کی اور سینئر صحابہ کالیڈر اور امام بنایا۔

(۳) رسول اللہؐ نے اموی جوان عمرو بن عاص کو جو نو مسلم تھے ایک فوج کا کمانڈر مقرر کیا اور سن ۱۵ھ میں یزیدؓ نے صحابہ پران کو قائد اور امام مقرر کیا۔

(۴) رسول اللہؐ نے اپنے مولیٰ اسامہ بن زید کو جن کی عمر اٹھارہ بیس سال سے زیادہ نہ تھی شرقِ اُردن کی ہم کا کمانڈر انجیف مقرر کیا اور صف اول کے صحابہ جیسے

ابوبکر صدیق، عمر فاروق، طلحہ، اور زبیرؓ کو ان کی قیادت میں لڑنے کا حکم دیا۔
 (۱) ابوبکر صدیق نے خالد بن ولید کی کمان میں باغیوں کے خلاف ایک فوج بھیجی
 جس میں بہت سے بدری اور اُحدی صحابی موجود تھے اور خالد ان سب کے لیڈر اور
 امام تھے۔

(۲) ابوبکر صدیق نے ابو جہل کے نو مسلم اور نسبتاً کم عمر لڑکے عکرمہ کی قیادت میں
 باغیوں کی سرکوبی کو ایک فوج بھیجی، اس میں بھی بہت سے صحابی موجود تھے۔
 (۳) ابوبکر صدیق نے نو مسلم اموی جوان یزید بن ابی سفیان کو بدری اور
 اُحدی صحابہ کا کمانڈر بنا کر شام کے مورچہ پر بھیجا۔

(۴) ابوبکر صدیق نے خادم رسول اللہؐ انس بن مالک کو بحرین میں زکوٰۃ کلکٹر
 مقرر کیا حالانکہ ان کی عمر اکیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

(۱) عمر فاروقؓ نے نو مسلم اموی جوان معاویہ بن ابی سفیان کو شام کی افواج
 کا سپہ سالار مقرر کیا جس میں سینئر صحابہ کی کافی بڑی تعداد تھی۔

(۲) عمر فاروقؓ نے چونتیس سالہ سعد بن ابی وقاص کو ایک بڑی فوج کا کمانڈر مقرر
 بنایا جس میں بہت سے سن رسیدہ اور ممتاز بدری نیز اُحدی صحابہ موجود تھے۔

(۳) عمر فاروقؓ نے ابوسفیان کے دوسرے نو مسلم اور نو عمر لڑکے عبیدہ کو قبائل
 کنانہ میں زکوٰۃ کلکٹر مقرر کیا تھا۔

رسول اللہؐ اور شیخین عہدہ دیتے وقت کسی شخص کی عمر اور قدامت اسلام کا
 اتنا خیال نہیں کرتے تھے جتنا اس کی استعداد، صلاحیت اور سمجھ بوجھ کا۔

اس بحث کو ہم یہ بتا کر ختم کرتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے اپنے بعض رشتہ داروں کو
 کیوں عہدے دیئے اور اس سلسلہ میں ان کی دلیل کیا تھی، ان کی پہلی دلیل یہ تھی کہ وہ

لافکار گزار اور مستعد ہیں، ان کی دوسری دلیل یہ تھی کہ رسول اللہ نے بھی اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیئے تھے، مثلاً انہوں نے اپنے داماد اور چچا زاد بھائی علی بن ابی طالبؓ کو سلسلہ میں بن کا متولی اخماس اور قاضی بنا کر بھیجا تھا اور اسی سال اپنے خسر ابو سفیان بن حرب کو بخران اور ابو سفیان کے لڑکے یزید کو تیمار کا والی مقرر کیا تھا، پھر اوائل سلسلہ میں اپنے سالے ہاجر بن ابی امیہؓ کو صنعار کی گورنری، نفویض کی بھی، یہاں یہ بادیہ ساجی فائدہ سے خالی نہ ہو گا کہ عمر فاروقؓ نے اپنے بہنوئی صحابی قدامتہ بن مظعون کو بحرین کی گورنری عطا کی تھی بلکہ عثمان غنیؓ کی تیسری دلیل یہ تھی کہ چونکہ مدینہ، کوفہ اور شطاط میں میرے خلاف پارٹیاں بن گئی ہیں جو قول و فعل دونوں سے میری کاٹ کرتی ہیں اور مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہیں اور چونکہ میں بڑے صحابہ کے تعاون سے محروم ہو گیا ہوں میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ان مخالف پارٹیوں کے باہر سے اہم ترین عہدوں کے لئے ایسے افراد کا انتخاب کروں جن کی وفاداری پر سیرا خفا ہو اور جن پر میں اعتماد کر سکوں چنانچہ ان عہدوں کے لئے اپنے اقارب میں سے مجھے جو اہل نظر آیا اس کا میں نے انتخاب کر لیا۔

علی بن ابی طالبؓ عثمان غنیؓ کے سخت ترین ناقدوں میں سے تھے، عثمان غنیؓ کا اپنے بعض رشتہ داروں کو گورنری دینا خاص طور پر ان کو ناگوار تھا اور اس کا بہت چرچا کرتے تھے لیکن شاید قارئین یہ سن کر حیران ہوں کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اہم ترین سوبوں پر اپنے اقارب ہی کو گورنر مقرر کیا، مکہ پر قتیبہ بن عباس کو، یمن پر عبید اللہ بن عباس کو اور بصرہ پر عبید اللہ بن عباس کو۔

(۱۲) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے داماد مروان کو حمص افریقہ عطا کیا حالانکہ وہ مسلمانوں کا حق تھا۔

خمس افریقہ کا مشہور اور ہمارے خیال میں زیادہ مستند قصبہ یہ ہے کہ شہر میں عثمان غنیؓ کی ترغیب پر گورنر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے شمالی افریقہ (موجودہ تونس و الجیریا) پر جو بازنطینی حکومت کے ماتحت تھا فوج کشی کی، فوج میں ایک تازہ ڈویژن مدینہ کا تھا جس میں صحابہ کے علاوہ ان کے جوان لڑکوں کی بھی کافی تعداد تھی یہ ہم خاصہ متہموگئی اور کافی وقت کے بعد عذب فنیاب ہوئے، اس لڑائی میں عثمان غنیؓ کے داماد مردان بھی موجود تھے، مال غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار فوج نے آپس میں بانٹ لئے اور پانچواں حصہ حسب قاعدہ مرکز یعنی مدینہ کے لئے الگ کر دیا گیا۔

خمس میں پچیس لاکھ روپے (پانچ لاکھ دینار) کا سونا چاندی تھا، اس کے علاوہ سامان اور مویشی بھی تھے، سامان اور مویشیوں کا کئی ہزار سیل دور مدینہ بھیجنے میں دقت نظر آئی اس لئے اس کا نیلام کر دیا گیا جو مردان نے ایک لاکھ درہم یا پچاس ہزار روپے میں خرید لیا، اس رقم کا بیشتر حصہ انہوں نے نقد ادا کر دیا اور جو کسر رہ گئی اس کو مدینہ جا کر ادا کرنے کا وعدہ کر لیا، سپہ سالار نے خمس مردان کی تحویل میں دیا اور تاکید کی کہ جلد از جلد جا کر خلیفہ کو فتح کا مرزہ سنائیں اور کسر پوری کر کے خمس خزانہ میں جمع کر دیں، مدینہ کے باشندے اپنے لڑکوں اور عزیزوں کی طرف سے بڑے متفکر تھے، اور ان کی خیریت کے بے چینی سے منتظر، مردان نے آکر فتح اور خیریت کا مرزہ سنایا تو سارے شہر میں مسرت کی ہر دوڑ گئی، عثمان غنیؓ نے خوش ہو کر وہ رقم معاف کر دی جو مردان کے ذمہ رہ گئی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ مردان کی درخواست پر عثمان غنیؓ نے ایسا کیا تھا۔

آپ نے دیکھا بات کیا تھی اور مشہور کس طرح کی گئی، معاملہ شاید دس پندرہ ہزار باس سے بھی کم کا تھا لیکن پردہ پگنڈے نے اس کو یہ رنگ دیا کہ خلیفہ نے اپنے داماد کو خمس افریقہ عطا کیا ہے جو پچیس لاکھ روپے سے زیادہ پر مشتمل تھا۔

رہا یہ سوال کہ عثمان غنیؓ نے موہو بہ رقم اپنے پاس سے خزانہ میں داخل کیا نہیں تو ہم اس کا کوئی تحقیقی جواب نہیں دے سکتے البتہ اس بات کا غالب قریہ ہے کہ انہوں رقم ادا کر دی ہوگی کیونکہ اول تو مدینہ اور مدینہ کے باہر کے حکومت دشمن ماحول کا تقاضا کہ عثمان غنیؓ احتیاط سے کام لیتے اور اپنے مخالفوں اور نکتہ چینیوں کو ہر دہائیے بازی اور اشتعال انگیزی کا موقع نہ دیتے دوسرے وہ اتنے دولت مند اور فراخ دست تھے کہ ان کے لئے دس بیس ہزار روپے ادا کرنا مطلق دشوار نہ تھا، بوقت وفات ان کی دولت کا اندازہ علیٰ اقل التقدير بارہ لاکھ پچاس ہزار روپے اور علیٰ اکثر التقدير ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے کیا گیا ہے، اس کے علاوہ ان کے پاس ہزار اونٹ تھے، دس لاکھ کی جائیداد جو انہوں نے عزیز واقارب میں بانٹ دی تھی، دس ہزار روپے سے مسجد نبویؐ کی تعمیر کرائی اور صرف کثیرے دارالامارہ بنوایا، اس لئے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے موہو بہ رقم ضرور ادا کر دی ہوگی اور اگر مان لیا جائے کہ انہوں نے رقم ادا نہیں کی تب بھی ان کے اس فعل کو بدعت قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس نوع کی نظیر رسول اللہؐ اور شیخین کے عہد میں موجود تھیں، ہم یہاں صرف دو کا ذکر کرتے ہیں :- ابو بکر صدیقؓ نے نو عمر انس بن مالک کو بحرین کا زکوٰۃ کلکٹر مقرر کر کے بھیجا تھا وہ جب زکوٰۃ لے کر لوٹے تو ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہو چکا تھا اور عمر فاروقؓ خلیفہ تھے، وہ پہلے سے انس کے قدرداں تھے اور جب ابو بکر صدیقؓ نے ان کو بحرین بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تو عمر فاروقؓ نے اس کی تائید ان الفاظ میں کی تھی: "ابعدہ فانہ لبیب کا نسب" انس نے زکوٰۃ پیش کی جو اونٹوں اور دو ہزار روپے (چار ہزار درہم) پر مشتمل تھی، عمر فاروقؓ نے اونٹ لے لئے اور دو روپے انس کو ہبہ کر دیے۔

اسلام سے پہلے ابو بکر صدیقؓ کے بڑے صاحبزادے عبدالرحمن سلسلہ تجارت

شام گئے تو دمشق کے فتانی رئیس جودی کی حسین روکی ایلی کی جھلک دیکھ کر اس کی محبت میں گرفتار ہو گئے، شام سے لوٹے تو نیم بس تھے، ان کے دل کی بے کلی سجد بڑھ گئی اور شعر بن کر زبان پر آنے لگی، ان کی حالت دیکھ کر عزیز واقارب کو ترس آتا لیکن ایلی کا حصول کس کے بس کی بات تھا، عمر فاروق کے اولین ایام خلافت میں دمشق فتح ہوا اور جودی کی روکی ایلی قیدی بن کر غم میں آئی تو عمر فاروق نے اس کو عبدالرحمن کے حوالہ کر دیا۔ آخر میں ہم غمیں افریقہ کی بحث کو ایک مشہور مستزی ابو علی جیبائی کی رائے پر ختم کرتے ہیں: ان مادوی من دفعہ خمسہ افریقہ لما فتحت علی مروان فلیس بحفوظ ولا منقول علی وجه یحب قبولہ و انما یرویہ من یقصد التشیع۔

(۱۳) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے ان تین دامادوں کو خزانہ سے بچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا۔

(۱) مروان بن حکم شوہرام ابان بنت عثمان غنیؓ

(۲) مروان کے بھائی حارث بن حکم شوہر عائشہ بنت عثمان غنیؓ

(۳) سعید بن حاص گو رز کو ذرا ~~۲۴۸~~ شوہرام عمرو بنت عثمانؓ

قاضی مکہ حسین دیار بکری اس اعتراض کو الزام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے یہ رقم اپنے پاس سے لڑکیوں کے جہیز پر صرف کی تھی، وہ اتنے مالدار اور مردہ الحال تھے کہ ان کو سرکاری روپیہ لینے کی ضرورت نہ تھی۔

مستزی عالم ابو علی جیبائی نے بھی اس اعتراض کو غلط قرار دیا ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے اپنے تینوں ابووی دامادوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے (ایک ایک لاکھ بیس) عطا کئے تو یہ ان کا ذاتی روپیہ تھا اور یہ روایت صحیح نہیں کہ انہوں نے روپیہ خزانہ سے دیا اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے مزعومہ رقم واپس نہیں کی،

حاکم کے لئے وقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے کہ خزانہ سے وہ پیسے لے لے اور بعد میں لوٹائے جس طرح اس کو اس بات کا حق ہے کہ خزانہ سے دوسرے کو قرض دے دے۔

(۱۳) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے حارث بن حکم کو بازار مدینہ سے عیشیہ وصول کرنے کی اجازت دی یعنی حارث کو جو ان کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے اس بات کا اختیار دیا کہ جتنا سامان تجارت شہر میں آئے اس سے دسواں حصہ بطور ٹیکس وصول کر کے اپنی جیب میں رکھا کریں بالفاظ دیگر بازار سے ٹیکس وصول کرنے کا اجارہ دے دیا، قاضی دیار بکری اس اعتراض کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

إِنَّمَا جَعَلَ (عثمان) إِلَيْهِ (الحارث) سَوْقَ الْمَدِينَةِ لِيُرْعَى أَمْرًا مُنَاقِلَ
وَالْمَوَازِينَ فَتَسَلَّطَ يَوْمَئِذٍ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى بَاعَةِ النَّوَى وَاشْتَرَاهُ لِنَفْسِهِ
فَلَمَّا رَفَعَ ذَلِكَ إِلَى عُمَانَ أَنْكَرَ عَلَيْهِ وَعَزَلَهُ.

صحیح بات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے حارث کو بازار کا محتب بنایا تھا، ان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ بازار کے باٹوں، پیمانوں اور سکوؤں کی نگرانی کریں (اور تاجرانہ بدعنوانیاں نہ ہونے دیں) دو یا تین دن انہوں نے صرفوں کو مجبور کیا کہ سونا صرف ان کے ہاتھ بچیں اس کی شکایت عثمان غنیؓ سے کی گئی تو انہوں نے حارث کو بھٹکارا اور محتب کے منصب سے معزول کر دیا، مخالفوں نے پردہ پگینڈے کی مشین میں ڈال کر واقعہ کی شکل دہیئت بالکل بدل ڈالی۔

(۱۵) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے سرکاری روپے سے متولی خزانہ زید بن ثابت کو پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا۔

حقیقت کیا تھی اور مخالفوں نے مسخ کر کے اس کو کس صورت میں پیش کیا یہ معلوم کرنے کے لئے قاضی مکہ حسین دیار بکری کی تحقیق ملاحظہ ہو :-

شرح بیحیہ ابلاغہ ۱/۲۳۳ - تاریخ الخمیس ۲/۲۶۸ - ۵۳۱ - انساب ۵۱ - شراف ۲۸۶ -

”الصحيح أنه أمر بتفريق المال على أصحابه ففضل في بيت المال
 ألف درهم فأمر بأنفاقها فيما يراه يصلح للمسلمين فأنفقها زيد
 على عمارة مسجد النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما زاد عثمان
 في المسجد زيادة ١٠٠٠ عتبات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے زید بن ثابت کو ہدایت کی
 کہ لاہور کی اشغری گورنر بصرہ کے لائے ہوئے روپے کو مستحقین میں تقسیم کر دیں، تقسیم
 کے بعد پانچ سو روپے بچ گئے تو عثمان غنیؓ نے زید کو حکم دیا کہ ان کو مصالح عامہ کے کسی کام
 پر خرچ کر دیں، زید نے یہ رقم مسجد نبوی کی نوک ہلک درست کرنے پر صرف کر دی جس
 کی مال ہی میں توسیع و تجدید ہوئی تھی۔“

۶۶ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے چوتھے داماد عبد اللہ بن خالد بن اسید
 (بروزن حمید) کو سرکاری روپے سے ڈیڑھ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔
 عبد اللہ کو عثمان غنیؓ کی زد کی منسوب تھیں، قاضی مکہ دیار بکری کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے
 یہ رقم خزانہ سے قرض لے کر دی تھی اور بعد میں ادا کر دی تھی۔

وَأَمَّا مَا ذَكَرُوهُ مِنْ صَلَٰةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَالِدٍ بْنِ أَسِيدٍ بِثَلَاثَةِ
 الْفِ دَرَاهِمٍ فَإِنَّ أَهْلَ مَصْرٍ عَاتَبُوهُ عَلَى ذَلِكَ لِمَا حَاصِرُوهُ فَأَجَابَهُمْ بَابُهُ
 اسْتَقْرَضَ لَهُ ذَلِكَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَكَانَ يَحْتَسِبُ لِبَيْتِ الْمَالِ ذَلِكَ
 مِنْ مَالِ نَفْسِهِ حَتَّى وَفَاةً ۝

اس موصوع پر دوسری رپورٹ یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے مروان کو ساڑھے سات ہزار
 روپے اور عبد اللہ بن خالد بن اسید کو کچیس ہزار روپے خزانہ سے دلوائے تھے اس پر
 بڑے صحابہ (صحاب شوری) نے اعتراض کیا تو عثمان غنیؓ نے یہ دونوں رقمیں خزانہ میں جمع
 کر دیں گے

۱۴۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے بہت سی جاگیریں دیں۔

یہ اعتراض بے معنی اور محض پردہ پگندے بازی پر مبنی ہے کیونکہ رسول اللہؐ، ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ نے سب نے جاگیریں دی تھیں اور رسول اللہؐ نے سب سے زیادہ، یہاں ہم صرف چند کے ذکر پر اکتفا کریں گے، مجازہ و مجازہ سے نکلے ہوئے یہودیوں کی کئی بستیاں خالصہ ہو گئی تھیں یعنی بغیر جنگ کے حاصل ہوئی تھیں اور اس لئے کلینۃ رسول اللہؐ کے ملک میں آگئی تھیں، ان بستیوں سے رسول اللہؐ ضرور تمند افراد اور اپنے عزیز و اقارب کو جاگیریں دیا کرتے تھے، مثلاً یہ چار جاگیریں انہوں نے اپنے داماد علی حیدرؓ کو عطا کی تھیں :-

فقیر بن، برقیس اور شجرۃؓ اپنے خسر ابوبکر صدیقؓ کو، بنو نضیر اور خیبر کی مدنی سے ایک ایک جاگیر اور دوسرے خسر عمر فاروقؓ کو مدینہ کے باہر اور خیبر میں ایک ایک جاگیر دی تھی، دو جاگیریں زبیر بن عوامؓ کو عطا کی تھیں اور ایک عبد الرحمن بن عوفؓ کو بچے ہی نہیں رسول اللہؐ نے متعدد جاگیریں ایسے علاقوں میں بھی عطا کیں جو ہنوز فتح نہیں ہوئے تھے جیسے شام کا مقدس گاؤں بیت لحم جس کی فرمائش تیسم واری نے کی تھی۔

ابوبکر صدیقؓ نے اور لوگوں کے علاوہ ایک جاگیر اپنے داماد زبیر بن عوامؓ اور دوسری جاگیر دوسرے داماد طلحہ بن عبید اللہؓ کو عطا کی تھی۔

عمر فاروقؓ نے دیگر افراد کے علاوہ شیخ کا سر سبز نخلستان اپنے داماد علی بن ابی طالبؓ کو اور ایک جاگیر زبیر بن عوامؓ کو دی تھی۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے عثمان غنیؓ نے ان چھ افراد کو جاگیریں دیں: عثمان بن

۱۔ کتاب الاسوال ابو عبیدہ قاسم بن سلام ص ۲۷۷ و کتاب الامام شافعی ص ۲۶۹ و فتوح البلدان ص ۲۶۲

۲۔ فتوح البلدان ص ۲۷۷ و کتاب الاسوال ص ۲۷۷ و کتاب الخراج ص ۲۶۲

۳۔ فتوح البلدان ص ۲۷۷ و کتاب الامام ص ۲۶۹

ابی العاص ثقفی، ان کو بصرہ کے باہر اس مکان کے بدلہ میں جاگیر دی گئی جو عثمان غنیؓ نے سبزی میں ضم کر لیا تھا۔ (۲) عبداللہ بن مسعود (۳) عمار بن یاسر یا زبیر بن عوام (۴) جناب بن اُرت (۵) اسامہ بن زید یا سعد بن ابی وقاص، ان میں زبیر بن عوام کے علاوہ جو سمد علیؓ تھے عثمان غنیؓ کا کوئی رشتہ دار نہ تھا، ان صحابہ کو جاگیر دینے کی رپورٹ قارئین کو یاد رکھنا چاہیے، سلم نہیں ہے، کتاب الخراج بھی بن آدم قرشی کے رپورٹر کہتے ہیں کہ ان صحابہ کو عثمان غنیؓ نے نہیں عرفانہ دیا، انہوں نے جاگیریں دی تھیں، قرآن سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

۱۸۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے متعدد صحابہ کو جلا وطن کیا۔

ان میں ابوذر غفاری اور اشتر نخعی کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے، ان دونوں کا تعلق حکومت دشمن پارٹیوں سے تھا، اشتر نخعی کو ذہ پارٹی کے ایک سربراہ اور وہ لیدر تھے عثمان غنیؓ نیز ان کے گورنروں کے خلاف اشتعال پھیلا یا کرتے تھے، ابوذر علیؓ جیل کے خاص آدمی تھے، ابو بکر صدیقؓ کا انتخاب ہوا اور اس سے بگڑ کر علی حیدر جب بی بی فاطمہؓ کے ساتھ راتوں کو مہاجرین و انصار کے گھر جا کر اپنے استحقاقِ خلافت اور بیعت کے لئے ہم چلا رہے تھے تو جن چند مہاجر صحابہ نے ان کی عملی بیعت کر لی تھی، ان میں ابوذر اور عمار بن یاسر سب سے زیادہ ممتاز ہیں، یہ دونوں علی حیدر کی خلافت کے لئے جہاد تک کرنے کو تیار تھے، اس وقت سے ان کی وفاداری کلیتہً اہل بیت کے ساتھ وابستہ ہو گئی تھی، عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو ان کی کاٹ اور ان کے حکام پر نکتہ چینی اور ان کے خلاف اشتعال انگیزی ان کا مقصد بن گئی، قاضی دیار بکری! کان ابوذر، یتجاسر علی عثمان و مجیبہ بالكلام الخش و یفسد علیہ و یشیر الفتنہ و کان یؤدی ذلک التجاسر الی ذہاب ہیبتہ و تغلیل حرم منہ۔

۱۔ ہم اہل بلدان ۲۶۶/۲۶۵/۲۶۴۔ بحار ابن حبیب بغدادی ص ۹۔ ۲۔ کتاب تاریخ مصر ص ۴۰۔

۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۶۹/۲۔ اس سلسلہ میں مزید دیکھئے تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸۔

ابو ذر اور اشتر غنی دونوں کی سرگرمیوں کا مختصر ذکر ہم خطہ ۳ اور ۴ کے مقدمہ میں کر چکے ہیں، زیادہ تفصیل کے لئے قارئین شہر نج البلاغہ، فتوح ابن اعمش کوئی، تاریخ یعقوبی اور تاریخ الامم طبری کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، یہاں ہمیں یہ بتانا ہے کہ عثمان غنیؓ نے ابو ذر یا چند دوسرے افراد کو جلا وطنی کی جو سزا دی وہ جائز اور مناسب تھی، کوئی حکومت باغیانہ سرگرمیوں پر خاموش نہیں بیٹھا کرتی اور نہ ایسے کرتوتوں پر چشم پوشی کرتی ہے جن سے امن عامہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو یا جو معاشرہ کا اخلاقی مزاج بگاڑتی ہوں، اسی طرح کسی حاکم سے یہ توقع کرنا بھی بجا ہے کہ شوریدہ سراور امانیت یا عصبيت سے سرشار افراد بر ملا اس کی توہین کریں اور اس کے ساتھ گستاخی سے پیش آئیں اور وہ ان کو سزا نہ دے، رسول اللہؐ نے وجیہ قریش حکم بن عاص کو ایک بے ہودگی پر جس کا تعلق حکومت یا مفاد عامہ سے نہ تھا بلکہ خود ان کی ذات سے تھا جلا وطن کر دیا تھا، عمر فاروقؓ معمولی ہجو پر قید کر دیتے تھے، مدینہ میں ایک حسینہ بن حجاج تھا، اس کی صورت اور زلفوں نے بہت سی عورتوں کو مسحور کر لیا تھا حتیٰ کہ رات میں اس کی محبت کا ترانہ ایک عورت کی زبان سے سنا گیا، عمر فاروقؓ نے اس کی زلفیں کٹوا دیں اور جب اس سے بھی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو اس کو بصرہ جلا وطن کر دیا وہاں بھی اس کے حسن کا جادو نہ رکا تو اس کو فارس بھیج دیا گیا، ایک عرب قرآن کے مشکل اور متشابہ آیات کی تفسیر پوچھنے بصرہ سے مدینہ آیا اور صحابہ کا ہچکا کرنے لگا، عمر فاروقؓ نے اس کے دُرسے لگوائے، اس کو قید میں ڈالا، اس کی تنخواہ بند کر دی اور اس کا سوشل بائیکاٹ کرادیا۔

۱۹۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو مارا۔

ابو ذر غفاری کی طرح عمار بن یاسر بھی علی حیدر کے خاص آدمی تھے، علی حیدر کی حمایت اور عثمان غنیؓ کی مخالفت میں ان کا رول کیت اور کیفیت دونوں میں ابو ذر غفاری سے زیادہ تھا کیونکہ اول تو ابو ذر عثمان غنیؓ سے کچھ سال پہلے وفات پا گئے اور دوسرے انہوں نے

عثمان غنی کی خلافت کا بیشتر حصہ شام میں گذرا اور اگرچہ وہاں حکومت دشمن سرگرمیوں میں لگے رہے تاہم مرکز خلافت ایک عرصہ تک ان کی اشتعال انگیزیوں سے محفوظ رہا، اس کے برعکس آثار بن یاسر برابہ مدینہ میں اقامت پذیر تھے اور عثمان غنی کے جیتے جی اور مرنے کے بعد بھی ان کی مذمت کرتے رہے، آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ عثمان غنی کا انتخاب ہوا تو انہوں نے گرجہ کو کہا تھا، بخدا اگر مجھے چند رضا کار مل جائیں تو میں عثمان کا انتخاب کرنے والوں سے جہاد کروں انہوں نے عثمان غنی کو اسلام تک سے خارج کر دیا تھا اور ان کو کافر کہتے تھے، اگر کبھی عثمان غنی سے بات کرتے تو ابو عبد اللہ کہہ کر، امیر المومنین کہہ کر کبھی خطاب نہ کرتے تھے، عثمان غنی ان کی طرف بڑھتے لیکن وہ کھینچتے اور پیچھے ہٹتے، تاہم قلب کی ایک دو مثالیں خطِ بنبرہ میں بیان کی جا چکی ہیں، ایک خبر یہ بھی ہے کہ عثمان غنی نے عمار بن یاسر کو ایک جاگیر دی تھی، بہر حال عمار بن یاسر کے دل میں عثمان غنی کی طرف سے سجدہ و رست تھی اور وہ کبھی عثمان غنی کے رو برو لیکن اکثر پس پشت پسٹ لیں طعن کیا کرتے تھے، عثمان غنی کا عمار کو خود مارنا ثابت نہیں ہے بعض پورٹ اس کے منکر ہیں اور بعض اس کی توثیق کرتے ہیں، توثیق کرنے والوں کا بیان ہے کہ عمار بن یاسر بمقداد بن عمرو، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام اور دوسرے صحابہ نے جن میں اکثریت علی حیدر کے حامیوں کی تھی عثمان غنی کی مزعومہ بدعنوانیوں کی ایک فہرست مرتب کی اور طے کیا کہ اس کو عثمان غنی کے سامنے پیش کریں اور اگر وہ ان کو دور کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں تو مفعول یا قتل کر دیں، تحریر میں اس دھمکی کی تصریح کر دی گئی تھی، عمار بن یاسر تحریر لے کر عثمان غنی کے دیوان خانے گئے عثمان غنی نے اس کا کچھ حصہ پڑھا اور غصہ ہو کر تحریر پھینک دی، اس کے بعد دونوں میں نا ملائم گفتگو ہوئی، عثمان غنی نے نوکر دلوں کو آواز دی اور کہا کہ عمار کو مارو، انہوں نے حکم کی تعمیل کی، خود عثمان غنی نے بھی لاتیں ماریں، عمار بے ہوش ہو گئے۔

منکر بن سہرا کے مطابق مزعومہ بدعنوانیوں کے بارہ میں گفتگو کرنے سعد بن ابی وقاص اور عمار بن یاسر عثمان غنی کی کوٹھی پر آئے، عثمان غنی اس وقت سرکاری کاموں میں مصروف تھے،

انہوں نے دربان سے کہلا بھیجا کہ آج کل میں بہت مصروف ہوں تاہم انہوں نے ملاقات کے لئے ایک دن اور وقت مقرر کر دیا، سعد چلے گئے لیکن عمار ڈٹے رہے اور دربان سے کہا: کہہ دو کہ میں اسی وقت ملنا چاہتا ہوں، دربان نے یہ اٹنی میٹم پہنچا دیا، عثمان غنیؓ نے پھر کہلا بھیجا کہ میں اس وقت بہت مصروف ہوں، عمار نے برہم ہو کر کہا، کہہ دو مجھے اسی وقت ملنا ہے، انہوں نے کچھ ایسے توہین آمیز کلمے زبان سے نکالے کہ دربان کو غصہ آگیا اور اس نے عمار کو پیشا، عثمان غنیؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے دربان کو ڈانٹا ڈپٹایا۔

قارئین یہ نہ سمجھیں کہ یہ واقعہ اُس وقت کی عرب معیشت میں کوئی سنگین یا غیر معمولی سانحہ تھا، عرب سلمان مزدور ہو گئے تھے لیکن ان کی نظرت نہیں بدلی تھی، ان کی بہت سی عاداتیں محسوسات اور سوچنے کے طریقے اب بھی ویسے ہی تھے جیسے اسلام سے پہلے صحابہ میں باہمی اختلاف بھی ہوتا تھا، رد و قدح بھی، ترش باتیں بھی، ان باتوں کی تفصیلات محفوظ نہیں رکھی گئیں اور جن کتابوں میں ان کے تذکرے تھے ان کی طرٹ سے ایسی بے سوچائی برتی گئی کہ وہ ضائع ہو گئیں اور جو نسخ گئیں وہ ہنوز رد و پوش ہیں، جیسے واقعہ کی کتاب اشوری یا کتاب السقیفہ، قاضی مکہ زبیر بن جبار کی مؤلفیات یا انسب قریشی و اخبار ہایا احمد بن عبد العزیز جوہری کی زیادات کتاب السقیفہ، تاہم ان کتابوں کے جو اقتباسات دوسری اداس وقت موجود مؤلفات میں نقل کر لئے گئے تھے ان سے یہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ فرشتہ تھے نہ معصوم عن الخطا ہستیاں جیسا کہ بعد میں ان کو سپیں کیا گیا بلکہ انسان تھے، خطا و عصبوب سے مرکب اور بڑی حد تک اپنے روایتی ماحول اور مخصوص فطرت کے تابع، اگر یہ صحیح ہے کہ عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو پٹوایا یا خود پیٹا تب بھی اس پر اعتراض کرنا اور اس کو فرد جرم قرار دے کر ان کے خلاف پیش کرنا درست نہیں کیونکہ عمار کا طرز عمل ان کے اور ان کے خاندان کے ساتھ، ان کی خلاف ورزی اور اہم عہدے کے ساتھ بے حد مناسب تھا، ایک حاکم اپنی اور

اپنے عزیزوں کی توہین، تنقیص، دل آزاری اور اپنے اعمال کی غلط تفسیر و تفسیر کہاں تک برداشت کر سکتا ہے، معتزلی عالم ابو علی جُبائی: یہ ثابت نہیں کہ عثمان غنیؓ نے عمار کو مارا تھا اور اگر ثابت بھی ہو جائے کہ انہوں نے عمار کو اس سنگین قول (تکفیر) کی وجہ سے مارا تب بھی اُن پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حاکم کو خطا کاروں کی تادیب کا حق ہے۔ اِن ضرب عمار غیر ثابت و لو ثبت اَنَّهُ ضَرَبَ لِلْقَوْلِ الْعَظِيمِ الَّذِي كَانَ يَقُولُهُ لَمْ يَجِبْ اَنْ يَكُونَ طَعْنَا عَلَيْهِ لِاَنْ لَّا مَعَامَ تَأْدِيبٍ مِنْ يَسْتَحِقُّ التَّأْدِيبَ لِهٖ

عمر فاروقؓ کے درے سے کون ناواقف ہے، دسیوں جگہ ہم ان کی تاریخ میں پڑھتے ہیں: وعلاء بالدراسة، صحابہ کو وہ ڈلنٹے، بڑا بھلا کہتے اور مارا بھی کرتے، قاضی مکہ دیار بکری: عمر فاروقؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے سر پر کوڑا مارا جب ان کی آبد پر سعد بطور احترام کھڑے نہ ہوئے اور کہا: تم نے منصب خلافت کا احترام نہیں کیا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو بتا دوں کہ منصب خلافت بھی تمہارا احترام نہیں کرتا۔ خوب عمر سعد بن ابی وقاصؓ بالدراسة حلی رأسہ حین لم یقوله وقال: اِنَّكَ لَمُتَّهِبُ الْخِلَافَةِ فَارَدْتَ اَنْ تَقْرَأَ اَنْ الْخِلَافَةَ لَا تَهَابُكُ: اسی طرح عمر فاروقؓ نے صحابی اُبی بن کعب کو مارا جب ان کو دیکھا کہ وہ آگے آگے چل رہے ہیں اور باقی لوگ ان کے پیچھے پیچھے، اُبی کے سر پر درہ مار کر عمر فاروقؓ نے کہا: یہ پیچھے چلنے والوں کی توہین ہے اور آگے چلنے والے کی تمکنت اور سبک سری کا موجب۔ وکذا لَمْ يَضْرِبْ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ حِينَ رَأَاهُ يَمْشِي وَخَلْفَهُ قَوْمٌ فَعَلَاهُ بِالْدراسة وَقَالَ اِنْ هَذَا امْدَلَةٌ لِلتَّابِعِ وَقِنَةٌ لِّلْمُتَّبِعِ: سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں دوسری روایت یہ ہے کہ عمر فاروقؓ اہل مدینہ میں غم کا روپیہ بانٹ رہے تھے کہ سعد آئے اور بھیر کو چیرتے پھاڑتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں عمر فاروقؓ تھے، اس فعل کو عمر فاروقؓ نے بے ادبی پر محمول کیا اور درہ سے ان کی خبر لی اور کہا: تم لوگوں کو چیرتے پھاڑتے گھس پڑے اور سلطان اللہ

خلیفہ کی حرمت کا تم نے کچھ خیال نہیں کیا، میں تم کو سنانا چاہتا ہوں کہ بے ادبی خلیفہ و سلطان ابھی تک ہلا خیل نہیں کر سکتا۔
۲۰۔ ایک اعتراف یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے صحابی عبداللہ بن مسعود کو مارا۔

یہ اعتراف بے بنیاد ہے، حق بات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے ان کو مسجد سے نکالنے کا حکم دیا تھا، ایک شخص نے ان کو اٹھایا اور مسجد کے دروازہ پر لاپتھا جس سے ان کی ہڈیوں میں جوش آئی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک یاد دہلیاں ٹوٹ گئیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے کوفہ میں نگران خزانہ اور معلم قرآن کے فرائض انجام دے رہے تھے، سٹہ یا سٹہ کی بات ہے کہ گورنر ولید بن عقبہ نے کسی ضرورت کے لئے خزانہ سے روپیہ قرض لیا اور ابن مسعود سے وعدہ کیا کہ ایک مقررہ وقت پر واپس کر دیں گے لیکن بعض مجہولوں کے باعث اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے، ابن مسعود بگڑ گئے اور فوری داپسی کا مطالبہ کیا، ولید نے عثمان غنیؓ کو صورت حال سے مطلع کیا اور استدعا کی کہ ابن مسعود سے کہہ دیجئے کہ مجھے پریشان نہ کریں، روپیہ آنے پر ادا کر دیا جائے گا، عثمان غنیؓ نے ابن مسعود کو لکھ بھیجا کہ روپیہ کے لئے گورنر سے تقاضہ نہ کیا جائے، ابن مسعود نے طیش میں آ کر خزانہ کی کنپیاں پھینک دیں اور اس کی نگرانی سے استفادے دیا، اب تک انہوں نے کوفہ کی حکومت دشمن سرگرمیوں میں کوئی عملی حصہ نہ لیا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد وہ بھی عثمان غنیؓ، ولید اور ان کی حکومت کے مخالف ہو گئے، اپنے شاگردوں کے سامنے جن کا طبقہ کافی وسیع تھا عثمان غنیؓ پر نقد کرتے اور جمعہ کے دن تقریر میں بھی خلیفہ پر طنز و تقریبض کیا کرتے، گورنر ولید نے ان باتوں پر کئی بار احتجاج کیا لیکن ابن مسعود رکھنے کی بجائے اور زیادہ جڑھ گئے، اس زمانہ میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جس نے ابن مسعود کے جذبات کو بے حد مشتعل کر دیا، بڑے شہروں میں صحابہ درس قرآن دیا کرتے تھے، تدریس کا کام حافظ سے ہوتا تھا یا ان چند پورے یا ادھورے نسخوں سے جو بعض صحابہ نے قرآن کے بنائے

تھے، صحابہ کی یادداشت اور کوشش حفظ ایک پایہ کی نہ تھی، اس لئے کسی کو قرآن صحیح یاد تھا کسی کو غلط صحابہ کے ماخذ بھی مختلف تھے، کسی نے براہ راست رسول اللہ سے قرآن سیکھا تھا کسی نے رسول اللہ کے شاگردوں سے، اسی طرح کسی نے رسول اللہ سے متعدد سورتیں پڑھی تھیں اور کسی نے صرف ایک، آدمی یا تہائی و علیٰ ہذا، غرض قرآن کی مکتوب اصل نہ ہونے سے قرآن کے الفاظ و قرات میں کافی فرق پیدا ہو گیا تھا، کبھی ایسا ہوتا کہ جس کو قرآن کا کوئی صحیح لفظ یاد نہ رہتا تو وہ اس کے ہم معنی یا ہم آہنگ دوسرا لفظ اپنا دیتا اور حافظہ کی کمزوری کے زیر اثر یا کسی دوسرے نفسیاتی دباؤ میں آکر کسی آیت کے ساتھ نئے جملے یا فقرے بڑھا دیتا تھا، قرات میں صرفی و نحوی اختلاف بھی ظاہر ہوا، کسی نے ثنائی مجرد فعل پڑھا، کسی نے ثلاثی مزید، کسی نے اسم فاعل پڑھا، کسی نے صفت مشبہ، کسی نے غفورٌ رحیم، کسی نے رؤفٌ کریم، مختصر یہ کہ اختلاف قرات بڑے پیمانے پر پھیلا ہوا تھا، مدینہ، مکہ، صنعاء، بصرہ، کوفہ، حمص، دمشق، فسطاط اور دوسرے صدر مقاموں کی قراتیں سب ایک دوسرے سے مختلف تھیں، ان مقاموں کے عرب جب کسی ایک مورچہ پر جنگ کے لئے جاتے اور ایک کیمپ میں فروکش ہوتے اور قرآن پڑھتے تو سب کی قراتیں الگ الگ ہوتیں، ہر قرات والا اپنی قرات کو درست و مستند سمجھتا اور دوسری قراتوں کو غلط قرار دیتا، معاملہ یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ مختلف قرات والے ایک دوسرے کو کافر اور ملحد کہنے لگے، بعض فوجی کمانڈروں نے عثمان غنی کو لام پر جانے والے عربوں کے اس قرائتی فتنہ سے مطلع کیا اور کہا کہ اس کی روک تھام کیجئے ورنہ ہزاروں قرآن بن جائیں گے اور عربی وحدت ہمیشہ کے لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، اس وقت قرآن کا ایک نسخہ جو ابو بکر صدیق کے عہد میں جمع ہوا تھا مدینہ میں موجود تھا لیکن یہ نہ تو مرتب تھا نہ مکمل اور نہ صحیح، عثمان غنی نے قرآن کی ترتیب، فصیح اور تکمیل ایک قرآن کمیشن کے سرکردہ کی، جب یہ کام ہو گیا تو انہوں نے قرآن کے متعدد نسخے تیار

کرائے اور ہر صدر مقام کو ایک نسخہ بھیج دیا اور فرمان جاری کیا کہ اس نسخہ کے علاوہ جتنے نسخے ہوں جلا دیئے جائیں یا تلف کر دیئے جائیں، ابن مسعود کے پاس اپنا ایک نسخہ تھا جس کو انہوں نے خود مرتب کیا تھا اور جس کی مدد سے وہ درس دیا کرتے تھے، اس نسخہ سے اُن کو بڑا لگاؤ تھا، وہ اس پر ناز کرتے اور کہتے کہ میرا قرآن سب سے زیادہ مستند ہے کیونکہ میں نے اس کی ستر سورتیں رسول اللہ کے سامنے پڑھ کر ان کی تصحیح و توثیق کرائی تھی، عثمان غنیؓ کے نسخہ میں ایک سو تیرہ سورتیں تھیں لیکن ابن مسعود کے نسخہ میں ایک سو دس تھیں سورہ فاتحہ اور موعودین کو وہ قرآن میں داخل نہیں کرتے تھے، اس اہم فرق کے علاوہ الفاظ کا بھی فرق تھا اور ترتیب سور بھی عثمان غنیؓ کے نسخہ سے مختلف تھی۔

گورنر کوفہ ولید بن عقیقہ ابن مسعود سے ملے اور کہا کہ اب آپ سرکاری نسخہ کے مطابق درس دیا کیجئے، خلیفہ کا حکم ہے کہ دوسرے سارے مجموعے ضائع کر دیئے جائیں، آپ اپنا نسخہ میرے حوالہ کر دیجئے تاکہ میں اس کو جلا دوں، ابن مسعود یہ باتیں سن کر بے حد ناراض ہوئے اور اپنا نسخہ دے یا سرکاری نسخہ کے مطابق قرآن پڑھانے سے انکار کر دیا، خزانہ سے قرض کے معاملہ میں عثمان غنیؓ سے پرہیز تھے یہاں اب قرآن کے معاملہ میں اور زیادہ غصہ ہو گئے اور اپنے شاگردوں اور معتقدین کے سامنے جن میں بہت سے بارہو لوگ اور قبائلی سردار شامل تھے، عثمان غنیؓ کی مذمت پہلے سے زیادہ شدید کرنے لگے، کوفہ کی فضا خراب تو تھی ہی، ایک پُرانے اور با اثر صحابی کی زبان طعن کھل جانے سے اور زیادہ مکدر ہو گئی، ولید نے عثمان غنیؓ سے ابن مسعود کی شکایت کی تو انہوں نے لکھا کہ ان کو مدینہ بھیج دو، وہاں ہی کے بعد ابن مسعود پہلا جمعہ پڑھنے سجد آئے تو عثمان غنیؓ نے نالام الفاظ میں ان کے آنے کا اعلان کیا، جواب میں ابن مسعود نے سخت اور طر آئیز کلمات استعماں کئے، عثمان غنیؓ نے ملازم سے کہا کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دے، ابن مسعود بست قد اور منحنی سے آ دی تھے، ملازم ان کو اٹھا کر لے گیا اور مسجد

کے دروازہ پر جا کر شیخ دیا جس سے ان کی سبلی میں چوٹ آئی یا توٹ گئی مہیا کہ بعض رپورٹروں کا بیان ہے آیہ ہے اس اعتراض کی حقیقت کہ عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن مسعود کو مارا تھا، ابن مسعود بیمار ہوئے تو عثمان غنیؓ ان کی عیادت کو گئے اور منانے کی کوشش کی لیکن ابن مسعود کا غبارِ خاطر کم نہ ہوا حتیٰ کہ انہوں نے مرتے وقت وصیت کر دی کہ عثمان غنیؓ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائیں۔

۲۱۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے سرکاری نسخہ کے علاوہ قرآن کے سارے مجموعے صنائع کرا دیئے، اس سلسلہ میں خاص طور پر عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب کے مجموعوں کا نام لیا جاتا ہے۔

قرآن کے غیر سرکاری نسخوں کے صنائع کرانے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ہر استاد، ہر شہر، ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے الگ الگ قرآن بن جاتے نیز اصلی و نقلی قرآن میں امتیاز کرنا ناممکن ہو جاتا، رہا یہ اعتراض کہ ابن مسعود اور ابی بن کعب کے مجموعے تلف کرا دیئے گئے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ حبیب بن عقیوبی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے: ابن مسعود نے اپنا نسخہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور ابی بن کعب کے بارے میں ابن ندیم کی تصریح ہے کہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ان کے خاندان میں منتقل ہوتا ہوا عباسی دور میں دیکھا گیا تھا۔

آخر میں ہم عثمان غنیؓ کے دو ہمنصروں کی جن کا تعلق مخالف پارٹیوں سے نہ تھا اعتراضات کے بارے میں رائے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد خود عثمان غنیؓ کی تقریر کا ایک اقتباس مکتبہ کر کے اس بحث کو ختم کر دیں گے۔

عبد اللہ بن زبیر:-

عثمان غنیؓ کے معتز ضمیمین کی ایک جماعت مجھ سے ملی اور ان پر نکتہ چینی کرنے لگی،

المعتمد علیہ البلاغۃ ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۸۔ مکتبہ خزانۃ الیثین ۱۳۴۱ھ فہرست ابن ندیم ص ۵۷۔

میں نے ان کو ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کی سیرت پر گفتگو کی اور ان کے ایسے اعمال کا ذکر کیا جن پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا لیکن انہی اعمال کے لئے عثمان غنیؓ پر نکتہ چینی کی گئی میری دلیلوں سے وہ ایسے لاجواب ہوئے جیسے انگوٹھا چوسنے والے بچےؑ۔

عبداللہ بن عمرؓ:

عثمان غنیؓ کے ایسے کاموں پر نکتہ چینی کی گئی جو عمر فاروقؓ نے کئے ہوتے تو کوئی اعتراض نہ کرتا۔
عثمان غنیؓ:-

”بھدا تم لوگ ایسی باتوں پر مجھے لعن طعن کرتے ہو جو ابن خطاب (عمر فاروقؓ) کے زمانہ میں تم نے بخوشی قبول کر لی تھیں، بات یہ ہے کہ انہوں نے تم کو بیرون سے روک دیا تھا، ہاتھ سے مارا اور زبان سے تمہاری خبر لی، اس لئے خواہ و نا خواہ تم ان کے مطیع بنے رہے، میں نے نرمی برتی، مردت سے کام لیا نہ ہاتھ اٹھایا نہ زبان چلائی اس لئے تمہاری جرات بڑھ گئی اور تم گستاخ ہو گئے۔“

خوشید احمد فاروق

۱۰ جولائی ۱۹۶۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطوط

محرم ۳۵ھ میں عثمان غنیؓ نے خلافت کا چارج لیا، اب سے دس گیارہ سال پہلے کے مقابلہ میں جب عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تھے عربوں کا سیاہی و معاشی افق بہت بدل گیا تھا اُس وقت وہ غریب تھے، اُن کی قوی آمدنی بہت کم تھی اور ان کی فوجیں عرب-عراق اور عرب-شام سرحد سے آگے نہیں بڑھی تھیں، عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو ایک کافی بڑی حکومت مصر، شام، عراق، اِجال، فارس، سجستان اور کرمان کے وسیع علاقوں پر مشتمل ان کے قبضہ میں آچکی تھی، انہوں نے مفتوحہ ممالک میں اپنی چھاؤنیاں بنالی تھیں اور ماتحت اقوام سے مقررہ خراج اور جزیہ وصول کر رہے تھے، اُن کی تنخواہیں اور راشن مقرر ہو گئے تھے اور ان کی ایک بڑی تعداد دو ڈھائی ہزار روپے سالانہ تک کے مزید وظائف بھی پا رہی تھی جو عمر فاروقؓ نے ابتدائی سرکوں میں شریک ہونے والوں کے لئے مقرر کئے تھے، اسی طرح مدینہ کا ہر آزاد فرد، بچے سے لے کر بوڑھے تک تنخواہیں، غلہ کاراشن اور سالانہ وظائف لے رہا تھا، اس کے علاوہ تجارت کا وسیع میدان کھل گیا تھا، مدینہ کے متعدد اکابر قریش تجارت، جائیداد اور زراعت کی آمدنی سے خوب مالدار ہوتے جا رہے تھے، دولت و فرصت پاک عربوں میں مدہ خاندانی رقابتیں اور نسلی تعصبات جو فوجی سرگرمیوں، مشترکہ خطروں اور فقر و افلاس کے نیچے دب گئے تھے، ابھر سر اٹھانے لگے۔

عثمان غنیؓ کے ایکشن سے مدینہ میں ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی، یہ تو آپ جانتے

ہی ہیں کہ انتقال سے پہلے عمر فاروق نے چھ اکابر صحابہ نامزد کئے تھے جن میں سے اکثریت رائے کے ساتھ کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنا تھا، عثمان غنی کا انتخاب ہوا تو باقی پانچ اکابر میں سے تین کو ان کا خلیفہ ہونا ناگوار گذرا۔ علی حیدر، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام ان میں سے ہر ایک خود کو خلافت کا اہل اور حقدار سمجھتا تھا، تینوں رسول اللہ کے عزیز اور مقرب تھے، مدینہ میں چار سیاسی پارٹیاں ہو گئیں، ایک حکومت یا عثمان غنی کی پارٹی، جس میں بنو امیہ کی اکثریت تھی، دوسری علی حیدر کی پارٹی، تیسری طلحہ بن عبید اللہ کی اور چوتھی زبیر بن عوام کی، آخری تین پارٹیوں نے حکومت کے خلاف محاذ بنایا اور خلیفہ اور ان کی کارروائیوں پر نقد کرنے لگیں، حج کے زمانہ میں جب سارے اسلامی قلمرو کے مسلمان مکہ میں جمع ہوتے تو ہر پارٹی ان کے سامنے حکومت کی مذمت کرتی اور اپنے اپنے امیدواروں کی منقبت بیان کرتی، چند سال کے اندر اندر تمام بڑے شہروں اور صدر مقاموں میں ان پارٹیوں کے حامی اور حکومت کے مخالف پیدا ہو گئے، عثمان غنی کے بہت سے خطوط کو سمجھتے کے لئے اس پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

ہمارے بعض مورخ کہتے ہیں کہ خلیفہ ہو کر عثمان غنی نے چار عام فرمان لکھے، جن میں سے ایک گورنروں کے نام تھا، دوسرا سالارانِ فوج کے نام، تیسرا خراجِ افسروں کے نام اور چوتھا عام مسلمانوں کے نام۔

۱۔ گورنروں کے نام

واضح ہو کہ خدا نے حکامِ اعلیٰ کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ رعایا کی دیکھ بھال کریں اور اس بات کی تاکید نہیں کی کہ رعایا سے ٹکیس وصول کریں، مسلمانوں کے اولین حاکم رعایا کے خادم تھے، محصل ٹکیس نہ تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حکام اعلیٰ خدمتِ رعایا کے صحیح منصب سے ہٹ کر ٹکیس و خراج وصول کرنے کی تگ و دو

تفصیلات کے لئے، کیجئے عثمان غنی کا تعارف اور ان پر اعتراضات کا جائزہ۔

میں لگ جائیں گے، اگر ایسا ہوا تو حیا، ایمان داری اور نیکو عہد سب رخصت ہو جائیں گے، یاد رکھئے سب سے زیادہ صحیح طرز عمل یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مفاد اور معاملات سے دلچسپی لیں، اسلام کے دیئے ہوئے حقوق سے اُن کو بہرہ ور کریں اور اسلام کے جو حقوق ان پر ہیں وہ اُن سے وصول کریں مسلمانوں کے بعد ذمیوں کے معاملات و مفاد سے آپ کو دلچسپی یعنی چاہیئے، آپ کے ذمے اُن کے جو حقوق ہیں وہ ان کو دیجئے اور اُن کے ذمے آپ کے جو حقوق ہیں وہ ان سے لیجئے، ذمیوں کے بعد دشمنوں سے آپ کا طرز عمل درست ہونا چاہیئے، ایمان داری اور وفائے عہد کے ذریعہ اُن پر فتح حاصل کیجئے۔

۲۔ سرحدی کمانڈروں کے نام

” واضح ہو کہ آپ مسلمانوں کے نگہبان و محافظ ہیں، عمر بننے آپ کے لئے جو ضابطہ سیرت مقرر کیا تھا اس سے ہم واقف ہیں بلکہ ہمارے مشورہ ہی سے اس کو مقرر کیا گیا تھا، خیال رکھئے کہ آپ کی کسی بد عنوانی کی شکایت میرے پاس نہ آئے اگر ایسا ہوا تو آپ کا منصب چھن جائے گا اور آپ سے بہتر لوگوں کو آپ کی جگہ مقرر کیا جائے گا، اپنی سیرت پر نظر احتساب رکھئے مجھ پر بحیثیت خلیفہ جو ذمہ داریاں ہیں میں ان کو ضرور انجام دوں گا۔“

۳۔ خراج افسروں کے نام

” واضح ہو کہ خدا نے مخلوق کو حق و انصاف کے ساتھ پیدا کیا ہے اس لئے وہ بس حق و انصاف ہی قبول کر سکتا ہے لہذا جب آپ خراج وصول کریں تو حق و انصاف سے کام لیں اور جب دوسروں کے حقوق ادا کریں تو حق و انصاف سے ادا کریں امیری طرف سے دیانند داری کی سخت تاکید ہے، اس پر ثبات قدمی

سے قائم رہیے، ایسا نہ ہو کہ دیانت کا دامن سب سے پہلے آپ ہی کے ہاتھ سے چھوٹے اور اگلی نسلوں کے بددیانتوں میں آپ کو بھی شریک کیا جائے امانت و دیانت کے ساتھ ضروری ہے کہ آپ اپنے عہد و پیمان پر بھی قائم رہیں کسی یتیم کا حق نہ ماریے اور نہ کسی معاہدے کے ساتھ زیادتی کیجئے کیونکہ ان کے ساتھ زیادتی کرنے والے سے خدا مواخذہ کر لے گا۔

۴۔ عام مسلمانوں کے نام

دفع ہو کہ آپ نے جو کامیابی اور سر بلندی حاصل کی ہے وہ اقتدار اور اتباع کے ذریعہ حاصل کی ہے، خیال رکھئے کہ دنیا کی محبت میں پڑ کر آپ صحیح راستہ سے بھٹک نہ جائیں، مجھے اس بات کے پورے آثار نظر آ رہے ہیں کہ آپ جب نعمتوں سے خوب بہرہ ور ہو چکیں گے، جب کینزروں سے آپ کی اولاد بالغ ہو جائے گی اور بددعویوں اور غیر عربوں میں قرآن خوانی عام ہو جائے گی تو آپ اندازہ و اتباع کو چھوڑ کر اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لینے لگیں گے، رسول اللہ نے فرمایا ہے الکفر فی العجمۃ غیر عربوں کی کجی میں جب کوئی بات نہیں آتی ہے تو وہ اجتہاد و رائے سے کام لینے لگتے ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ پورا خطیا اس کا بیشتر حصہ جلی ہے، اس میں اجتہاد کی مخالفت کی گئی ہے حالانکہ رسول اللہ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنیؓ اور علیؓ جید و سب اجتہاد سے کام لیتے تھے، آثار و تاریخ کی پُرانی اور نئی مطبوعہ عربی کتابوں سے پوری طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیشتر معاملات میں خلفائے راشدین رسول اللہ یا ایک دوسرے کے اتباع و اقتدار کی جگہ شخصی اجتہاد سے کام لیتے تھے اور مصالح وقت... کو پیش نظر رکھ کر

تہ تاریخ الامم والملوک ابو جعفر ابن جریر طبری، پہلا مصری ایڈیشن ۴۴۱ - ۵۵۱ اصل میں الجمعہ ہے

مدنی آیات کے احکام تک نظر اند کر دیتے تھے، اگرچہ پچھلے تینوں خطوں کی طرح اس خط کے راویوں کے بھی نام نہیں لے گئے اور قالوا کے بہم صیغہ پر التثنا کیا گیا ہے تاہم ہامانیا ہے کہ اس کا تعلق کوفہ کے شبی اسکول سے ہے، امام شعبی (متوفی سنہ ۱۸۰ھ) کے بارے میں شہور ہے کہ وہ فارسی محدثوں اور فقیہوں سے نفرت کرتے تھے اور اجتہاد کے بھی مخالف تھے۔

۵۔ ولید بن عقبہ کے نام

ولید بن عقبہ عثمان غنیؓ کے سوتیلے بھائی تھے، عمر فاروقؓ نے ان کو یسویہ پوٹا میہ میں افسر خراج مقرر کیا تھا، ابوبکر صدیقؓ اور رسول اللہؐ کے عہد میں بھی وہ زکوٰۃ کلکٹر رہ چکے تھے۔ سنہ ۲۷ھ میں عثمان غنیؓ نے ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، کوفہ کی وسیع عملداری میں آذربائیجان کا صوبہ بھی شامل تھا جو آج کل روس کے قبضہ میں ہے۔ یہ بحر کیسپین کے جنوب مغربی ساحل پر پھیلا ہوا تھا اور مغرب میں اس کی حد ارمینیہ سے ملتی تھی جو باز نطینی حکومت کا ایک صوبہ تھا اور آج کل روس کی ایک ریاست ہے، عمر فاروقؓ کے آخر دور خلافت یعنی سنہ ۲۳ھ میں کوفہ کی ایک فوج نے آذربائیجان پر چڑھائی کی تھی چونکہ یہ پہاڑی اور دشوار علاقہ تھا عرب اس کو باقاعدہ فتح نہ کر سکے، ان کی ٹرکٹازی سے گھبرا کر یہاں کے دیسوں نے تقریباً چار لاکھ روپے سالانہ خراج منظور کر لیا، سال ڈیڑھ سال بعد جب عمر فاروقؓ کا انتقال ہوا تو انہوں نے مقررہ رقم دینے سے انکار کر دیا اور حکومت کوفہ کے نائندوں کو ملک سے نکال دیا، ولید بن عقبہ گورنر مقرر ہو کر آئے تو انہوں نے کوفہ کا ماحول افراتاق انگیز پایا، عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کے خلاف ایک تحریک وجود میں آ چکی تھی، بہت سے لوگ خود ان کے تقرر سے ناخوش تھے، ولید نے احتیاط، رواداری اور فراخ دلی سے حکومت کی اور سب کو خوش رکھنے کی کوشش کی، عوام تو ایک حد تک ان سے مطمئن رہے لیکن بہت مذہبی و قبائلی اکابر نے ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ کی سیاسی

لے دیکھئے میرا معنون بنو ان عمر فاروق کا اجتہاد مطبوعہ ثقافت لاہور، جولائی ۱۹۶۱ء۔

پارٹیوں کے ایجنٹ اپنا کام کر رہے تھے، دوسری طرف فرصت و شکم سیری اپنا تعزیری پارٹ ادا کر رہی تھی، ولید نے اہل کوفہ اور بالخصوص مذہبی و قبائلی اکلایہ کو خوش کرنے کی ایک کوشش کی، آذربائیجان کا خراج بند ہونے سے کوفہ کے خزانہ کو چار لاکھ روپے کا خسارہ ہو رہا تھا، ولید نے سوچا اگر میں یہ خراج بحال کر دوں یا آذربائیجان کو فتح کر لوں تو سب لوگ خوش ہو جائیں گے اور میری قدر کریں گے، انہوں نے آذربائیجان پر چڑھائی کر دی، منصوبہ یہ تھا کہ آذربائیجان فتح کر کے اس سے ملحق صوبہ آرمینیا بھی فتح کر لیں گے آذربائیجان میں حسب سابق مشکلات پیش آئیں اور بزور قوت اس پر قبضہ نہ ہو سکا عربوں کی ترک تازی سے بچنے کے لئے وہاں کے رئیسوں نے خراج کی سابقہ رقم پھر دینا منظور کر لی، آذربائیجان سے فارغ ہو کر ولید نے ایک فوج آرمینیا بھیجی، یہ ملک بھی پہاڑی تھا، دروں اور جنگلات سے بھرا ہوا، اس پر بھی قبضہ نہ ہو سکا، لیکن مال غنیمت خوب ملا، ولید بن عقبہ آذربائیجان کا خراج اور بہت سا مال غنیمت لے کر کوفہ واپس ہوئے، ابھی راستہ ہی میں تھے کہ بازنطینی حکومت نے آرمینیا میں ان کی ترک تازی اور لوٹ مار کا بدلہ لینے کے لئے شام پر یورش کر دی، گورنر شام امیر معاویہ نے پوری مستعدی کے ساتھ اس چیلنج کا مقابلہ کیا لیکن ساتھ ہی انہوں نے مرکز سے بھی رسد طلب کی، عثمان غنیؓ نے ولید بن عقبہ کو جو اس وقت میسوپوٹامیا میں تھے، یہاں سے اسلحہ بھیجا:-

”وضع ہو کہ معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے خبر دی ہے کہ بازنطینی حکومت نے ایک بڑی فوج سے مسلمانوں پر یورش کر دی ہے، میں چاہتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ اپنے شامی بھائیوں کی مدد کو جائیں، جس جگہ میرا قاصدم کو یہ خط دے وہیں سے تم آٹھ نو یا دس ہزار سپاہیوں کی فوج ایک ایسے کمانڈر کی قیادت میں بھیج دو جو تمہارے خیال میں بہادر، جری اور مخلص مسلمان ہو۔“

۶۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام

وفات سے کچھ عرصہ پہلے عمر فاروقؓ نے مصر کے مالی معاملات کی بہتر نگرانی کے لئے عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو افسر خراج مقرر کیا تھا اور مصر کے گورنر عمرو بن عاص کا دائرہ اختیار صرف سیاسی و جنگی امور تک محدود کر دیا تھا، مالی شعبہ کی علیحدگی عمرو بن عاص کو ناگوار گذری، عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو عمروؓ مدینہ آئے اور کہا یا تو آپ مصر میں دو علی ختم کیجئے یا میں استعفا دیتا ہوں، عثمان غنیؓ نے کہا کہ عبداللہ کا ریکارڈ اچھا ہے، ان کی زیر نگرانی سرکاری آمدنی بڑھ گئی ہے اس لئے ان کو افسر خراج کے عہدہ سے ہٹانا مناسب نہیں ہے، تم اپنے عہدہ پر رہو، وہ اپنے عہدہ پر، عمرو بن عاص اس کے لئے تیار نہ ہوئے اور استعفا دے دیا، عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن سعد کو افسر خراج کے ساتھ مصر کا گورنر بھی بنا دیا، عبداللہ مستعبد اور لائق حاکم تھے عمرو بن عاص کے ہوا خواہوں کو عبداللہ کا تقرر ناگوار گذرا، انہوں نے عثمان غنیؓ پر کتبہ پردری کا الزام لگایا اور حکومت مدینہ پر لعن طعن کرنے لگے، مصر کا بندر گاد اسکندریہ عیسائیت کا بہت بڑا مرکز تھا، سلسلہ میں سخت محاصرہ اور جنگ کے بعد عمرو بن عاص نے اس کو فتح کیا تھا لیکن باز نسطینی حکومت اور مقامی عیسائی اس پر دوبارہ قبضہ کرنے کی برابر کوشش کرتے رہے، ۳۳۰ھ میں قسطنطینیہ کی باز نسطینی حکومت کے اشارہ سے اسکندریہ میں ایک بغاوت ہوئی، پھر دوسری اور پہلی سے زیادہ منظم اور بڑے پیمانہ پر ۳۳۵ھ میں واقع ہوئی، اس بار بھی باز نسطینی حکومت کی فوج اور بیڑا باغیوں کی پشت پر تھا، اسکندریہ میں مسلمانوں کی جو فوجی چوکیاں تھیں حملہ آور ان کو معطل کر کے شہر میں گھس آئے کئی ماہ کے مقابلہ اور کافی نقصان کے بعد اسکندریہ دوبارہ فتح ہوا، اسکندریہ چونکہ ساحلی شہر تھا اور باز نسطینی بیڑے کی زد میں، اس لئے عمر فاروقؓ نے ساحل پر متعدد فوجی چوکیاں بنوادی تھیں جن کا مقصد خطرہ کے وقت حکومت کو مطلع کرنا اور دشمن کے اچانک حملہ کا مقابلہ کرنا تھا، باز نسطینی دونوں بار ان چوکیوں کو معطل کر کے ہی شہر میں داخل ہوئے

تھے، ضرورت تھی کہ ان کو اور زیادہ مستحکم بنایا جائے، ذیل کا خط اسی موضوع پر ہے۔
 ”مہتممیں معلوم ہے کہ امیر المومنین عمرؓ اسکندریہ کی حفاظت کا کتنا خیال رکھتے
 تھے، رومی دو بار نقص عہد کر کے بغاوت کر چکے ہیں، اسکندریہ میں فوجی چوکیاں
 قائم رکھو اور یہاں کی حفاظتی فوج کو (باقاعدگی اور فراخ دستی سے) ماہانہ
 اور ضروری سامان دیتے رہو، فوج باری باری سے چھ چھ ماہ یہاں رکھی
 جائے۔“

۷۔ معاویہ بن ابی سفیان کے نام

عمر فاروقؓ کی خلافت کے نصف آخر میں امیر معاویہ نے شام کے بندرگاہوں، عسکری،
 صوریا، فاغیرہ کو جو بازنطینی بیڑے کے اڈے تھے، فتح کر لیا تھا، یہاں سے نکلنے کے بعد
 بازنطینی حکومت نے قریب کے جزیرہ قبرس (CYPRUS) میں بحری اڈہ بنالیا، امیر معاویہ
 کو اندیشہ تھا کہ کہیں بازنطینی حکومت قبرس سے شام کے ساحل پر حملہ نہ کر دے، اس اندیشہ
 کے میں نظر انہوں نے عمر فاروقؓ سے قبرس پر چڑھائی کی اجازت مانگی، عمر فاروقؓ نے
 اجازت نہ دی، وہ سمندری سفر کے خطروں سے واقف تھے اور بحری فوج کشی کو ناپسند کرتے
 تھے، بلکہ وہ تو اس درجہ محتاط تھے کہ اپنی فوجوں کو دریا پار تک چھاؤنیاں نہ بنانے دیتے
 تھے تاکہ کسی خطرہ کے وقت فوج کو گھر لوٹنے یا گھر سے اس کی مدد کو رسد پہنچنے میں دریا پار کرنے
 کی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو امیر معاویہ نے حالات زیادہ
 موافق پا کر ان کو لکھا کہ قبرس ساحل شام سے قریب اور دولت سے بھرپور جزیرہ ہے، اس
 کی فتح مسلمانوں کے لئے بڑی مبارک ثابت ہوگی، مجھے اس کو مسخر کرنے کی اجازت دیجئے
 عثمان غنیؓ اجازت دیتے ہوئے ہچکچائے، عمر فاروقؓ کی طرح وہ بھی مسلمانوں کو بحری سفر اور
 اس کی جنگ کے خطروں میں نہ ڈالنا چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے لکھا:-

”یہ فوج مصر ابن عبد الحکم، اڈیر جاس ٹوری لائڈن سنہ ۱۹۲۰ء“

”تم کو معلوم ہے عمر رحمہ اللہ نے کیا جواب دیا تھا جب تم نے ان سے سمندری جنگ کی اجازت مانگی تھی؟“

۸. معاویہ بن ابی سفیان کے نام

آپ ادبر پڑھ چکے ہیں کہ گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کی آرمینہ میں ترک تازی کا بدلہ لینے کے لئے قیصر روم نے شام پر حملہ کر دیا تھا، اس حملہ کو ناکام کرنے کے بعد امیر معاویہ کو فکر ہوئی ہوئی کہ کہیں قیصر روم قبرس کے بحری اڈے سے کاٹدہ اٹھا کر سمندر کی طرف سے شام پر حملہ نہ کر دے، ان کا خیال تھا کہ جب تک قبرس پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہو جائے شام پر سمندری حملہ کا خطرہ ہر وقت منڈلاتا رہے گا، چنانچہ سیدھے میں (بازنطینی حملہ کی ناکامی کے بعد) انہوں نے قبرس پر فوج کشی کے بارے میں مرکز سے پھر خط و کتابت کی، عثمان غنیؓ اب بھی اجازت دینے کو تیار نہ ہوئے، وہ اب بھی اسی خیال میں تھے کہ امیر معاویہ فتح کے شوق میں قبرس پر فوج کشی کرنا چاہتے ہیں، رہا قبرس سے شام پر حملہ کا خطرہ تو اس باب میں خلیفہ کی رائے یہ تھی کہ سمندر میں دشمن سے جنگ کی نسبت ساحل پر لڑنے میں نقصان کا کم امکان ہے لیکن جب ان کو بار بار یقین دلایا گیا کہ سمندری سفر میں کوئی خطرہ نہیں تو انہوں نے ایک دلچسپ شرط کے ساتھ اجازت دے دی۔

”اگر سمندر کے سفر میں تم اپنی بیوی کو ساتھ لے جاؤ تب تو میں اجازت دیتا ہوں ورنہ نہیں۔“

۹. خط کی دوسری شکل

”امیر المومنین عمرؓ کے زمانہ میں بھی تم نے قبرس پر فوج کشی کی خواہش ظاہر کی تھی اور ان سے اس کی اجازت مانگی تھی لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی کہ اُدھر کا رخ کرو اور سمندری سفر کے خطرے مول لو مجھے بھی اس ہم کی اجازت دینے ہوئے

پس ویش ہے، تاہم اگر تم اس کو ناگزیر سمجھتے ہو تو مناسب ہے کہ اپنے
 بال بچوں کو جو تمہارے پاس ہوں اپنے ساتھ لے جاؤ جیسی میں سمجھوں گا
 کہ تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ سمندری سفر میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔
 ۱۰۔ خط کی تیسری شکل

”قبرس پر حملہ کے لئے“ بھرتی نہ کرو اور نہ قمرہ اندازی کے ذریعہ فوج مرتب کرو
 بلکہ جو خوشی خوشی جہاد کے لئے تیار ہو جائے اس کو لے جاؤ اور تیاری میں
 اس کی مدد کرو۔“

۱۱۔ معاویہ بن ابی سفیان کے نام

قبرس کی فتح اور وسیع پیمانہ پر وہاں سے مال غنیمت حاصل کر کے معاویہ کی توجہ اس کے
 مغرب میں واقع ہونے والے جزیرہ رودس (RHODES) کی طرف مبذول ہوئی، یہ موجودہ
 ترکی کے جنوبی ساحل کے قریب واقع ہے، اس کی لمبائی پینتالیس میل اور زیادہ سے زیادہ
 چوڑائی بائیس میل ہے۔ آب و ہوا خوشگوار اور پھل وافر ہیں، عرب تیغ کے وقت مالِ دولت
 سے بھی بھر پور تھا، امیر معاویہ نے عثمان غنیؓ سے حملہ کی اجازت مانگی تو یہ جواب آیا:-
 ”سمندری فوج کشتی میں بڑا خطرہ ہے اور نہیں معلوم اس کا کیا انجام ہو، تاہم
 اگر تم نے رودس پر چڑھائی اور اس کی تیغ کا ارادہ مصمم کر لیا ہو تو پوری احتیاط
 اور ہوشیاری سے کام لینا اور خوفِ خدا کو اپنا شعار بنائے رکھنا۔“

عرب فوج کی رومیوں سے ساحلِ رودس کے قریب ایک بڑی بحری لڑائی ہوئی جس
 میں طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے بالآخر امیر معاویہ کامیاب ہوئے، عرب فوج جزیرہ
 میں داخل ہوئی تو پھر سخت تصادم ہوا، عربوں نے جزیرہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا، وہاں کے

۱۔ فوج ابن اعثم کوئی قلعہ درق ۲۶۵ - ۲۷ تاریخ کمال ابن اثیر بیلا مصری ایڈیشن ۳/۳۹ -

۲۔ فوج ابن اعثم کوئی درق ۲۷۱ -

بیشتر مدارے گئے چونچے سمندر میں بھاگ گئے؛ قیمتی مال و متاع اور بہت سی کینز یہاں عربوں کے ہاتھ آئیں، یہ سب لے کر امیر معاویہ واپس ہو گئے، کئی برس تک روڈس اجڑا بڑا رہا، مسئلہ میں خلیفہ ہو کر امیر معاویہ نے روڈس کی آباد کاری کی طرف توجہ کی اور کئی درجن عرب خاندان روڈس میں بسے اور اس کی حفاظت کے لئے بھیج دیئے، آہستہ آہستہ جزیرہ میں تجارت اور کاشت ہونے لگی لیکن ابھی بیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ نامساعد حالات میں عربوں کو جزیرہ چھوڑنا پڑا اور وہاں بازنطینی حکومت کا عمل دخل ہو گیا۔

۱۲۔ امیر معاویہ اور دوسرے گورنروں کے نام

آپ کا طرز عمل ویسا ہی رہنا چاہیے جیسا کہ عمرؓ کے عہد میں تھا، آپ کی سیرت میں برائیاں نہ آئی چاہئیں، جن معاملات کا تصفیہ کرنے میں آپ کو دقت پیش آئے دم ہمارے پاس بھیج دیجئے، ہم اس کے بارے میں قوم سے مشورہ کر کے آپ کو صحیح طریق کار سے مطلع کریں گے، دوبارہ تاکید ہے کہ آپ کے طور طریق دیسے ہی رہنے چاہئیں جیسا کہ عمرؓ کے زمانہ میں تھے۔

۱۳۔ ولید بن عقبہ کے نام

شمالی یمن اور مکہ کے مشرق میں نجران ایک سرسبز اور خوش حال شہر تھا، یہاں گئی صدیوں سے عیسائی آباد تھے، انہوں نے اپنی مذہبی اور اقتصادی زندگی کافی اچھی طرح منظم کر لی تھی، وہ زراعت اور مختلف صنعتوں سے واقف تھے جیسے پارچہ بافی اور ہتھیار سازی شاہ میں رسول اللہؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن وہ ترک مذہب کے لئے تیار نہ ہوئے ان کا ایک وفد مدینہ آیا اور رسول اللہؐ سے بات چیت کی، اس کے نتیجے میں یہ طے ہوا کہ نجران کے عیسائی ہر سال رسول اللہؐ کو چالیس ہزار روپے یا اتنی مالیت کے کپڑے دیا کریں گے اور اس کے عوض رسول اللہؐ ان کی جان و مال اور مذہب کی حفاظت کا ذمہ لیں گے

اس مضمون کی ایک دستاویز لکھ دی گئی، سال چھ ماہ بعد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا، ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے تو بخرا نی عیسائیوں کا ایک وفد دستاویز کی توثیق نیز اپنی وفاداری کا اقرار کرنے مدینہ آیا، ابو بکر صدیق نے دستاویز کی توثیق کر دی، عمر فاروق نے اپنی خلافت کے کئی سال بعد بخرا نیوں کو جلا وطن کر دیا، اس کے کئی سبب بیان کئے گئے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بخرا نیوں نے سود کھانا شروع کر دیا تھا جو رسول اللہ سے کئے ہوئے معاہدہ کے خلاف تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ نے وفات کے وقت ان کو ملک سے نکالنے کی وصیت کی تھی، تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے بہت سے ہتھیار اور گھوڑے جمع کر لئے تھے جس سے حکومت مدینہ کو ان کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا، بہر حال عمر فاروق نے ان کو جلا وطن کر دیا، ان کا ایک حصہ شام چلا گیا اور دوسرا اور غالباً بڑا حصہ کوفہ کے قریب دیہاتوں میں آباد ہو گیا، عمر فاروق نے عراق و شام کے گورنروں کو لکھ دیا کہ بخرا نیوں کو کاشت کے لئے اتنی زمین دلوادیں جتنی وہ جوت سکیں نیز یہ کہ مسلم و غیر مسلم سب ان کے ساتھ ہمدردی و فراخ دلی سے پیش آئیں، وہ بخرا نی جو شام چلے گئے اچھے رہے کیونکہ ان کے دہاں بہت سے ہم مذہب آباد تھے جنہوں نے ان کو کھپایا لیکن کوفہ کے پاس آباد ہونے والے بخرا نیوں کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، یہاں عیسائی بہت کم تھے اور غیر عیسائی ان کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئے اور ان کو اپنے علاقہ سے نکالنے کے لئے انہوں نے سرکار مدینہ سے رجوع کیا، یہ واقعہ عمر فاروق کی وفات سے چند دن پہلے کا ہے، انہوں نے شکایت پر جو کارروائی کی اس کی نوعیت کیا تھی یہ ہم نہیں بنا سکتے لیکن اتنا معلوم ہے کہ بخرا نیوں کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا اور اب وہ کوفہ کے قریب ایک دوسرے دیہاتی علاقہ میں منتقل ہو گئے، یہ جگہ کوفہ سے کوئی چالیس پچاس میل مشرق میں زیر آب نشیبی اراضی و بساتین سے متصل تھی، اس کا نام بخرا نیہ پڑ گیا، چند ہی سال گزرے تھے کہ یہاں کی فضا بھی ان پر تنگ ہو گئی اور مقامی باشندوں نے ان کو نکالنے کے لئے عثمان غنیؓ سے شکایت کی، دوسری طرف بخرا نیوں کا بھی

ایک وفدِ مسیحی میں خلیفہ سے ملا اور اپنی شکایتیں پیش کیں، ان کی ایک شکایت یہ تھی کہ نیا ماحول ان کو موافق نہیں ہے، ان کو ستایا اور ذلیل کیا جاتا ہے، دوسری شکایت اس بات کی تھی کہ اُن کے بہت سے ہموطنوں کے اِدھر اُدھر بکھر جانے سے اُن کی اجتماعی آمدنی اتنی کم ہو گئی ہے کہ ان کو معاہدہ کے سالانہ چالیس ہزار روپے فراہم کرنے میں دقت ہوتی ہے عثمان غنیؓ نے ان کی باتیں ہمدردی سے سنیں اور ولید بن عقبہ کو جو کوفہ کے گورنر تھے یہ فرمان بھیجا :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبداللہ عثمان امیر المؤمنین کی طرف سے ولید بن عقبہ کو سلام علیک، میں اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں، واضح ہو کہ اُسقف (بشپ، عاقب (VICAR) اور بخیانیوں کے اکابر جو اس وقت عراق میں مقیم ہیں، مجھ سے ملے اور اپنی مشکلات کی شکایت کی اور مجھے عمر کی وہ تحریر دکھائی جس میں انہوں نے مینا میں متروکہ ارضی کے عرصہ بخیانیوں کو عراق اور شام میں ارضی دینے کا حکم دیا تھا، تم اُس بدعنوانی سے بھی واقف ہو جو مسلمانوں نے ان کے ساتھ کی ہے، ان سب باتوں کے پیشِ نظر میں نے ان کے جزیہ میں تیس قلعے (چھ سو روپے سالانہ) کی تخفیف کر دی ہے اور میں سفارش کرتا ہوں کہ ان کو وہ سب ارضی دے دی جائے جو عمر نے اُن کو عراق میں دلوائی تھی، اس کے علاوہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دو کہ اُن کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں کیونکہ یہ ذمتی ہیں جن کے ساتھ سُن سلوک کا ہم نے ذمہ لیا ہے، اس کے علاوہ میری ان لوگوں سے پرانی واقفیت بھی ہے، تم وہ تحریر خود بھی دیکھنا جو عمر نے ان کو لکھ کر دی تھی اور جو وعدہ اس میں کیا گیا۔ ہے اس کو پورا کرنا، پڑھنے کے بعد یہ تحریر بخیانیوں کو پڑھانا تاکہ بوقتِ ضرورت ان کے کام آئے، والسلام“

۱۴۔ خط کی دوسری شکل

واضح ہو کہ عاقب اُسُف اور اکابرِ نجران میرے پاس رسول اللہ کی دستاویز لائے اور عمرہ کی وہ تحریر مجھے دکھائی جس میں نجران کی سرحد کو ارضی کے بدلے عراق میں ان کو زمین دینے کا وعدہ ہے، میں نے عثمان بن حنیف (انصر لگان عراق) سے نجرانیوں کی موجودہ زمینوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے تحقیق کر کے مجھے بتایا ہے کہ یہ زمینیں عراق کے زمینداروں کی ہیں اور ان کے نکلنے سے زمینداروں کو نقصان ہو رہا ہے، میں نے خدا کی خوشنودی کی خاطر نجرانیوں کی سرحد کو ارضی کے بدلے اُن کے سالانہ جزیہ سے دو سو محلے (چار ہزار روپے) کی کمی کر دی ہے، میں ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ وہ ہماری حفاظت میں آچکے ہیں۔

اس فرمان کے زیر اثر نجرانیوں کی تکلیفیں کس حد تک دور ہوئیں یہ بتانے سے ہم قاصر ہیں لیکن قرآن سے یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے نئے گھر اور وہاں کے حالات سے مطمئن نہ تھے۔ چنانچہ پانچ چھ برس بعد جب علی حیدرؓ نے کوفہ کو اپنی حکومت کا مرکز بنایا تو یہ لوگ اُن سے ملے اور بڑی منت سماجت سے درخواست کی کہ ہمیں نجران واپس جانے کی اجازت دے دیجئے، ہم کو کہاں بہت تکلیف ہے، لیکن علی حیدرؓ نے یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا کہ کان عمر دشید الامر و انا اکبرہ خلافتہ۔

علی حیدرؓ کے بعد امیر معاویہؓ خلیفہ ہوئے تو نجرانی اکابر ان سے ملے اور اپنی مشکلات پیش کیں اور بتلایا کہ ہمارے نجرانی ہموطن ہر طرف منتشر ہو گئے ہیں، ان میں بہت سے مرچکے اور ان کی ایک خامی تعداد مسلمان ہو چکی ہے لہذا ہمارا جزیہ کم کر دیجئے، امیر معاویہؓ نے چار ہزار روپے کی تخفیف کر دی اور اب ان کے ذمہ کل تیس ہزار روپے گئے، کوئی بچاس

سال بعد بخیرانی اپنی قلمت تعداد اور معاشی بد حالی کا شکوہ کرنے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے، انہوں نے ان کی آبادی کا شمار کرایا تو وہ پہلے کی نسبت صرف دس فیصد نکل یعنی عمر فاروق کے عہد میں اگر وہ چالیس ہزار تھے تو اب چار ہزار سے زیادہ باقی تھے، عمر بن عبدالعزیز نے ان کا جزیہ گھٹا کر آٹھ ہزار کر دیا، اُن کے بعد عراق کے اموی گورنروں نے یہ رقم بڑھا دی لیکن جب عباسی حکومت کا دور شروع ہوا تو منصور اور رشید نے اس کو گھٹا کر پھر آٹھ ہزار کر دیا۔

جیسا کہ قارئین نے محسوس کیا ہو گا مذکورہ بالا دونوں دستاویزیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، پہلی میں بخیرانیوں کے ساتھ مسلمانوں کی بدسلوکی کا شکوہ ہے جو دوسری میں نہیں، یہ بدسلوکی کس نوعیت کی تھی ہمارے رپورٹر نہیں بتاتے، بہت ممکن ہے مسلمانوں نے بخیرانیوں کو ان کی اراضی سے بے دخل کر دیا ہو اور شاید اسی وجہ سے دستاویز میں یہ سفارش ہے کہ بخیرانیوں کو وہ اراضی دے دی جائے جو عمر فاروق نے ان کو کوفہ کے مصافحات میں کاشت اور رہائش کے لئے دلوائی تھی، اس سفارش کا دوسری دستاویز میں مطلق ذکر نہیں اس میں تو ایک بالکل ہی نئی بات ہے اور وہ یہ کہ خلیفہ نے عراق کے کسٹرن مالکداری سے تحقیق کی تو اس نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ ان زمینوں کے نکل جانے سے جن کو بخیرانی کاشت کرتے رہے تھے عراق کے زمینداروں کو جو ان زمینوں کے اصلی مالک تھے نقصان ہو رہا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسٹرن کی اس رپورٹ پر خلیفہ نے بخیرانیوں کو ان کی اراضی واپس دینے کا ارادہ ترک کر دیا اور ان کے سالانہ خراج میں تخفیف ہی پر اکتفا کیا، تیسرا اختلاف یہ ہے کہ پہلی دستاویز میں بخیرانیوں کے خراج میں صرف چھ سو روپے کی کمی کی گئی ہے لیکن دوسری میں اس رقم کے چھ گنے سے زیادہ یعنی چار ہزار کی۔

اس طرح کا اختلاف اور تناقض جیسا کہ ہم مقدمہ میں واضح کر چکے ہیں عربی تاریخ کی

کی نمایاں خصوصیت ہے کیونکہ یہ تاریخ راویوں کی معرفت ہم تک پہنچی ہے، راویوں کے الگ الگ اسکول تھے اور ہر اسکول کے اصول روایت عقلی و اخلاقی سطح اور فقہی سلاک ایک دوسرے سے مختلف، یہ اختلاف بیان کردہ واقعات کی شکل اور ہیئت پر گہرا اثر ڈالتا تھا، یہ ایسے خطوط میں زیادہ نمایاں نظر آتا ہے جن کا موضوع مالی معاملات اور منافع ہوتے ہیں۔

۱۵۔ ولید بن عقبہ کے نام

ولید بن عقبہ کی گورنری کے اواخر میں کوفہ کے چند سرپھروں نے ایک شخص کے گھر شب میں نقب لگایا، وہ شخص بیدار ہو گیا اور پڑوسیوں کو بلانے کے لئے اُس نے جیٹنا شروع کیا نقب زنوں کو یہ بات اتنی بری لگی کہ انہوں نے اس کو جان سے مار دیا، اس اثناء میں اس پاس کے کچھ لوگ مدد کو آ گئے اور انہوں نے گھیرا ڈال کر نقب زنوں کو پکڑ لیا، ان کو گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کے سامنے پیش کیا گیا، ولید نے قید میں ڈال دیا اور خلیفہ کو کیس کی پوری روداد لکھ بھیجی، عثمان غنیؓ نے حکم دیا کہ نقب زنوں کو قتل کی پاداش میں موت کی سزا دی جائے، ایسا ہی کیا گیا، نقب زنوں کے باپ اور عزیز و اقارب جاہلی عرب دستور کے مطابق ولید سے انتقام لینے کے درپے ہو گئے، انہوں نے ولید کے خلاف مہم شروع کر دی اور ایسے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا جن کو ولید یا عثمان غنی سے کد تھی، ولید پر شراب نوشی کی تہمت انہی لوگوں نے لگائی اور چونکہ ولید کے مکان پر پہرہ یا کوئی گیٹ نہ تھا اور ہر شخص کو ضرورت پڑنے پر اندر آنے کی اجازت تھی، یہ لوگ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اُن کی انٹلی سے جب وہ سوئے ہوئے تھے وہ انگوٹھی نکال لے گئے جس سے سرکاری ہر لگائی جاتی تھی اور مشہور کیا کہ ولید کی بے ہوشی کے عالم میں ہم نے ایسا کیا ہے، مخالفت کی یہ مہم چلی ہوئی تھی کہ ولید کے پاس ایک جادوگر لایا گیا، ولید نے اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے اپنے جادوگر ہونے کا اعتراف کیا اور اس اعتراف کی تائید میں اس نے جادو کا یہ کرتب دکھایا کہ گدھے کی دم سے داخل ہوا اور اس کے منہ سے نکل آیا، ولید نے فقیہ عبد اللہ بن مسعود سے جو کوفہ

میں معلم قرآن تھے رجوع کیا تو انہوں نے جادوگر کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا، اس فتویٰ پر علمائے
 نہیں ہوا تھا کہ یہ افواہ گرم ہو گئی کہ ولید جادوگر کا تماشہ دیکھتا ہے، منتقم گردہ کے ایک فرد
 نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا، اس کا نام جُنْدُب تھا اور اس کا لڑکا ان نقب زنوں میں
 میں سے تھا جن کو عثمانؓ نے قتل کر لیا تھا، یہ جادوگر کے پاس گیا اور اس کو خوب مارا لیکن
 قبل اس کے کہ وہ جادوگر کا خانہ کر دے اس کو گرفتار کر لیا گیا، اس واقعہ کی رپورٹ ولید
 نے عثمان غنیؓ کو بھیجی اور ان سے پوچھا کہ جُنْدُب کو کیا سزا دی جائے تو جواب آیا:-

”جُنْدُب سے حلف لو کہ اس کو اس بات کا علم نہ تھا کہ تم جادوگر کو سزا دینے کا
 فیصلہ کر چکے تھے نیز یہ کہ وہ سچے دل سے یہی سمجھتا تھا کہ جادوگر کو سزا نہیں دی
 جائے گی، پھر اس کو مناسب سزا دے کر چھوڑ دو، لوگوں کو تاکید کر دو کہ گمان
 اور ظن کی بنیاد پر کوئی کام نہ کریں (اور قانون اپنے ہاتھ میں نہ لیں) کیونکہ
 ہم خود مجرم اور قاتل کو سزا دیں گے“

۱۶۔ اہل کوفہ کے نام

بظاہر یہ خط بھی ایک جادوگر کے بارے میں ہے، راوی نے اس کے کربتوں کے لئے
 سحر کی جگہ لفظ ”نیرنج“ (نیرنگ) استعمال کیا ہے جس کے معنی شعبہ بازی، نظر بندی اور کبھی جادو
 کے بھی آتے ہیں، ممکن ہے یہ شخص جادو گر نہ ہو بلکہ محض نظر اور ہاتھ کے کربت دکھاتا ہو، اسناد
 اس کی اور سند کرہ بالا خط کی بالکل ایک ہے اور دونوں کا زمانہ نگارش بھی قریب قریب ہے
 لیکن دونوں کا مضمون بالکل مختلف ہے، پہلے خط کے ضمن میں جادوگر کا نام نہیں دیا گیا لیکن
 اس خط کے مقدمہ میں شعبہ باز کے نام کی تصریح کر دی گئی ہے، خط کا سیاق و سباق اس طرح
 بیان کیا گیا ہے کہ عثمان غنیؓ کو خبر ملی کہ کعب بن جحک نامی ایک شخص نیرنگ کرتا ہے، انہوں
 نے ولید بن عقیبہ کو لکھا کہ کعب سے استفسار کیا جائے اور اگر وہ شعبہ باز ہونے کا اقرار کرے

تو اس کو سخت سزا دی جائے، ولید نے کعب کو بلا کر انکو اُری کی تو اس نے کہا: میں جادو نہیں کرتا، ہاتھ کی صفائی اور کرتب دکھاتا ہوں جس سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور ان کا دل بہلتا ہے، تاہم کعب کو مناسب سزا دے دی گئی، اس واقعہ کے چند روز بعد عثمان غنی کا یہ فرمان موصول ہوا۔

”آپ کے سامنے سنجیدہ زندگی کا نمونہ پیش کیا گیا ہے، اس لئے سنجیدگی سے رہیے اور مغروں سے بچے۔“

۱۷۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

۳۲ھ اور بقول بعض ۳۳ھ میں جب عمرو بن عامر نے مصر کی گورنری سے استعفا دے دیا تو عثمان غنی نے عبداللہ بن سعد کو جو عمرہ کے زمانہ سے مصر کے زیر مالیات تھے گورنر مقرر کر دیا۔ ۳۳ھ میں عمرو بن عامر نے مصر کی غزنی سرحد محفوظ کرنے کے لئے ساحل سمندر سے متصل اس وسیع ملک پر جو طرابلس تک پھیلا ہوا تھا اور جس کے حدود قریب قریب وہی تھے جو عصر حاضر میں لیبیا کے ہیں بذریعہ معاہدہ قبضہ کر لیا تھا، یہ بازنطینی حکومت کا صوبہ تھا، اس سے متصل مغرب میں تاساحل سمندر ایک اور بازنطینی صوبہ تھا جس کو افریقیہ کہتے تھے اور جس پر موجودہ تونس، الجیریا اور مراکش کا اطلاق ہو سکتا ہے، عمرو بن عامر اسکندریہ سے کوئی ڈیڑھ ہزار میل دور آچکے تھے لیکن ان کے حوصلے اب بھی جوان تھے اور وہ افریقیہ کو بھی مسخر کرنا چاہتے تھے، انہوں نے اس کی اجازت مانگی لیکن عمر فاروق نے اجازت نہ دی اور لکھا:-

”افریقیہ اختلاف و نزاع کا ملک ہے، یہاں کے لوگ غدار ہیں، میں جب

تک زندہ ہوں اس پر کوئی فوج کشی نہیں کر سکتا۔“

عثمان غنی نے خلیفہ ہو کر عربوں میں حزبیت اُتشت اور افتراق کا بڑھتا ہوا رجحان

دیکھا جس کا ایک اہم وجہ فرصت اور بے عملی تھی تو انہوں نے ان کو معروف و مشغول رکھنے کے لئے جہاد اور فتوحات کا ایک منصوبہ بنایا، اس منصوبہ میں افریقیہ (تونس، الجزائر اور مراکش) کی فتح بھی شامل تھی، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کے گورنر ہوئے تو عثمان غنیؓ نے ان کو افریقیہ پر فوج کشی کرنے کو کھٹا اور اس اہم کسے لئے مدینہ سے فوج بھیجنے کا بھی وعدہ کیا مختلف دقتوں کی بنا پر عبداللہ خلیفہ کی خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکے، عثمان غنیؓ سے زیادہ نہ رکا گیا اور انہوں نے عبداللہ میں حرارت عمل پیدا کرنے کے لئے ایک طرف مدینہ سے کافی فوج بھیج دی جس میں صحابہ کے علاوہ صحابہ کے لڑکوں اور اقارب کی خاصی تعداد تھی اور دوسری طرف انہوں نے عبداللہ کو خمس (مالِ غنیمت) کا پانچواں حصہ جو مرکز کے لئے مخصوص تھا اکا خمس بطور انعام دینے کا وعدہ کیا، عبداللہ کافی بڑی فوج لے کر روانہ ہوئے اور افریقیہ کے بازنطینی گورنر کو شکست دی، مالِ غنیمت کے چار حصے فوج نے آپس میں بانٹ لئے اور پانچواں حصہ حکومت مدینہ کے لئے الگ کر دیا گیا، خمس کا خمس عبداللہ بن سعد ہی سرح نے خود لے لیا جیسا کہ عثمان غنیؓ نے ان سے وعدہ کیا تھا، یہ بات فوج کو ناگوار ہوئی اور خاص طور سے مدینہ سے آئے لوگوں نے اس کو زیادہ محسوس کیا کیونکہ عبداللہ عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی تھے اور یہ بات پہلے سے مدینہ کے لوگوں کو کھٹک رہی تھی کہ عثمان غنیؓ چکنہ پروہی سکام لے رہے ہیں عبداللہ نے پانچواں حصہ لے کر باقی خمس اور ایک وفد فتح کی رپورٹ دینے مدینہ بھیجا، وفد نے عبداللہ کی شکایت کی اور خمس الخمس لینے پر اعتراض کیا، عثمان غنیؓ نے کہا: میں نے افریقیہ پر فوج کشی کرنے کی صورت میں عبداللہ کو یہ حصہ بطور انعام دینے کا وعدہ کیا تھا، اگر آپ لوگوں کو ناگوار ہو تو میں ان سے یہ حصہ واپس لے لوں گا، وفد نے کہا: واقعی ہم کو ناگوار ہی ہے، آپ یہ عطیہ ان سے واپس لے لیجئے اور چونکہ وہ ہماری اس شکایت سے ناراض ہو کر ہم کو یقیناً نقصان پہنچانا چاہیں گے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کو افریقیہ سے ہٹالیں، عثمان غنیؓ نے ان کے دونوں مطالبے مان لئے اور عبداللہ کو یہ خط بھیجا:

”افریقہ پر کسی ایسے شخص کو جو تمہارے خیال میں مناسب ہو اور جس پر مسلمانوں کو بھی اعتماد ہو، گورنر مقرر کر دو اور خمس کا پانچواں حصہ جو میں نے تم کو بطور انعام دیا تھا، غریبوں میں تقسیم کر دو، میرے اس فعل سے مسلمان ناخوش ہیں۔“

اس سلسلہ میں ایک دوسری اور زیادہ مشہور لیکن ضعیف روایت یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے خمس افریقہ اپنے سکریٹری اور داماد مردان بن حکم کو عطا کیا تھا، اس روایت پر ہم مقدمہ میں جہاں عثمان غنیؓ پر اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے، تبصرہ کر چکے ہیں، رہی پہلی روایت جس کے بموجب عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو خمس اٹھس عطا کیا تھا تو اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس کی نظیر عمر فاروقؓ کے عہد میں موجود تھی اور یہ کوئی منفرد اور غیر سنون ساخذہ نہیں تھا۔ عمر فاروقؓ نے ایک سردار اور صحابی جریر بن عبداللہ بنجلی اور ان کے قبیلہ کو عراق کی جنگ یویب میں شرکت کی ترغیب کے لئے خمس کا چوتھا حصہ پیش کیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ترغیبی پیش کل مزرعہ عراق (سواد) کے چوتھائی حصہ پر مشتمل تھی، نیز یہ کہ جریر ثلاثین سال تک اس حصہ کا ٹٹان بھی وصول کرتے رہے تھے۔

۱۸۔ عبداللہ بن ابی سرح کے نام

خط نمبر ۱ اور اُس کا سیاق و سباق سیف بن عمر کی روایت پر مبنی ہے، فوج ابن اعثم کے راوی بالکل مختلف سیاق و سباق پیش کرتے ہیں اور ایک ایسا خط جو سیف کے خط سے قطعاً میل نہیں کھاتا، ہمارے خیال میں ابن اعثم کی رپورٹ زیادہ مستند اور لائق اعتماد ہے، اس کے مطابق افریقہ پر حملہ کی خواہش عثمان غنیؓ نے نہیں بلکہ خود عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کی تھی، جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے عبداللہ کا تعلق بنی اُبیہ سے تھا اور جس طرح بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان رقابت و منافست کی

۱۔ سیف بن عمر۔ تاریخ الامم ۴/۵۹۔ ۲۔ الکفار تلخیص تلخیص دارالکتب قاہرہ ۱۹۹۹ء وفتوح البلدان

۳۔ ۲۶۸۔ کتاب الاموال قاہم بن سلام مصر ص ۶۱۔

کی روح کارفرما سخی اسی طرح بنو امیہ کے متاز گمراہوں میں بھی لایک دوسرے سے پیش قدمی کا جذبہ نہایت طاقتور تھا، عثمان غنیؓ کی خلافت کے تیسرے چوتھے سال گورنر شام امیر معاویہ نے بحر متوسط کے کئی جزیرے فتح کر لئے تھے اور حال میں ان کی فوجیں باز نطینی پایہ تخت قسطنطنیہ تک بڑھ گئی تھیں، ان فتوحات اور عسکری کارروائیوں میں بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا تھا، دوسری طرف گورنر کوفہ ولید بن عقبہؓ نے آذربائیجان اور آرمینیہ میں ترک تازی کر کے عربی قلمرو کا دائرہ بڑھا دیا تھا اور بڑی مقدار میں مال غنیمت سے بہرہ ور ہوئے تھے اپنے خاندانی حریفوں کی ان کارروائیوں کو دیکھ کر عبداللہ بن سعد کیسے خاموش بیٹھتے، انہوں نے افریقہ (تونس، الجزائر اور مراکش) کو مسخر کرنے اور وہاں سے مال غنیمت حاصل کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور عثمان غنیؓ کو لکھا کہ یہ علاقہ بہت دولت مند ہے اور چونکہ یہاں کی حکومت کمزور ہے اس پر آسانی سے قبضہ کیا جاسکتا ہے، عثمان غنیؓ ہچکچائے اور عبداللہ کو لکھا:-

افریقہ پر حملہ کرنا مناسب نہیں، امیر المومنین عمرؓ کو میں نے کہتے سنا ہے کہ اپنے جیتے جی میں کسی مسلمان کو افریقہ پر حملہ نہ کرنے دوں گا، ان کو افریقہ پر فوج کشی ناپسند تھی اس لئے میں بھی ناپسند کرتا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ مسلمان اس ساحلی علاقہ میں جا کر سرگرداں اور پریشان ہوں!

اس سلسلہ سے عبداللہ کی حوصلہ شکنی تو ضرور ہوئی لیکن انہوں نے فوج کشی کا ارادہ ترک نہیں کیا، کچھ دن خاموش رہ کر انہوں نے تونس پر ترک تازی کے لئے رسالے بھیجے جو بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوئے، عبداللہ نے خمس کے ساتھ مرکز کو ایک رپورٹ بھیجی جس میں تونس کی اس تازہ ترک تازی، وہاں کی دولت اور آسان فتح کا بڑے پرجوش انداز میں ذکر تھا، عثمان غنیؓ کی ہمت بڑھ گئی، انہوں نے عبداللہ کو فوج کشی کی اجازت

دے دی اور مدینہ سے صحابہ اور ان کے جوان لڑکوں کا ایک بڑا دل بھی بھیجا، آنے والی جنگ میں جو مال غنیمت عربوں کے ہاتھ آیا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ خُمس نکالنے کے بعد بیس ہزار فوج کے ہر سوار کو پندرہ ہزار اور ہر پیادہ سپاہی کو پانچ ہزار روپے کا حصہ ملا، اس شکست سے بوکھلا کر افریقیہ کے رومیوں نے عربوں سے یہ معاہدہ کر لیا کہ وہ ان کو سالانہ چھتر لاکھ روپے دیا کریں گے اور عرب اپنے علاقہ کو لوٹ جائیں گے اور ان کے ملک پر حملہ نہیں کریں گے، یہ معاہدہ کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر واپس چلے آئے۔

۱۹۔ اَنَدُلُس پر چڑھائی کرنے والے مجاہدوں کے نام

سیف بن عمر کی رائے ہے کہ اَنَدُلُس عثمان غنیؓ کے زمانہ میں اور براہِ راست ان کے حکم سے فتح ہوا، زیادہ مقبول اور مستند قول یہ ہے کہ اس کو طارقؓ نے ۹۲ھ میں فتح کیا تھا جب شمالی افریقہ پر عربوں کا اجمعی طرح عمل دخل ہو گیا تھا، سیف بن عمر کا تعلق کونہ کے ایک ایسے مدرسہ تاریخ سے ہے جو وسطی اسلامی جوش اور عرب قومیت کے نشہ سے سرشار تھا، سیف کا انتقال ہارون الرشید کے عہد میں سنہ ۱۷۷ھ کے لگ بھگ ہوا، برہہ اور ابتدائی فتوحات اسلام پر دو کتابوں کے مصنف بھی تھے جو خود تو ناپید ہو گئیں لیکن بعد کے مورخوں، بالخصوص ابو جعفر طبری نے ان سے خوشہ چینی کی ہے، سیف کے بیانات اگرچہ بالعموم مفصل اور مربوط ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے دوسرے رُداۃ کی نسبت قاری کے لئے دلکش اور اطمینان بخش لیکن تحقیق کی میزان میں ان کا وزن ہلکا ہوتا ہے، ان پر مبالغہ جھوٹ اور وضع کی طمع کاری ہوتی ہے، ان کا مقصد عرب تاریخ میں عظمت اور شان پیدا کرنا ہوتا ہے، ہمارے خیال میں فتح اَنَدُلُس سے متعلق سیف کی کمال اور مبہم رپورٹ درست نہیں اور اس لئے اس سے متعلق خط بھی یقیناً جعلی ہے، یہ تو آپ خطِ براء

میں جس کی روایت بھی سیف کے مدرسہ کی طرف سے ہوئی ہے بڑھ چکے ہیں کہ عثمان غنیؓ کے پاس خمس افریقہ جمع کرنے جو وفد آیا تھا اس نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو شمالی افریقہ سے ہٹانے کی مانگ کی تھی جس کو عثمان غنیؓ نے منظور کر لیا تھا، عبداللہ شمالی افریقہ میں وہ نائب مقرر کر کے مصر واپس چلے گئے، ان کا نام عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبد العتیس ہے، یہ کون تھے؟ ہم نہیں بتا سکتے، رجال کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں، تاہمی ہو سکتے ہیں لیکن خلفائے راشدین کے زمانہ میں کانڈری اور گورنری باہوم صحابہ کو دی جاتی تھی عثمان غنیؓ نے اندلس پر چڑھائی کرنے کا دونوں کو حکم دیا اور ان مجاہدوں کے نام یہ مراسلہ بھیجا جو اس ڈیوٹی کے لئے منتخب کئے گئے تھے:-

واضح ہو کہ مستطینہ اندلس کی راہ سے فتح ہوگا، اگر تم نے اندلس مسخر کر لیا تو تم فاتحین مستطینہ کے اجر میں شریک ہو جاؤ گے، والسلام

۲۰۔ خط کی دوسری شکل

”واضح ہو کہ مستطینہ براہ اندلس فتح ہو گا۔“

۲۱۔ ابو موسیٰ اشعری کے نام

اسلام سے پہلے ابو موسیٰ اشعری تجارت کرتے تھے، وہ بحر قلزم کے ساحلی مقامات، جزیروں اور ملک حبش کا سفر بھی کر چکے تھے، سیاحت اور تجارت سے ان کا ذہنی اتنی وسیع ہو گیا تھا اور دنیوی معاملات کی سوجھ بوجھ پیدا ہو گئی تھی، شاہ میں ان کو رسول اللہؐ نے یمن کے چند ضلعوں میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا اور عمر فاروقؓ نے شاہ میں ان کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا، شاہ سے سترہ تک جب عمر فاروقؓ کا انتقال ہوا وہ اسی عہدہ پر فائز رہے اور اس اثنار میں کئی بار فوجیں لے کر خوزستان اور فارس میں فتوحات کے لئے بھی گئے، چونکہ پرانے تجربہ کار اور کارگزار صحابی تھے، عثمان غنیؓ نے خلیفہ ہو کر ان کو برقرار

رکھا اور ۲۳ھ سے ۲۹ھ تک وہ حکومت بصرہ کے سربراہ رہے، ۲۹ھ میں خوزستان کے گردوں نے بغاوت کی تو انہوں نے جہاد کا اعلان کر دیا اور بصریوں کو پاپیادہ اس ہم پر جا کر عند اللہ ماجور ہونے کی ترغیب دی، اُن میں سے کچھ بخوشی اور کچھ بادلِ ناخواستہ بیدل جانے پر راضی ہو گئے، لیکن چلتے وقت جب انہوں نے دیکھا کہ گورنر کا سامان چالیس خچروں پر لدا ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوئے، اُن کی طرف سے ایک گروہ کے دل میں پہلے ہی سے کدورت موجود تھی، یہ لوگ ایک وفد لے کر عثمان غنیؓ کے پاس گئے اور کہا کہ ابو موسیٰ کو معزول کر دیجئے، ہم ان سے عاجز آ گئے ہیں، وہ بڑے کنبہ پرور اور قبیلہ نواز ہیں: وفد کی خواہش تھی کہ کوئی جوان گورنر بنے تاکہ اس کو اپنے اثر میں رکھ سکیں اور وہ حکومت کے معاملات میں ان کا دست نگر رہے، عثمان غنیؓ نے ان کی عرضداشت منظور کی اور عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کیا، عبداللہ بچیس سالہ جوان اور عثمان غنیؓ کے ماموں زاد بھائی تھے، یہ کوئی بڑے مدبر تو نہ تھے لیکن ان کے مزاج میں نرمی اور فیاضی بے حد تھی اور یہ وہ صفات تھے جن کو عربوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی، اس موقع پر عثمان غنیؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو یہ مراسلہ بھیجا:-

”میں تم کو نااہلی یا بددیانتی کی وجہ سے برطرف نہیں کر رہا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ تم کو رسول اللہ، ان کے بعد ابو بکرؓ اور پھر عمرؓ نے عہدے دیئے تھے میں تمہاری اعلیٰ خدمات سے واقف ہوں، مجھے اس بات کا بھی پورا شعور ہے کہ تمہارا تعلق مہاجرین اولین میں سے ہے، تم کو ہٹانے کی وجہ یہ ہے کہ میں عبداللہ بن عامر سے اپنا رشتہ بنا ہونا چاہتا ہوں، میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہاں پہنچ کر تم کو پندرہ ہزار روپے کا عطیہ دیں۔“

اس خط کو پڑھ کر قارئین حیران ہوں گے کیونکہ اس میں اور اس کے مقدم میں کلام ہوا

تناقض ہے، مقدمہ میں ابو موسیٰ اشعری کی برطرفی کا سبب اہل بصرہ کی شکایت بتائی گئی
گئی ہے اور خط میں قرابت داری کو اس کا محرک قرار دیا گیا ہے، تناقض کی وجہ یہ ہے
کہ خط اور مقدمہ کے راوی اور ماخذ الگ الگ ہیں اور جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے
اختلاف رواۃ سے عربی تاریخ و حدیث میں ایک ہی مضمون کبھی اپنے لفظ اور اسلوب
کبھی تفصیلات اور کبھی مرکزی خیال میں بدل جاتا ہے، مقدمہ ابن جریر طبری نے اپنی
تاریخ میں بیان کیا ہے اور خط ابن سعد نے طبقات میں، ہمارا خیال ہے کہ ابو موسیٰ اشعری
کی سفر دلی کا اصلی سبب و مذبحہ کی شکایت ہی تھی، راہ خط تو وہ غالباً عثمان غنی کے مخالفوں
نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔

۲۲۔ عبداللہ بن عامر کے نام

عثمان غنی کے عہد میں پہلی بار دنیا کے اسلام میں مہمان خانے قائم ہوئے، عراق،
شام اور جنوب غربی ایران میں فتوحات کے بعد امن و قرار کا ماحول پیدا ہو گیا تھا اور
مسلم و غیر مسلم ایک جگہ سے دوسری جگہ بسلسلہ تجارت و ملاقات آنے جانے لگے تھے، ان
لوگوں میں بہت سے ایسے تھے جن کے عزیز یا ہم قبیلہ پردیسوں میں پہلے سے آباد تھے
اور یہ لوگ ان کے ہاں قیام کیا کرتے، لیکن ایسے افراد کی تعداد بھی کم نہ تھی جن کا پردیسوں
میں کوئی رشتہ دار یا دوست شناسا نہ ہوتا، ان لوگوں کو وہاں پہنچ کر خوب پریشانی
اٹھانی پڑتی، مہمان خانوں کی ابتدا ہمارے مورخوں نے اس طرح بیان کی ہے کہ کوفہ
میں جب کوئی قافلہ آتا تو وہاں کے کچھ خیر اندیش لوگ سنا دی کر اتے کہ جن لوگوں کے
عزیز و اقارب نہ ہوں وہ ہمارے ہاں آکر ٹھہریں، ان لوگوں نے شہر میں کئی جگہ مکان
لے لئے تھے جہاں پردیسوں کو ٹھہرایا جاتا تھا، یہ سترہ کے لگ بھگ کا واقعہ ہے، عثمان
غنی کو جب معلوم ہوا کہ کوفہ میں مہمان خانے کھولے گئے ہیں تو ان کو یہ اقدام پسند آیا

اور انہوں نے مدینہ کے مسافروں اور سرکاری عملہ کے لئے اکثر صد مقاموں میں ڈاک بنگلے بنوا دیئے، ذیل کا خط اسی موضوع پر ہے :-

”بصرہ میں ایک مہمان خانہ بنواؤ جس میں مدینہ کے مسافر اور ہمارے موالی (جو تجارت وغیرہ کے لئے جاتے ہیں) قیام کر سکیں۔“

یہ حکم پا کر ابن عامر نے جن کو رفاہی کاموں سے غاص دلچسپی تھی ایک ہی جگہ آئے سامنے دو مہمان خانے بنوا دیئے جن میں سے ایک کا نام قصر عثمان تھا اور دوسرے کا قصر ملکہ۔

۲۳۔ عبداللہ بن مسعود کے نام

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کے عہد میں جزیرہ نمائے عرب کے ہزاروں دیہاتی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے، عمر فاروق کے زمانہ میں یہ لوگ عراق و شام فتح کر کے بصرہ اور کوفہ میں آباد ہو گئے، جب کہیں بغاوت ہوتی یا نئی فتح کے لئے فوج بھیجی جاتی تو یہ لوگ باری باری سے جایا کرتے لیکن زیادہ تر ان کو فرصت ہی رہتی، حکومت کی طرف سے ان کا رٹن اور تنخواہ مقرر تھی، فرصت اور فراغیابی انسان کے دوست نا دشمن ہیں ان کو پا کر کچھ لوگ عیاش ہو جاتے ہیں اور کچھ مفسد، اجتماعی صلاح و توازن کے لئے فراغیابی کے ساتھ فرصت کا جوڑا اکثر مضر ثابت ہوتا ہے جیسا کہ عربوں کے معاملہ میں ہوا عثمان غنی کے خلاف جو تحریک اٹھی وہ فراغیابی کے ساتھ فرصت ہی کی مرہون تھی، رطلہ جو یہ نکتہ سمجھتے تھے کبھی کبھی اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ میں تمہارے فقر سے زیادہ تمہاری خوشحالی سے خائف ہوں اور جب وہ حیرانی سے پوچھتے یہ کیوں تو وہ کہتے: اس لئے کہ خوشحالی آتے

ہم آپس میں لڑنے لگو گئے۔“ فرصت کے اوقات میں بصرہ اور کوفہ کے فوجی عرب اکثر ٹولیاں بنا کر مل بیٹھتے اور حالات حاضرہ پر گفتگو، تبصرہ اور نقد کیا کرتے، یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ پیامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک لیڈر سیلمہ تھا جو رسول اللہ کے مقابلہ میں بنی

بن بیٹھا تھا اور جس کی نبوت بنو حنیفہ نے تسلیم کر لی تھی، یہ لوگ ابوبکر صدیق کے زمانہ میں اس جوش اور لگن سے بڑے تھے کہ اسلامی فوج کا بیشتر حصہ مارا گیا تھا، بنو حنیفہ مسلمان ہو گئے تھے لیکن ان میں ایسے افراد اب تک موجود تھے جو مسلمانہ کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے، عبداللہ بن مسعود کو جو کوفہ میں سرکاری معلم قرآن تھے معلوم ہوا کہ بنو حنیفہ کی ایک جماعت مسلمانہ کے مناتب بیان کرتی ہے اور اس کی نبوت کی معترف ہے، انہوں نے اس گروہ کو گرفتار کر لیا اور مر کرنے ان کی شکایت کی تو یہ فرماں آیا،

”ان لوگوں کو دین اسلام اور کلمہ شہادت کی دعوت دو، جو اس دعوت کو مان لے اور مسلمانہ کی نبوت سے توبہ کر لے اس کو چھوڑ دو اور جو ایسا نہ نہ کرے اور مسلمانہ کا قاتل رہے اس کو قتل کر دو۔“

۲۴۔ عبداللہ بن مسعود کے نام

اپنی امارت کو ذکے زمانہ میں ولید بن عقیبہ کو روپے کی ضرورت ہوئی، خزانہ کے نگران عبداللہ بن مسعود تھے، ولید نے ان سے روپیہ قرض لیا اور ایک وقت مقررہ پر واپس کرنے کا وعدہ کر لیا، یہ کوئی نئی بات نہ تھی، مسلم عرب حکام اپنی ذاتی ضرورت کے لئے خزانہ سے برابر قرض لیا کرتے تھے اور بعد میں ادا کر دیتے تھے، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی ثوب وقتہ فوقہ بیت المال سے قرضے لیتے رہتے تھے، عمر فاروق کا جب انتقال ہوا تو ان پر بیت المال کا تینتالیس ہزار روپے (جمعاً سی ہزار درہم) قرضہ تھا جو ان کی جائداد سے ادا کیا گیا، کسی مجبوری کے باعث ولید مقررہ ميعاد پر قرضہ ادا نہ کر سکے تو عبداللہ بن مسعود نے ان سے تقاضہ کیا، ولید نے معذرت کی اور کہا ابھی روپے کا بندوبست نہیں ہوا، پھر دسے دوں گا، عبداللہ بن مسعود بگڑ گئے اور دونوں میں بدکلامی ہوئی، ولید کو قدرتی طور پر عبداللہ بن مسعود کی سختی ناگوار گذری کیونکہ وہ گورنر تھے اور نگران خزانہ

اصولاً ان کا ماتحت، ولید نے وہ ترش باتیں جو عبداللہ بن مسعود نے کی تھیں عثمان غنی کو لکھ بھیجیں، وہ آزرده ہوئے اور یہ عتاب آمیز خط عبداللہ کو لکھا:-

”واضح ہو کہ تم ہمارے خزاہی ہو لہذا اس روپے کے بارے میں ولید کو پریشان نہ کرو جو انہوں نے بیت المال سے لیا ہے۔“

عبداللہ بن مسعود خط پڑھ کر سخت برہم ہوئے، خزانہ کی چابیاں لیں اور ولید کے سامنے لے جا کر پٹخ دیں اور بولے: میں سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خزاہی ہوں مجھے تمہارا خزاہی نہیں بننا ہے! اس واقعہ نے عثمان غنیؓ کے ساتھ عبداللہ کی وفاداری پر کاری ضرب لگائی اور وہ عثمان غنی اور ان کی حکومت کے بداندیش ہو گئے۔

۲۵۔ ولید بن عقبہ کے نام

کوفہ میں عثمان غنیؓ کے مخالفوں میں تین قسم کے لوگ تھے: ایک وہ جن کو ان سے ذاتی پرغاش تھی دوسرے وہ جو ان کے گورزدوں سے ناخوش تھے اور تیسرے وہ جو ان کو معزول کر کے علی حیدرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، اس تیسرے گروہ میں سب سے پہلے جن لوگوں نے عثمان غنیؓ کے خلاف اور علی حیدرؓ کے حق میں پبلک ایجیٹیشن شروع کیا وہ کوفہ کے دو عرب تھے عمرو بن زرارہؓ غنی اور کیس بن زیادؓ غنی، ان دونوں کے باپ صحابی تھے، ایک دن گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کو خبر ہوئی کہ عمرو بن زرارہؓ غنی نے عام جلسہ میں عثمان غنیؓ کو برا بھلا کہا اور علی حیدرؓ کی منقبت بیان کر کے لوگوں سے اپیل کی کہ ان کو خلیفہ بنانے کی کوشش کریں، ولید نے عمرو بن زرارہؓ کی بغاوت انگیز تقریر کی رپورٹ عثمان غنیؓ کو بھیجی تو یہ جواب آیا:-

”ابن زرارہ ایک یہودہ بدو ہے، اس کو کوفہ سے جلا وطن کر کے شام بھیج دو۔“

۲۶۔ عثمان بن ابی العاص ثقفی کو دستاویز

عثمان بن ابی العاص ثقفی طائف کے ایک تاجر کے بیٹے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان میں صلاحیت دیکھ کر طائف کی گورنری ان کو سونپ دی تھی، اس عہدہ پر وہ پانچ چھ سال فائز رہے، باحوصلہ آدمی تھے، ترقی کے آرزو مند، عمر فاروق نے ان کو بحرین و عمان اور بقول بعض بحرین و یامہ کا گورنر مقرر کیا، خلیج فارس کا جنوبی ساحل بحرین کہلاتا تھا، اس پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی، شمالی ساحل پر ساسانیوں کی حکومت تھی، عثمان ثقفی نے ایک بیڑہ تیار کر کے شمالی ساحل پر فوجیں اتار دیں اور چند شہروں پر قابض ہو گئے انہوں نے یہاں کئی فوجی اڈے بنائے جہاں سے اندرون ساحل کے شہروں پر چڑھائی کیا کرتے تھے، خلیج فارس کا یہ شمالی ساحل ساسانی حکومت کے صوبہ فارس کا حصہ تھا، اس کی حدیں مشرق میں کرمان اور مغرب میں خوزستان (اہواز) سے ملی ہوئی تھیں، صوبہ فارس میں پہاڑ، دریا اور قلعے بہت تھے، اس وجہ سے یہاں تسخیر کا کام بہت دشوار تھا، تاہم عثمان ثقفی برابر آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ وسط صوبہ تک پہنچ گئے اور اگلے چند سال میں انہوں نے اس کا بیشتر حصہ فتح کر لیا، غالباً ۳۵ھ میں ان کو عثمان غنیؓ نے معزول کر دیا، معزولی کے صحیح اسباب ہمیں معلوم نہیں لیکن قرآن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بصرہ کے نئے گورنر عبداللہ بن عامر بن کرز کے اشارہ سے ایسا کیا گیا، عبداللہ اسی سال یا کچھ پہلے گورنر ہوئے تھے، نو عمر اور ہا انگ آدمی تھے، ان کی تمنا تھی کہ مملکت فارس کے غیر مقبوضہ علاقوں کی فتح کا سہرا ان ہی کے سر بندھے، معزولی کے بعد عثمان ثقفی بصرہ میں آباد ہو گئے۔

مدینہ میں عمر فاروق نے مسجد نبوی سے قریب عثمان ثقفی کے لئے ایک مکان خرید لیا، شام میں شام سے لوٹ کر جب انہوں نے مسجد کی دیواریں پکی کرائیں اور اس کا رقبہ بڑھایا تو یہ مکان مسجد سے بے حد قریب ہو گیا، ۳۵ھ میں عثمان غنیؓ نے مسجد کی

توسیع و تجدید کرائی تو عثمان ثقفی کا مکان اس میں منم کر دیا گیا، عثمان غنیؓ بے حد فراخ دل آدمی تھے، انہوں نے عثمان ثقفی کے دہرے خسارہ (معزولی مکان) کے لئے بصرہ کے پاس ان کو کافی جائیداد اور اراضی عطا کی جس کا اندازہ ہمارے بعض مورخین دس ہزار جریب لگاتے ہیں، اس عطیہ کی انہوں نے ایک دستاویز کے ذریعہ توثیق کی جیسا کہ ابھی آپ پڑھیں گے اور اپنے گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ حسب دستاویز عثمان ثقفی کو اراضی دے دیں۔

دستاویز

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبداللہ عثمان امیر المومنین کی طرف سے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو یہ دستاویز دی جاتی ہے کہ میں نے تم کو مندرجہ ذیل جائیداد دارمندی دی ہے: (۱) شط (۲) اُبدہ کے سامنے والا مقابلہ بنائی گاؤں (۳) وہ گاؤں جو پہلے زیر آب تھا لیکن جس کو (ابو موسیٰ) اشعری نے قابل کاشت بنالیا تھا، (۴) شط کے سامنے والی زیر آب اراضی و جنگلات، جزائرہ اور دبر جابل کے مابین ان دو قبروں تک جو اُبدہ کے بالقابل واقع ہیں۔

میں نے عبداللہ بن عامر کو ہدایت کر دی ہے کہ تم کو اتنی اراضی دے دیں جتنی تم سمجھتے ہو کہ تم اور تمہارے لڑکے درست کر کے قابل کاشت بنالیں گے یا تمہارا کوئی بھائی جس کو تم اس کا کچھ حصہ دینا چاہو، اگر اس اراضی کا کوئی حصہ تم ٹھیک نہ کر سکو تو امیر المومنین کو حق ہو گا کہ وہ کسی ایسے شخص کو دے دیں جو اس کو درست کر سکے، یہ اراضی اور جائیداد میں نے تم کو اس زمین (مکان) کے عوض دی ہے جو مدینہ میں (توسیع مسجد کے لئے) میں نے تم سے لی ہے اور جس کو امیر المومنین عمرؓ نے تمہارے لئے خریدا تھا، اس جائیداد اور اراضی کی جتنی قیمت تمہارے مکان کی قیمت سے زیادہ ہو وہ میری طرف سے

لے ایک جریب لگ بھگ ڈیڑھ سومریج گز۔

ہے تہاری مغزولی کی مکافات کے طور پر۔

میں نے عبداللہ بن عامر کو لکھ دیا ہے کہ ارضی کی اصلاح کے کام میں تہا
ساتھ تعاون کریں، خدا کا نام لے کر اس کی اصلاح میں لگ جاؤ۔
یہاں شَطْ، اُبْلَہ، جَزَارَہ اور دیر جاہِل و ضاحت کے محتاج نہیں۔
شَط سے مراد وہ ساری پُر دلدل اور زیر آب ارضی ہے جو درجہ فُرات
کے جنوبی دہانہ پر اُبْلَہ سے متصل بصرہ کی سمت میں لیکن بصرہ سے بارہ تیرہ میل اوپر
واقع تھی۔

اُبْلَہ درجہ فُرات کے دہانہ میں ایک بڑا بندرگاہ تھا جہاں سندھ، ہند، لنکا،
انڈونیشیا اور ملایا وغیرہ سے براہ آب اور مصر، شام، عراق، آسیا صغریٰ اور فارس
سے براہ خشکی سامان تجارت آتا جاتا تھا، یہ بصرہ کے شمال مشرق میں چار فرسخ (لگ
بھگ سترہ انگریزی میل) کے فاصلہ پر تھا، یہاں سے بصرہ تک ایک نہر تھی جس کو نہر اُبْلَہ
کہتے تھے، اس نہر کا بقدر ایک فرسخ شمالی حصہ قدرتی تھا باقی تین فرسخ (چودہ انگریزی
میل) کھودا گیا تھا۔

جَزَارَہ تین میں خَزَارَہ ہے جو جَزَارَہ کی تحریف معلوم ہوتی ہے، اُبْلَہ سے ایک
فرسخ (سترہ انگریزی میل) جنوب میں بہ سمت بصرہ ایک کھاڑی تھی، اس کے سرے پر
ایک لمبی چوڑی جھیل سی بن گئی تھی جس میں مد کے زمانہ میں سمندر کا پانی چڑھ آتا تھا،
اس جھیل کو جَزَارَہ یا اُجَانہ کہتے تھے، اس جھیل سے بصرہ تک ایک نہر (نہر اُبْلَہ کا
جنوبی حصہ) کھودی گئی جس کی لمبائی تین فرسخ تھی۔

دیر جاہِل: یہ ایک گرجا تھا، اس کے جائے وقوع کی ہمارے ماخذوں نے
کوئی مفید وضاحت نہیں کی، یا قوت کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ

جلد- فرات کے جنوبی دہانہ پر واقع تھا اور یہاں سے بصرہ کی طرف ایک کھاڑی نکلتی تھی
نیز یہ کہ اس کھاڑی سے عبداللہ بن عامر گور زبصرہ نے ایک نہر کھدوائی تھی جس کو نہر نافذ
کہتے تھے۔

۲۷- عبداللہ بن عامر بن کریر کے نام

حکیم بن جبلة بصرہ کا ایک قبائلی لیڈر تھا، اُس کا تعلق قبیلہ عبد القیس سے تھا جو اسلام
سے پہلے خلیج فارس کے ساحل پر آباد تھا، اس ساحل کو بحرین کہتے تھے، یہاں بسنے والے
قبیلوں کے بہت سے افراد بحری سفر کا تجربہ رکھتے تھے اور بحرین کے جہازوں کے ساتھ
مکران، سندھ، کچھ، گجرات، ہمارا شتر، کراالا اور لنکا وغیرہ کا سفر کر چکے تھے، چنانچہ پہلی صدی
بحری میں جب عرب فوجیں مکران، بلوچستان، سندھ اور گجرات کی طرف بھیجی جاتیں تو
عبد القیس کے تجربہ کار اشخاص کو کمانڈر، رہبر اور کپتان کی حیثیت سے ان کے ساتھ کیا
جاتا تھا، عبد القیس کی ایک شاخ بصرہ میں آباد ہو گئی تھی اور اس کے ساتھ حکیم بن جبلة،
۲۷ھ میں بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر نے عثمان غنیؓ کے اشارہ سے ایک کمیشن مکران
اور سرحد سندھ کے حالات و وسائل کا جائزہ لینے بھیجا تو حکیم کو اس کمیشن کا لیڈر مقرر کیا، حکیم
مکران تک آیا اور وہیں جاکر خلیفہ کو مطلع کیا کہ وہ ایک بے آب و گیاہ وسائل سے محروم علاقہ
ہے، بلوچ، جاٹ اور قفص ڈاکوؤں سے بھرا ہوا اور اس قابل نہیں کہ اس پر فوج کشی کی
جائے، چنانچہ عثمان غنیؓ کے عہد میں مکران اور سندھ میں کوئی فوج نہیں بھیجی گئی، آپ کو یہ
سن کر تعجب ہو گا کہ کچھ دن بعد ہی حکیم نے عثمان غنیؓ کے مخالفوں کی صفِ اول میں جگہ لی
اور ان کی حکومت کو اُلٹنے کے لئے جو تحریک چلی ہوئی تھی اس میں ہیر و کا پارٹ ادا کیا، عزت
دولت، رسوخ و سربندی کی اُنگ اس مخالف تحریک کی روح رواں تھی، حکیم بن جبلة بھی

۵۷ھ بم البلدان ۲۶۵-۲۶۶ و فتوح البلدان ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۲ و کتاب العارف ص ۱۱۷-۱۱۸ و استیعاب

۲۸۳/۲ و مجملہ ص ۱۲۷ ۵۷ھ فتوح البلدان ص ۲۳۷ و استیعاب ۱۲۱/۱ -

عزت و سر بلندی کا مستوالا تھا، گورنر بصرہ ابن عامر بڑے فراخ دست اور مخیر آدمی تھے، انہوں نے فلاح عام کے کام بھی کئے اور اپنی غیر معمولی فیاضی بلکہ فضول خرچی سے بصرہ کے مذہبی و بقائی اعیان کو خوش رکھنے کی بھی کوشش کی، تاہم ایک ایسے شہر میں جہاں درجنوں قبیلے آباد تھے، جن کی تاریخ و روایات مختلف رہ چکی تھیں، جن کی انگلیں غیر متوازن تھیں اور ایک دوسرے سے متصادم بھی، سب کو خوش رکھنا ممکن نہ تھا، اس کے علاوہ مدینہ کی سیاسی پارٹیوں کے ایکٹ اپنا کام کر رہے تھے اور نو مسلم یہودی ابن سبا اپنا منتر پھونک کر بہت سے دلوں میں حکومت کے خلاف نفرت و بغاوت کے شعلے بھڑکا چکا تھا، گورنر بصرہ سے جب حکیم کی تمنا میں پوری نہ ہوئیں تو وہ مخالف کیمپ میں چلا گیا، وہ ابن سبا کا راز دار اور جو شیلا کارکن ہو گیا، شاید ابن سبا کے تخریبی مشورہ کا ہی یہ اثر تھا کہ حکیم ایک شریف آدمی کے مرتبہ سے ایک ڈاکو اور قزاق کی سطح پر آگرا، ہمارے رپورٹر بتاتے ہیں کہ جب وہ بصرہ کی فوجوں کے ساتھ کسی ہم سے ٹوٹا تو سبائی ذہنیت کی ایک جماعت کے ساتھ فارس کے سرسبز دیہاتوں میں رک جاتا اور وہاں کے باشندوں کو لوٹ کھسوٹ کر واپس آجاتا، اس کی دست درازی کی شکایتیں ذی اور مسلمان رعایا کی طرف سے خلیفہ کو موصول ہوئیں تو انہوں نے عبداللہ بن عامر کو لکھا:-

”حکیم اور اس جیسے مفندوں کو حراست میں لے لو اور جب تک اس کے جال ملن کی طرف سے اطمینان نہ ہو جائے اس کو بصرہ سے باہر نہ جانے دیجئے۔“

۲۸۔ مرکزی شہروں کے مسلمانوں کے نام

قرآن کب اور کس کے ہاتھوں میں ہوا؟ اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ تدوین قرآن کا کام عمر فاروق نے اپنے عہد خلافت میں کرایا اور اس کا محرک یہ ہوا کہ ایک بار انہوں نے کسی آیت کے بارے میں دریافت کیا تو ان کو

بتایا گیا کہ وہ آیت ایک صحابی کو یاد تھی جو جنگِ یمامہ میں مارے گئے، عمر فاروقؓ نے اِن آیت پر بھی اور قرآن جمع کرنے کا حکم دے دیا، قرآن کا کافی حصہ رسول اللہ کے عہد میں مختلف چیزوں جیسے چمڑے، ہڈی اور کھجور کی ہٹنیوں پر لکھا ہوا موجود تھا اور کافی حصہ لوگوں کو یاد تھا، لکھا ہوا حصہ یک جا کر لیا گیا اور جو حفظ تھا اس کو لکھ لیا گیا، عمر فاروقؓ نے اعلان کیا کہ جس جس کو قرآن کی کوئی آیت یاد ہو وہ آکر لکھوا دے، لیکن انہوں نے یہ احتیاط برتی کہ فردِ واحد کی کوئی آیت اس وقت تک نہ لیتے جب تک دوسرا شخص شہادت نہ دے دیتا کہ اس نے بھی رسول اللہ سے وہ آیت سنی تھی، ایک قرآن کھین کی نگرانی میں جب سارا قرآن جمع ہو گیا تو اس کو ترتیب دے کر لکھوا لیا گیا، پھر اس کے چار نسخے تیار کرائے گئے ایک کو ذبیحہ دیا گیا، دوسرا بصرہ، تیسرا شام اور چوتھا مدینہ میں رکھ لیا گیا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ عمر فاروقؓ قرآن جمع کرنے اور لکھوانے سے پہلے ہنوز فارغ نہ ہوئے تھے کہ ان کے قتل کا واقعہ پیش آگیا، تاہم عثمان غنیؓ نے خلیفہ ہو کر یہ کام جاری رکھا، ان کی پالیسی بھی یہی تھی کہ شخص واحد کی کوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کرتے جب تک دوسرا اس کی توثیق نہ کر دیتا ہے۔

تیسری اور زیادہ مشہور و متداول اور غالباً صحیح رائے یہ ہے کہ قرآن کی تدوین و کتابت میں عمر فاروقؓ نے کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ یہ کام عثمان غنیؓ کے عہد میں مخصوص حالات کے زیر اثر عمل میں آیا، ایک؛ بقول بعض محدثین اور بقول بعض محدثین میں لیکن متعلقہ اقوال و روایات کے تتبع سے اس بات کا غالب قرینہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن جمع کرنے کا کام ۳۵ھ اور ۳۶ھ یا ۳۷ھ کے درمیان واقع ہوا۔

عمر فاروقؓ نے عرب چھاؤنیوں اور صدر مقاموں میں معلم قرآن مقرر کر دیئے تھے جو سب کے سب صحابہ تھے، صحابہ کی جس طرح ذہنی و اخلاقی سطح ایک دوسرے سے

مختلف تھی اسی طرح ان کی یادداشت بھی ایک سی نہ تھی، چنانچہ کسی کو قرآن کی آیتیں اسی طرح یاد رہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے تلقین کی تھیں اور کسی کے حافظہ میں آیتوں کی ترتیب بدل گئی اور کہیں کہیں الفاظ بھی، زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مٹے صحابہ کی الگ الگ قرائتیں مشہور ہو گئیں مثلاً مدینہ میں ابی بن کعب کی قرات مکہ میں عبداللہ بن مسعود کی قرات ہر صحابی معلم کے شاگرد جب تک اپنے اپنے شہروں میں رہتے کوئی ہنگامہ نہ ہوتا لیکن جب وہ لام پر جاتے جہاں مختلف چھاؤنیوں کی نو جس جمع ہوتیں اور ایک کیمپ میں بود و باش کرتیں تو خطرناک صورت حال پیدا ہو جاتی، ہر چھاؤنی کے عرب نہ صرف اپنی قرات پر فخر و ناز کرتے اور اپنے اپنے صحابی معلموں کو معصوم عن الخطا ٹھہراتے بلکہ دوسری قرات کا مذاق اڑاتے اور کبھی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ دوسری قرات والوں کو کافر قرار دے دیتے، اس قسم کی شکایتیں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آتی رہتی تھیں، دوسری طرف خود مرکز خلافت یعنی مدینہ قرائتی تعصب کی زد میں آیا ہوا تھا، ایک تابعی محدث ابو قلابہ (متوفی ۱۸۵ھ) بتاتے ہیں کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو معلم بچوں کو قرآن پڑھاتے وہ بڑے صحابہ مثلاً ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے، ان صحابہ کی قرات ایک دوسرے سے مختلف تھی، اس لئے معلم بھی بچوں کو مختلف قراتوں میں قرآن پڑھاتے تھے، اختلاف قرات سے بچوں کے گھروالے پریشان ہوتے اور معلموں سے اس کی شکایت کرتے تو ان میں سے ہر شخص اپنی قرات کی تعریف اور دوسری قراتوں کی تنقید کرنے لگتا، یہ تھے وہ حالات جنہوں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن اور اس کی تدوین کی طرف متوجہ کیا، یہ عظیم الشان کام جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کئی برس میں پایہ تکمیل کو پہنچا ایک قرآن کمیشن مقرر کیا گیا جس کا کام تھا (۱) قرآن کے کلمے ہوئے اجزاء (مکتوب و محفوظ) کو یک جا کرنا (۲) نقد قرات کو ختم کر کے وحدت قرات پیدا کرنا (۳) آیتوں کو مرتب کر کے سورتیں بنانا (۴) اہل قرآن کو قلمبند کرنا۔ اس طرح جو قرآن تیار ہوا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نے اس کے متعدد نسخے لکھوائے اور ہر چھاؤنی نیز صدر مقام کو فرمانِ ذیل کے ساتھ ایک ایک نسخہ بھیج دیا۔

” میں نے قرآن کے معاملہ میں ایسا کیا جو دینی اختلافِ قرأت و ترتیب کو ختم کرنے کے لئے اس کو مدون کرنا پڑا ہے، اس کے جو اجزاء میرے پاس تھے ان کو میں نے (دھو کر) مٹا ڈالا ہے، آپ کے پاس جو مجموعے ہوں اُن کو بھی (دھو کر) مٹا ڈالیں۔“

متن کے الفاظ ہیں: ”إني صنعت كذا وكذا“ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی کو خط کے صحیح الفاظ یاد نہیں تھے اس لئے اس نے جمع و تدوینِ قرآن کی طرف محض مبہم اشارہ کرنے پر اکتفا کیا، دوسری غلطی اس نے یہ کی کہ اپنے اس اشارہ کو عثمان غنیؓ کی طرف منسوب کر دیا۔

۲۹- ولید بن عقیبہ کے نام

عرب چھاؤنیوں اور صدر مقاموں میں قرآن کے جتنے نسخے مل سکے وہ سب حکومت کی زیر نگرانی جمع کر لئے گئے اور ان کو پانی اور سرکہ کے مرکب سے دھو ڈالا گیا حروف دھل گئے کاغذ کج رہا، دوسری اور زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ نسخے جلادیئے گئے، صرف ایک جگہ مذکورہ بالا فرمانِ ملافہ کی مخالفت ہوئی اور وہ تھا کوفہ، یہاں آٹھ نو برس سے صحابی عبد اللہ بن مسعود معلمِ قرآن و قانونِ اسلام کے فرائض انجام دے رہے تھے، ان کے شاگردوں اور معتقدین کا حلقہ کافی بڑا تھا، سرکاری خزانہ کی نگرانی بھی ان کے سپرد تھی لیکن عثمان غنیؓ کے زمانہ میں وہ ناراض ہو کر اس سے دستبردار ہو گئے تھے عبد اللہ بن مسعود کو قرآن سے غیر معمولی شغف تھا، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خود قرآن جمع کیا تھا اور رسول اللہؐ کے سامنے اس کی تلاوت کر کے کئی بار تصحیح کر لی تھی، اُن

کو اپنے اس مجموعہ سے جذباتی لگاؤ تھا اور اس پر فخر کرتے تھے، یہ مجموعہ عثمان غنیؓ کے ترکہ قرآن سے کس حد تک مختلف تھا یہ ہم نہیں بتا سکتے، البتہ اتنا معلوم ہے کہ اس کی ترتیب سرکاری قرآن سے مختلف تھی اور الفاظ میں بھی کہیں کہیں فرق تھا، خزانہ سے احتجاجی استغفار دینے کے بعد عبداللہ بن مسعود کا دل عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی طرف سے مکدر ہو گیا تھا اور ان کی ہمدردیاں مخالف جماعت سے وابستہ ہو گئی تھیں، وہ خلیفہ اور ان کے گورنروں پر اعتراض کرتے تھے، جب ان سے گورنر ولید نے کہا کہ اپنا مجموعہ دے دیجئے اور آئندہ سرکاری قرآن کے مطابق تعلیم دیجئے تو وہ بہت براہم ہوئے اور اپنا مجموعہ دینے سے انکار کر دیا، تعلقات کشیدہ تو تھے ہی اور زیادہ کڑے ہو گئے، عبداللہ بن مسعود کی زبان طعن کھل گئی، گورنر نے صورت حال سے مطلع کیا تو جواب آیا:-

”اسلام اور مسلمانوں کو تباہی سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ عبداللہ بن مسعود کو یہاں بھیج دو“

۳۰۔ خط کی دوسری شکل

”اگر عبداللہ بن طعن چھوڑ دیں تو پھر درہان کو یہاں بھیج دو“

۳۱۔ اکابر کوذ کے نام

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ولید بن عقبہ کی گورنری کوذ کے زمانہ میں شہر کے چند نوجوانوں نے ایک شخص کے گھر میں نقب لگا کر اس کو قتل کر دیا تھا اور عثمان غنیؓ نے ان کو سزائے موت دی تھی جس کے نتیجہ میں ان کے بزرگ، اجلب اور ہم قبیلہ ولید اور عثمان غنیؓ کے دشمن ہو گئے تھے اور ان سے انتقام لینا چاہتے تھے، ولید جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں تجربا اور لائن حاکم تھے، انہوں نے گورنر ہو کر رواداری اور بے تعصبی سے حکومت کی اور خاص دعام سب کو خوش رکھنے کی کوشش کی، عام لوگ ان کے حسن سلوک سے خوش رہے

لیکن بہت سے اکابر شہران سے کبیدہ خاطر ہو گئے، اس کے چند در چند اسباب تھے: ایک سبب یہ تھا کہ انہوں نے کسی ایک طبقہ، گروہ یا قبیلہ کو اپنے دربار میں مخصوص اعزاز و مراعات نہیں دی تھی، دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے سرکاری آمدنی میں غلاموں اور لونڈیوں کا بھی حصہ مقرر کر دیا تھا اور تیسری وجہ یہ تھی کہ بڑے چھوٹے سب کو ان سے ملنے کی اجازت آسانی تھی، اُن کے دروازہ پر نہ کوئی پہرہ تھا نہ روک ٹوک، ہر شخص ان سے مل کر اپنی شکایت اور مشکل پیش کر سکتا تھا، باریابی کی یہ آسانی و ارزانی بھی بڑے لوگوں کو کھٹکتی تھی اور اس کو وہ اپنی حق تلفی سمجھتے تھے، منتقم گروہ کو شہر کے کبیدہ خاطر اکابر کی اخلاقی تائید و معاونت ہو گئی اور انہوں نے ولید اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے خلاف ایک محاذ بنالیا، انہوں نے پردہ بگیدہ کرنا شروع کیا کہ ولید شراب پیتے ہیں، ایک دن یہ لوگ کوفہ کے بعض اکابر سے ملے، جب وہ بڑی مسجد میں تھے اور کہا کہ اس وقت ولید اپنے ایک دوست کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول ہے، ولید کا مکان بڑی مسجد ہے منسل تھا، یہ اکابر بے درنگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اچانک ولید کے کمرے میں داخل ہو گئے، ولید کے سامنے ایک پلیٹ تھی جو انہوں نے نوادردوں کو دیکھتے ہی چار پائی کے نیچے رکھ دی، ایک شخص نے جھک کر دیکھا تو پلیٹ میں انگور کے کچھ دانے رکھے تھے، ولید نے اس شرم سے کہ چند دانے مہمانوں کے سامنے کیا رکھیں پلیٹ چھپا دی تھی، یہ تھی شراب نوشی کے الزام کی حقیقت، کچھ دن بعد منتقم گروہ نے سرکاری مفتیہ عبداللہ بن مسعود کے سامنے ولید کی شراب نوشی کا چرچا کیا تو انہوں نے کہا: اگر کوئی شخص چھپ کر بُرا کام کرے تو ہمارے لئے مناسب نہیں کہ اس کو جا بکڑیں اور اس کا پردہ چاک کریں: ولید بن عقبہ کو ابن مسعود کے اس جواب کی خبر ہوئی تو انہوں نے مؤخر الذکر کو بلایا اور کہا: ایک منتقم گروہ کے سامنے تم نے میرے بائے میں بے حد نامناسب گفتگو کی، میں چھپ کر کیا کام کرتا ہوں، ایسی بات مستحبہ لوگوں کی نسبت کہی جاتی ہے: عبداللہ بن مسعود و خزانہ سے قرضہ کے معاملہ میں بگڑے ہوئے تھے ہی اس سرسبز

سے اور زیادہ برہم ہو گئے، کچھ دن بعد منتقم گردہ کے بعض افراد ولید کے کمرہ میں داخل ہوئے جہاں وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کی انگلی سے وہ انگلیوں سے اتار لی جس سے سرکاری مہر لگائی جاتی تھی، پھر ایک دندے کر عثمان غنیؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ولید شراب خور ہیں، یہ دیکھئے سرکاری مہر جب وہ مدہوش تھے ہم ان کی انگلی سے اتار لائے، عثمان غنیؓ نے فوراً ولید کو طلب کیا، انہوں نے آکر اپنی صفائی پیش کی اور کہا کہ شکایت کرنے والے اس وقت سے میرے دشمن ہو گئے ہیں جب سے میں نے ان کے رذکوں کو موت کی سزا دی ہے، انہوں نے کو ذہیں محاذ بنایا ہے جس کا مقصد حکومت اور حکام حکومت کے خلاف ہمدرد پکینڈہ کرنا ہے، عثمان غنیؓ خود ولید کی سیرت سے واقف تھے، ان کو بے قصور سمجھتے تھے لیکن شراب نوشی کی شہادت فراہم ہو چکی تھی اور مدینہ کے چند بڑے صحابی جن کا دل عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی طرف سے مکدر تھا، مضر تھے کہ سزا دی جائے، چنانچہ ولید کو کوڑے لگا کر ان کو معزول کر دیا گیا۔

عثمان غنیؓ نے ولید کی جگہ سعید بن عامر کو گورنر مقرر کیا، یہ سعید معزز اور کارگذار قریشی عرب تھے، بڑے فیاض اور سیر چشم، اُس کیٹی کے ممبر بھی رہ چکے تھے جو عثمان غنیؓ نے تہذیب قرآن کے لئے مقرر کی تھی، جب سعید کو ذہ کو روانہ ہونے لگے تو عثمان غنیؓ نے ان کو اکابر کو ذہ کے نام یہ خط دیا:-

تو امخ ہو کہ میں نے ولید بن عقبہ کو جب وہ پختہ عقل اور حرص و آرزو سے پاک صاف ہو چکے تھے آپ کا گورنر مقرر کیا تھا اور ان کو تاکید کر دی تھی کہ آپ کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں، لیکن آپ کو ان کے ساتھ اپنا طرز عمل درست رکھنے کی ہدایت نہیں کی تھی، جب آپ کو ان کے ظاہر میں کوئی خرابی نظر نہ آئی تو آپ نے ان کے باطن پر دیر کیا، اب میں سعید بن عامر کو گورنر

بنا کر بھیج رہا ہوں، وہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ صالح آدمی ہیں، میں
آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ اُن کے ساتھ کوئی بد عنوانی نہ کریں اور اپنے زیر اثر
لوگوں کو بھی اس بات کی ہمائش کر دیں۔

۳۲۔ خط کی دوسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، خدا کی حمد اور رسول اللہ پر درود کے بعد اہل کوفہ کو عبد اللہ
عثمان کی طرف سے دافع ہو کہ کوفیوں کی ایک جماعت میرے پاس آئی اور دلیہ
بن عقیبہ کی شکایت کی اور اس بات کی شہادت دی کہ انہوں نے شراب پی
ہے، اگر یہ شہادت ٹھیک تھی تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دلیہ کو حد شراب
لگا دی گئی ہے اور اگر ان پر جھوٹا الزام تھا تو جھوٹوں کو خدا سزا دے گا،
اس شکایت اور حد شراب کے بعد میں نے دلیہ کو گورزی سے معزول کر دیا
ہے اور ان کی جگہ سعید بن عامر کو جو خاندانی شریف ہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا
ہے، آپ لوگ عذائے جبار سے ڈریں، سعید کا کہا ماننے اور ان کے ساتھ
تعاون کیجئے، حکومت کی خیر اندیشی اور مناصرت آپ کا فرض ہے، تقی سے کام
نہ لیجئے، نہ غیبت کیجئے اور نہ الزام لگائیے، سعید کا جو آپ کے گورنر ہیں اُن
کی شایان شان احترام کیجئے اور خلیفہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کیجئے، میں
نے سعید کو تاکید کر دی ہے کہ عدل و انصاف سے کام لیں اور سب کے ساتھ
حسن سلوک سے پیش آئیں، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ“

۳۳۔ سعید بن عامر کے نام

کوفہ پہنچ کر سعید بن عامر نے ایک بڑے مجمع کے سامنے تقریر کی جس میں وہاں کے فتنہ انگیز
رجحانیت کی مذمت کرتے ہوئے لوگوں کو خبردار کیا کہ باز آجائیں ورنہ ان کے خلاف سخت کارروائی

کی جائے گی، پھر انہوں نے شہر کے حالات کا جائزہ لینا شروع کیا، اس وقت کو ذہ میں چار طبقے تھے، ایک طبقہ ان پرانے مجاہدوں پر مشتمل تھا جن کی کوشش سے عراق فتح ہوا تھا اور جو ۱۹۱۷ء میں وہاں آباد ہو گئے تھے، ان میں بہت سے صحابی تھے اور بہت سے خاندانی عرب، اس طبقہ کا شمار شہر کے اشراف میں ہوتا تھا، دوسرا طبقہ ان عربوں کا تھا جو ۱۹۱۷ء اور اس کے بعد فوج میں بھرتی ہوئے تھے اور ایران کی جنگوں میں حصہ لے کر کو ذہ میں آباد ہو گئے تھے، ان کو زو ادت کہتے تھے، تیسرا طبقہ پہلے کی اولاد پر مشتمل تھا جو اب جوان تھی اور جن میں شی امنگوں کے علاوہ باپ کی خدمات کا زعم بھی موجود تھا، چوتھا طبقہ موالی اور غلاموں کا تھا، جو اپنے آقاؤں کے اشارہ پر چلتے تھے، حالات کا جائزہ لے کر سعید بن عامر اس نتیجے پر پہنچے کہ شہر میں شوریدہ سری اور باغیانہ رجحانات پیدا کرنے میں دوسرے اور تیسرے طبقہ کو خاص دخل ہے، یہ دونوں طبقے شہر پر چھائے ہوئے تھے، تعداد بھی ان کی سب سے زیادہ تھی، محض اپنا فائدہ اور اغراض ان کے پیش نظر تھا، جاہل تنگ نظر لوگ تھے، ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہو جاتے اور تشدد و قانون شکنی پر اتر آتے ان کے مزدور من مانی کے سامنے پہلے طبقہ کے اکابر کی کم ہی چلتی تھی، سعید بن عامر نے مرکز کو ایک رپورٹ بھیجی جس میں لکھا تھا کہ کو ذہ میں شرکشی اور فتنہ پروری کی ہوا چلی ہوئی ہے، دوسرا اور تیسرے طبقہ کے لوگ سراٹھائے ہوئے ہیں اور شہر کے اشراف پر چھائے ہیں، عثمان غنیؓ نے جواب میں لکھا:-

حکومت میں سب سے زیادہ عزت و منزلت پرانے مجاہدوں کو ہے جن کے ہاتھوں عراق فتح ہوا، پھر ان لوگوں کو جو بعد میں وہاں آباد ہوئے، البتہ اگر مجاہدین اولین حکومت کے ساتھ اصلاحی کاموں میں تعاون نہ کریں اور دوسرے طبقہ کے لوگ اس کے لئے تیار ہوں تب مجاہدین اولین کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، سب کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ اور سب کے رتبہ کا خیال

رکھو، رتبہ کی پاسداری ہی میں انصاف ملے ہے۔

۳۴-۳۵۔ سعید بن عاص کے نام

سعید بن عاص نے اپنی گورنری کو فذ کے ابتدائی زمانہ میں ایک شریف عرب خاندان میں شادی کی، یہ خاندان عیسائی تھا، اس کے کچھ ممبر مسلمان تھے اور کچھ عیسائی، لڑکی کا بھائی مسلمان تھا لیکن باپ جس کا نام فرافصہ تھا اپنے آبائی مذہب پر قائم رہا، عثمان غنی کو اس شادی کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی کہ لڑکی میں حسنِ صوری کے ساتھ سیرت کی بھی بہت سی خوبیاں ہیں، ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اگر اس کی کوئی بہن ہو تو خود اس سے شادی کر لیں، اُس وقت ان کی عمر ستر سے متجاوز تھی لیکن تھے بڑے، الدار اور خوش خور و خوش پوش اُن کی تین بیویاں زندہ تھیں، جو تھی بیوی کی گنجائش باقی تھی، عربی سماج میں جیسا کہ ہم کسی دوسرے موقع پر لکھ چکے ہیں تعددِ ازدواج کا عام رواج تھا، اس کے طبعی اور اقتصادی اسباب تھے، محض منی ہوس اس کی وجہ نہ تھی، عرب ایک قحط زدہ اور زیادہ تر بخر ملک تھا اور اب بھی ہے جہاں بقائے حیات کے لئے اکثر غارت گری اور جنگ و قتال کا سہارا لینا پڑتا تھا، جنگ و قتال میں صرف مرد شریک ہوتے اور وہی مارے بھی جاتے، اس لئے عورتوں کی تعداد ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی تھی اور چونکہ عورتیں مردوں کے سہارے جیتیں، ایک ایک مرد کو کئی کئی عورتوں کا فیصل ہونا پڑتا تھا، عرب معاشرہ میں کثیرالازدواج لوگ عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے کیونکہ کثرتِ ازدواج کے معنی تھے معاشی آسودگی جو چند خوش نصیبوں کو ہی میسر ہوتی تھی، عثمان غنی نے سعید کو یہ مراسلہ بھیجا:-

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے قبیلہ کلب کی ایک عورت سے شادی کی ہے

ابو سعید بن عمر تاریخ الامم ۵/۶۲۔ سعید بن عاص کے تقرر کی سہولت تاریخ مسند طبری وغیرہ کے

راوی اسی کے حق میں ہیں، لیکن بلاذری نے فتوح البلدان میں مذکور ہے، طبری تاریخ الامم ۵/۴۲ نے عثمان غنی کی ناکہ سے شادی کا سال ۳۵ء دیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ذیل کا نصیحہ جو ۳۵ء میں سعید کو فذ کے گورنر مقرر کیا گیا

مجھ کو لکھو اس کا حسب نسب کیا ہے اور اس کا من و جمال کس پایہ کا ہے۔“

سعید بن عامر کا جواب پاکر عثمان غنیؓ نے شادی کا ارادہ بکا کر لیا اور سعید کو لکھا :-

”اگر اس لڑکی کی کوئی بہن ہو تو اس سے میری شادی کرا دو۔“
سعید بن عامر کی تحریک پر فرافصہ اپنی لڑکی نائلہ کی عثمان غنیؓ سے شادی کرنے کو تیار ہو گیا، شادی ہو گئی، نائلہ جیسا کہ توقع تھی اچھی بیوی ثابت ہوئیں، شادی کے چند سال بعد جس وقت عثمان غنیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو یہ نائلہ ہی تھیں جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا دی اور شوہر پر جھک کر اپنے ہاتھ سے تلوار کا وارو کا اور اس کو شش میں دو انگلیاں قربان کر دیں اعدت کے بعد بہت دن تک امیر معاویہ ان سے شادی کرنے کے خواہشمند رہے اور ان کی طرف سے برابر تحریک و ترغیب کا سلسلہ جاری رہا لیکن نائلہ ساری عمر بیوہ رہنے کا تہیہ کئے ہوئے تھیں، ان کو سوتوں کے ساتھ رہنا گوارا نہ تھا، جب امیر معاویہ کا اصرار ختم نہ ہوا تو انہوں نے اپنے اگلے دو دانت توڑ کر ان کے پاس بھیج دیئے۔^۱

۳۶۔ حبیب بن مسلمہ کے نام

سعید بن عامر کی امارت کو ذکے زمانہ میں عثمان غنیؓ نے حبیب بن مسلمہ کو ارمینیا پر چڑھائی کا حکم دیا یہ حبیب شامی فوج کے ایک کمانڈر تھے، ان کو باز نطیسی فوجوں سے لڑنے کا لمبا تجربہ تھا اور جنگی چالوں میں ان کا دماغ خوب چلتا تھا، ارمینیا کے بیشتر ضلعوں پر بازنطینی قابض تھے، اس کے ایک قلیل مشرقی حصے پر مقامی خزر قوم کے رئیسوں کی حکومت تھی، ارمینیا

^۱ لہ افغانی ابو الفرج مصر ۳۸۵ھ ۱۵/۴۰ - ۷۱۵ -

لہ مجتہد محمد بن حبیب لہدادی حیدر آباد ہند ۱۳۴۵ھ ۱۹۶۱ء - ۳۹۶ -

ہزاروں کی ایک سے زیادہ ترکنازیاں ہو چکی تھیں لیکن وہ سحر نہیں ہوا تھا، خطرہ کے وقت وہاں کے رہیں ایک مقررہ خراج کا وعدہ کر کے صلح کر لیتے تھے اور جو نہی خطرہ دور ہوتا اور عرب فوجیں لوٹ جاتیں وہ معاہدہ توڑ دیتے، مرکز کافران پاکر حبیب چھبیا آٹھ ہزار فوج کے ساتھ جس میں شام اور جزیرہ کے عرب تھے ارمینیا روانہ ہو گئے اور اس کے چند اہم شہروں پر قبضہ کر لیا، ارمینیا کے بہت سے لوگ بھاگ گئے اور قسطنطنیہ کی حکومت سے مدد مانگی، حبیب کو آئے ہوئے ابھی چند ہی ہسینے گزرے تھے کہ ارمینیا کے بازنطینی گورنر نے دو سرے مقامی رہیوں کے تعاون سے ایک بڑا لشکر عربوں کو ملک سے نکالنے کے لئے تیار کیا اور حبیب سے نبرد آزما ہونے کے لئے بڑھا، حبیب نے عثمان غنی سے کمک مانگی تو انہوں نے گورنر کو فہ سعید بن حاص کو لکھا کہ شہور شہ سوار سلطان بن ربیعہ کی قیادت میں حبیب کے پاس رسد بھیجیں، سلطان چھ ہزار اور بقول بعض دس ہزار سوار لے کر روانہ ہوئے اس اثنا میں حبیب کی ہمت بڑھ گئی اور انہوں نے دشمن کو زک دینے کے لئے کچھ تیج چاہیں بھی سوچ لیں، وہ اور ان کی فوج چاہتی تھی کہ کوئیوں کی آمد سے پہلے دشمن پر فتح حاصل ہو تاکہ مالی غنیمت سے نوازدوں کو حصہ نہ دینا پڑے، ایک رات حبیب نے بڑی حکمت سے دشمن کے کیمپ پر شبخون کر دیا، دشمن اس غیر متوقع حملہ سے بوکھلا گیا اس کے بہت سے سپاہی قتل ہوئے، بہت سے گرفتار کر لئے گئے، باقی مع بازنطینی سپاہ کے فرار ہو گئے، حبیب اور ان کی فوج کو بہت بڑی مقدار میں مالی غنیمت ملا، ابھی اس کی تقسیم ہوئی نہیں تھی کہ کوذ کی کمک سلطان بن ربیعہ کی کان میں یلعار کرتی آپہنچی اور غنیمت سے حصہ طلب کیا، حبیب اور ان کے فوجی اکابر اس کے لئے تیار نہ ہوئے، انہوں نے کہا: ہم نے آپ کی مدد بغیر اپنے خون پسینہ سے فتح حاصل کی ہے، مالی غنیمت میں آپ کو کیوں شریک کریں؟ اس کے عقد امر صرف ہم ہیں، عمائدین کمک: یہ صحیح ہے کہ ہم نے جنگ میں کوئی غلی حصہ نہیں لیا، لیکن نفسیاتی طور پر ہمارے آنے کی خبر ہی سے حوصلہ

پاکر آپ نے سجنون کیا اور جیتے لہذا بالواسطہ فتح میں ہم شریک ہیں، فریقین میں رد و قدح ہونے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حبیب اور سلمان کے فوجیوں نے تلواریں نکلوائیں، فتوح ابن اعثم میں ہے :-

”ذکار بد بخارید کہ ہر دو لشکر شمشیر برکشیدند و روئے بحار بہ یکدیگر نہادند، میان ایشان جنگ عظیم افتاد، لشکر کوفہ قوی تر بود، لشکر حبیب کہ ماندہ جنگ و زخم خوردہ بود شکستند اول عداوتے کہ میان اہل عراق و شام افتاد این جنگ بود“

حبیب بن مسلمہ نے عثمان غنی کو صورتِ حال سے مطلع کیا تو یہ جواب آیا :-

”مالِ غنیمت کے عقد صرف شام کے مجاہد ہیں؟“

۳۷۔ خط کی دوسری شکل

”اہلِ عراق کو بھی مالِ غنیمت میں شریک کرو“

یہ فرمان جو پہلے کی تردید ہے فتوح ابن اعثم کے راویوں نے بیان کیا ہے، ہمارے خیال میں پہلا خط زیادہ مستند ہے کیونکہ اس کی تائید ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے خطوط سے بھی ہوتی ہے، عمر فاروقؓ نے اسی طرح کے ایک تنازعہ میں لکھا تھا :-

”مالِ غنیمت ان لوگوں کا حق ہے جو عملاً لڑائی میں شریک ہوں“

لیکن عمر فاروقؓ کے اس حکم کی تردید میں ان کی طرف تین آراء اور خط منسوب کئے گئے ہیں، ان میں سے دو خطوں میں حکم ہے کہ اگر لڑکے کے لوگ جنگ کے بعد تین دن کے اندر اندر آجائیں تو ان کو بھی غنیمت میں شریک کیا جائے اور تیسرے میں اس بات کا کہ اگر لڑکے کے لوگ مقتولین جنگ کے دفن ہونے سے پہلے وارد ہوں تو ان کو حصہ دیا جائے، اس نوع کا نقصاً

۱۔ فتوح ابن اعثم ورق ۲۹۰۔ ۲۔ فتوح البلدان لمبع لادن ایڈیٹر دی غونے ص ۱۹۵۔ ۱۹۸۔ ۳۔ کنز العمال ۲/۲۱۱

۴۔ عمر فاروقؓ کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فاروق پہلا ایڈیشن ۱۹۵۷ء ص ۱۵۷۔ ۱۵۸۔

بالمومناں یہ خطوں میں زیادہ پایا جاتا ہے جو مالی معاملات یا مادی فوائد سے تعلق رکھتے ہیں جن کو راوی اپنے یا اپنے اسکول کے فقہی مسلک کی حمایت میں گڑھ لیتے تھے۔

۳۸۔ معاویہ بن ابی سفیان کے نام

ابوذر دیہات کے باشندے تھے، مسلمان ہونے کے بعد ایک بار انہوں نے رسول اللہ سے سرکاری عہدہ کی فرائض کی لیکن رسول اللہ نے یہ کہہ کر مال و باک امارت و حکومت ایک سنگین بوجھ ہے جس کے تہارے کمزور کندھے تحمل نہیں ہو سکتے۔ ابوذر کا علی حیدر سے برائے اور قریبی تعلق تھا، عمار بن یاسر اور مقداد بن عمرو کی طرح وہ بھی علی حیدر کی خلافت کے سرگرم حامی ہی نہیں بلکہ پرجوش کارکن بھی تھے، ان کو توقع تھی کہ علی حیدر خلیفہ ہو کر ان کو کوئی عہدہ دیں گے اور ان کی وہ دیرینہ خواہش پروان چڑھے گی جس کو رسول اللہ پورا نہ کر سکے تھے، ابو بکر صدیق کے انتخاب سے بگڑ کر جب علی حیدر نے اپنی خلافت کی ہم شروع کی اور اس کے لئے رضا کار فراہم کرنے لگے تو جن لوگوں نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی ان میں ابوذر بھی تھے، عمر فاروق کے عہد میں وہ شام کے مورچہ پر جہاد میں مصروف رہے، عثمان غنی کے انتخاب کے وقت وہ مدینہ میں موجود تھے، ابوذر علی حیدر کی پارٹی کے ایک مضبوط ستون تھے، عثمان غنی اور ان کے اعمال کی مذمت کیا کرتے تھے، بہت دن تک عثمان غنی ان کی تبرا برداشت کرتے رہے لیکن جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو انہوں نے ابوذر کو شام جلا وطن کر دیا، سنہ ۳۵ سے چند سال پہلے یہودی نو مسلم ابن سبا حکومت کا تختہ الٹنے اور علی حیدر کو مسند خلافت پر متمکن کرنے کے لئے ہم شروع کر چکا تھا، وہ بڑے اسلامی شہروں کا دورہ کرتا ہوا شام آیا، ابوذر کے سامنے اپنا شن بٹیش کیا، ابوذر کی حکومت دشمن سرگرمیاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور ان کی زبان طعن اور زیادہ تیز ہو گئی، امیر معاویہ پر جن کو عمر فاروق نے شام کا گورنر مقرر کیا تھا، ان کا اعتراض یہ تھا کہ وہ محاصل حکومت کو کل کا کل عوام پر

نہیں خرچ کرتے، عمال حکومت اور مالداروں سے ان کو یہ شکایت تھی کہ وہ ضرورت سے
 فالٹو روپیہ ناداروں کو دینے کی بجائے پس انداز کر لیتے ہیں، وہ اپنی تقریروں میں یہ تہدید
 آمیز الفاظ بار بار دہراتے: بشر الذین یکتزون الذہب والفضة ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ
 بکارد من نار تکوی ہاجبا ہم وحبوہم وظہورہم۔ جو لوگ روپیہ جمع کرتے ہیں اور اسلام
 کی ترقی کے لئے خرچ نہیں کرتے ان کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو آگ سے داغا جائے گا۔
 امیر معاویہ کہتے کہ اگر میں سرکاری آمدنی کی ایک ایک پائی خرچ کر ڈالوں تو حکومت کیسے
 چلے اور سردی خطرہ کا مقابلہ کیسے ہو؟ مالدار کہتے: زندگی آماجگاہِ حوادث ہے اگر سب کچھ
 خرچ کر ڈالیں تو آڑے وقت کیسے کام چلے گا، وہ اپنی تائید میں قرآن کی یہ آیت پیش کرتے
 ولا تجعل بک مغلولة إلی عنقک ولا تبسطہا کل البسط: نہ تو خرچ کرنے سے
 بالکل ہاتھ روک لو اور نہ اتنی فراخ دلی سے خرچ کر دو کہ کچھ نہ بچے؟ ابو ذر کی تحریک خوب
 زور پکڑ گئی، نادار اور قلاش مالداروں اور سرکاری عہدہ داروں کا بیچھا کرتے اور ان کو
 غیرت دلاتے اور روپیہ مانگتے، اُن لوگوں کا گھر میں رہنا یا باہر نکلتا مشکل ہو گیا، انہوں
 نے امیر معاویہ سے شکایت کی اور بتایا کہ ابو ذر کی تحریک نہ صرف دمشق بلکہ سارے شام
 میں پھلتی جا رہی ہے اور اگر اس کی فوری روک تھام نہ کی گئی تو سنگین انقلاب برپا ہو
 جائے گا، امیر معاویہ نے عثمان غنیؓ سے ابو ذر کی شکایت کی اور لکھا کہ فوراً ان کو شام سے
 بلا لیجئے؟ عثمان غنیؓ نے جواب میں لکھا:-

تسول دار کے سانڈ نے نہننے اور آنکھیں پھلا لی ہیں اور جست لگانا ہی چاہتا
 ہے اس لئے اُس کے زخم مت کریدو، ابو ذر کو میرے پاس بھیج دو، اُن کے ساتھ
 زاد راہ اور ایک رہبر بھی کرو، نیز لطف و محبت سے بیٹل آؤ، جہاں تک ہو سکے
 نہ خود زیادتی کرو نہ اپنے ماتحتوں کو کرنے دو۔

۳۹۔ خط کی دوسری شکل

”تمہارا خط موصول ہوا، ابوذر کے حالات معلوم ہوئے، میرا خط پاتے ہی ان کو ننگے پالان پر سوار کرنا اور ایک ایسے سخت ساربان کو ان کے ہمراہ کرنا جو رات دن اونٹ چلائے تاکہ ابوذر پر خواب طاری ہو جائے اور وہ میرے اور تمہارے ذکر سے غافل ہو جائیں“

۴۰۔ خط کی تیسری شکل

”جندب (ابوذر) کو ایک سخت اور تکلیف دہ اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس بھیج دو“

۴۱۔ خط کی چوتھی شکل

”میرا خط پا کر جندب بن جنادہ (ابوذر) کو ننگے پالان پر بٹھا کر یہاں بھیج دو“

۴۲۔ ابوذر کے نام

”میرے پاس آ جاؤ، میں معاویہ کی نسبت تمہارے حقوق کا زیادہ خیال رکھوں گا اور تمہارے ساتھ زیادہ بھی طرح پیش آؤں گا“

۴۳۔ عبد الرحمن بن ربیعہ کے نام

عمر فاروق کے عہد میں اسلامی فتوحات کا دائرہ شمال میں قفقز پہاڑ (CAUCASUS)

تک وسیع ہو گیا تھا، یہ پہاڑ بحر خزر (CASPIAN SEA) سے شروع ہو کر بحر اسود (BLACK SEA)

تک پھیلا ہوا تھا، اس لیے کو ای سلسلہ میں کئی جگہ درے تھے جن سے ہو کر شمال کی طرف سے جنوب

اور جنوب کی طرف سے شمال کے علاقہ میں جانا ممکن تھا، دروں کے علاوہ بحر خزر کے ساحل اور

قفقز پہاڑ کے مابین ایک کھلا میدان بھی تھا، جس سے اکثر شمال کے روسی اور ترکی چھاپہ مار

لے فتوح ابن اعثم کوئی درق ۲۹۳۔ شرح نہج البلاغۃ ۲۴۱۱۔ عیون الاخبار ادریس بن منائف

ملی ۲۹۸/۲۔ تاریخ الخلفاء دیار بکری ۶۹/۲۔

جنوب کے شہروں پر جو فارسی قلعوں میں تھے ترک تازی کیا کرتے تھے، نو شیرواں عادل نے اپنے علاقہ کے بچاؤ کے لئے میدان اور دروں میں پتھر کی دیواریں بنوا دیں، دیواروں میں لوہے کے دروازے بنوا دیئے اور ان کی حفاظت کے لئے مسلح گارڈ مقرر کر دیئے، بحر خزر کے ساحل سے تین پہاڑ تک جو دیواریں وہ سب دیواروں سے زیادہ لمبی تھیں، اس میں بھی ایک آہنی دروازہ بنایا گیا اور دروازہ سے متصل ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا گیا، یہ دروازہ اور قلعہ بحر خزر کے ساحل سے بہت نزدیک تھا، یہاں ایک شہر وجود میں آیا جس کا نام باب (دروازہ) یا باب الایواب (سب سے بڑا دروازہ) پڑ گیا۔

عمر فاروق کی فوج نے باب پر چڑھائی کی تو اس علاقہ کے فارسی گورنر نے مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا جس کا حاصل یہ تھا کہ اس کی فوج میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر باب پار کے روٹی ٹن سے لڑیں گی اور اس خدمت کے عوض ان سے کوئی جزیہ یا ٹیکس نہیں لیا جائے گا لیکن اس کی باقی رعایا کو ایک مقررہ ٹیکس دینا ہو گا، باب کے عرب ملٹری گورنر ایک صحابی عبدالرحمن بن ربیعہ تھے، یہ وقتاً فوقتاً باب پار کی روٹی بستیوں پر ترک تازی کرتے اور مال غنیمت لے کر لوٹ آتے، عمر فاروق کے بعد عثمان غنی کے عہد میں بھی انہوں نے کئی بار روٹی علاقہ پر غارتگری کی اور بڑھتے بڑھتے وہاں کے بڑے شہر بلخ تک پہنچ گئے، اس اثناء میں کوفہ کے بہت سے ایسے سپاہی ان کی زیر کمان آ گئے جن کے دلی میں نہ تو جہاد کی لگن تھی اور نہ وہ عثمان غنیؓ ہی سے خوش تھے، ان کا مقصد عربوں میں بے اطمینانی اور پھوٹ ڈالنا تھا، عثمان غنیؓ اس حقیقت سے واقف تھے، اس لئے انہوں نے عبدالرحمن بن ربیعہ کو خبردار کر دیا کہ کوفہ کی نووارد فوج کو ساتھ لے کر باب پار کی مہم پر نہ جائیں، لیکن عبدالرحمن نے تنبیہ کی طرف کوئی خاص دھیان نہ دیا اور حسب معمول روٹی علاقہ میں جہاد کرنے نکل گئے اور بڑھتے

۱۔ الحسن التقایم فی معرۃ الاقایم مقدسی لائڈن مسند و ایڈیٹر۔ دی غوئے ص ۳۷ و معجم البلد ۲/ ۹ - ۱۱ و

مروج الذهب حاشیہ تاریخ کامل ۲/ ۳ - ۴۔

بڑھتے بجز تک پہنچ گئے، اودیوں نے ان کو بری طرح گھیر لیا، ان کی اپنی فوج نے خاطر خواہ مقابلہ نہیں کیا، عبدالرحمن اور ان کے بیشتر مجاہد مارے گئے، عثمان غنیؓ کے تنہی خطا کا مصنون یہ تھا:-

”سحاشی آسودگی نے میری رعایا کے لوگوں کو گستاخ و سرکش بنادیا ہے (اور) تمہاری فوج میں ایسے کافی لوگ آگئے ہیں، لہذا باب کے پار کے روسی علاقہ میں زیادہ مت گھس جانا ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے“

۴۴- اکابر کوفہ کے نام

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ عثمان غنیؓ کے انتخاب سے اکثر اصحاب شوریٰ ناخوش تھے نیز یہ کہ مدینہ میں تین سیاہی پارٹیاں پیدا ہو گئی تھیں، ایک علیؓ کے حامیوں کی، دوسری طلحہ بن عبید اللہ اور قیسری زبیر بن عوام کے ہوا خواہوں کی، ان پارٹیوں کی ہم بازی مدینہ کے باہر تین سب سے بڑی عرب چھاؤنیوں، کوفہ، بصرہ اور فسطاط (مصر) میں بھی جاری رہی، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام بڑے مالدار اور صاحب جائداد تھے، اس لئے یہ روپیہ پیسہ سے بھی اپنے مشن کو تقویت پہنچاتے رہے ایوں تو بصرہ، کوفہ اور مصر سے لوگ برابر مدینہ آتے جلتے رہتے اور ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھتے لیکن حج کے موقع ہر پارٹی کے کارکن یکجا ہوتے اور اپنے کاموں کا جائزہ لیتے اور بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنا لائحہ عمل مرتب کرتے، اسی زمانہ میں ایک نو مسلم یہودی ابن سبا عربی افق پر سیاہ بادل کی طرح اٹھا، یہ رجعت کا قائل تھا، یعنی اس بات کا کہ رسول اللہؐ پیغمبرِ مسیح کی طرح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ایک مقررہ مدت کے بعد لوٹ کر آئیں گے، ان کی عدم موجودگی میں علیؓ جیدران کی جانشینی کے سب سے زیادہ اہل تھے لیکن ابو بکر صدیقؓ عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ نے خلافت غضب کر لی اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ موجودہ حکومت

کاختہ الٹ کر علی حیدر کو خلیفہ بنانے کی کوشش کرے، ابن سبا بڑے شہروں کا دورہ کرتا اور وہاں حکومت کی بیخ کنی کے لئے خفیہ کارکن مقرر کرتا اور خط و کتابت نیز سفیروں کے ذریعہ پھوٹ اور انقلاب کے کاموں میں ان کی رہنمائی کرتا، علاوہ برہنہ ساری سرب چھاؤنیوں اور خاص طور سے کوفہ میں ایک چچی طبقہ بھی ابھر آیا تھا جس کے ہاتھ میں عوام کی مذہبی و ذہنی قیادت تھی، اس طبقہ میں بھی دو قسم کے لوگ تھے، ایک عثمان غنی اور ان کی حکومت کے حامی اور دوسرے ان کے مخالف، گورنر کو سعید بن عامر کی مجلس میں ایک دن عراق کے سرسبز دیہاتی علاقہ (سواد) کا ذکر ہو رہا تھا کہ مجلس کے ایک نوجوان نے گورنر سے کہا کہ اگر ساحل فرات کی مزرعہ ارغنی آپ کی جائداد ہوتی تو کتنا اچھا تھا! مجلس کے وہ لوگ جو دل سے عثمان غنی کے بدخواہ اور ان کی حکومت کے مخالف تھے یہ سن کر برہم ہوئے اور بولے: "تو ہمارے مفتوحہ ارغنی کو قریش کی ملک بنانا چاہتا ہے!" اس زراکی ہلت پر تو تو میں میں برہمی اور مجلس کے کئی افراد نے بن کو حکومت سے پرغاش تھی اور جو مذہبی امانیت میں بھی مبتلا تھے جیسے اشتر نخعی، جندب اور کھیل، اٹھ کر اس نوجوان اور اس کے والد پر ٹوٹ پڑے، گورنر سعید برابر روکے رہے لیکن ان لوگوں نے انکی ایک نہ سنی اور اس وقت تک نہ ہٹے جب تک کہ باپ بیٹے بیہوش نہ ہو گئے، گورنر نے مجلس کو نا بند کر دی، مارنے والے اور ان کے ہم خیال سعید اور ان کے حامیوں پر اپنے محلوں کی مسجدوں میں برطامن طعن کر کے لوگوں میں اشتعال پیدا کرنے لگے، حکومت کے چند وفاداروں نے سعید سے اس بے راہی شکایت کی تو انہوں نے کہا مجھے امیر المومنین نے منع کر دیا ہے کہ کوئی قدم ایسا نہ اٹھاؤ جس سے فضا خراب ہو لہذا اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو براہ راست خلیفہ سے رجوع کیجئے۔ چنانچہ شہر کے بعض اکابر نے عثمان غنی کو اشتر وغیرہ کی سرگرمیوں سے مطلع کر کے سفارش کی کہ ان کو شہر سے جلا وطن کر دیا جائے، عثمان غنی نے جواب میں لکھا:۔

اگر آپ سب کی یہ رائے ہے تو ان فسادوں کو معاویہ کے پاس شام بھیج دیجئے

۴۵۔ معاویہ بن ابی سفیان کے نام

”اہلِ کوفہ نے فساد یوں کی ایک جماعت کو جو فتنہ انگیزی کے لئے پیدا کئے گئے
ہیں جلا وطن کر کے تمہارے پاس دمشق بھیجا ہے، ان کو ڈراؤ دھمکاؤ اور ان پر
نظر رکھو، اگر وہ سنبھل جائیں تو ان کی بات ماننا اور اگر ان کی اصلاح نہ ہو اور
تم کو زج کریں تو ان کا کہا نہ ماننا“

انساب الاشراف میں ہے کہ خود سعید بن عاص نے اشتر اور ان کے ساتھیوں کی
خليفة سے ان الفاظ میں شکایت کی تھی:-

”جب تک اشتر اور اس کے ساتھی جو قرآن خواں (قراء) کہلاتے ہیں لیکن
ہیں سفہار (بیہودہ اور اکھڑ) کو ذمہ میں ہیں وہاں اس کا تم رکھنا میرے بس
سے باہر ہے“

۴۶۔ اشتر غنی کے نام

سعید کی مذکورہ بالا شکایت پڑھ کر اور ان کے سفیروں سے اشتر وغیرہ کے طرزِ عمل کی
توثیق کرنے کے بعد عثمان غنی نے اشتر کو یہ تو بیخ آمیز مراسلہ بھیجا:-

”تمہارے دل میں ایسے مجرمانہ ارادے ہیں جن کو اگر تم ظاہر کر دو تو تمہارا قتل
واجب ہو جائے، میں سمجھتا ہوں تم اپنی معاندانہ سرگرمیوں سے اس وقت تک
باز نہ آؤ گے جب تک تم پر کوئی تباہ کن مصیبت نہ آجائے گی، میرا خط پاکر شام
چلے جاؤ کیونکہ تم اہلِ کوفہ کو باغی بنا رہے ہو اور ان کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش
کر رہے ہو“

۱۔ سیف بن عمر تاریخ الامم ۸۶/۵۔

۲۔ انساب الاشراف ۴۰/۵۔

۳۔ ایضاً ۴۰/۵۔ ۴۱۔

۴۷۔ خط کی دوسری شکل

”اُشتر، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فتنہ انگیزی میں مشغول ہو، کوفہ میں فساد برپا کرنا چاہتے ہو اور مسلمانوں کو لڑانے کے درپے ہو، بخدا تم جو کچھ کر رہے ہو بُرا کر رہے ہو اور آخر کار پشیاں ہو گے، میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے گروہوں سے باز آ جاؤ ورنہ قتل کے سخت ہو جاؤ گے۔ لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم اپنی شر انگیزی اس وقت تک نہ چھوڑو گے جب تک کوئی بڑی مصیبت جس کا ٹالنا ناممکن ہو تم پر نازل نہ ہو جائے، اس وقت تمہارا کوفہ میں رہنا مناسب نہیں اس خط کو پڑھ کر بے درنگ شام چلے جاؤ بشرطیکہ تم خلیفہ کی اطاعت اپنا فرض بھی سمجھو، اس جماعت کو بھی ساتھ لے لو جو تم کو شر اور فساد کی ترغیب دیتی ہے، میرے حکم ثانی تک شام نہ چھوڑنا تم کو دہاں بھیجنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم فساد برپا کر رہے ہو اور لوگوں کو میری بغاوت پر ابھار رہے ہو۔“

۴۸۔ سعید بن عاص کے نام

انساب الاشراف میں سعید کے مذکورہ بالا شکایتی خط کا جواب جو مرکز کی طرف سے ان کو موصول ہوا نہیں بیان کیا گیا لیکن فتوح ابن اعثم کوئی میں اس کا متن ان لفظوں میں ہے:-

”دفع ہو کہ تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ جب تک اُشتر کوفہ میں موجود ہے وہاں امن و حکومت قائم رکھنا محال ہے، یہ کیسی کم ہمتی کی باتیں ہیں، تمہارا انتظامی معاملات اور سرکاری فرائض میں دخل دینے والا اُشتر کون ہوتا ہے، اور میری ہدایات کے مطابق تمہارے اقدامات میں وہ کیسے روڑے اٹھا سکتا ہے! تاہم میں اس کو ایک تحریر بھیج رہا ہوں جو مجھو ادینا، اُشتر نیز اشرار و عہدہ

کی اس ٹولی کو جو اس کی معاون ہے اس جگہ بھیج دو جہاں جلا وطنی کی میں نے
ہدایت کی ہے، اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہو؛

۴۹. خط کی دوسری شکل

”اُن کو شام بھیج دو اور تاکید کرو کہ وہاں کے سرحدی علاقہ کو چھوڑ کر کسی دوسری
جگہ نہ جائیں“

۵۰. سعید بن عاص کے نام

اشتر غمی اور ان کے ساتھی جب دمشق پہنچے تو امیر معاویہ نے ان کا گرجوشی سے استقبال
کیا، ایک بڑی اور عمدہ عمارت میں ان کو ٹھہرایا اور دونوں وقت اپنے ساتھ ہی ان کو کھانا
کھلاتے، جب تک ان سفر اتر گئی اور نو وارد خوب تازہ دم ہو گئے تو امیر معاویہ نے ان
کو کئی محبتوں میں دوست اور ناصح کی طرح سمجھایا بجھایا کہ اپنی فتنہ انگیزی سے باز آجائیں
اور اس پسند بن جائیں۔ لیکن ان کو مکمل ناکامی ہوئی، اشتر اور ان کے ساتھیوں کی مذہبی
دعوت امیر معاویہ کے دانشمندانہ مشوروں کے سامنے جھکنے کو تیار نہ ہوئی اور وہ اپنی دشمنی
پر اڑے رہے بلکہ اس جماعت کے بعض افراد نے امیر معاویہ سے سخت گستاخانہ ادب بھی
کی باتیں کیں، اس کے علاوہ یہ لوگ دمشق میں جس سے ملتے اس کو پھوٹ اور بغاوت کی
تلقین کرتے، امیر معاویہ ان سے مایوس ہو گئے اور ان کو شام میں فتنے کی پرچھائیاں بڑتی
نظر آنے لگیں تو انہوں نے خلیفہ کو ایک عریضہ لکھا جس میں ان قراء کی بیمار نفسیات پر روشنی
ڈالتے ہوئے درخواست کی تھی کہ ان کو شام سے بلا لیا جائے، خط کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:-
”آپ نے میرے پاس ایسے لوگ بھیجے ہیں جو شیطان کی زبان سے شیطانی باتیں
کرتے ہیں، جو قرآن کی آڑ لے کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ان کا مقصد مسلمانوں
میں پھوٹ ڈالنا اور رسول دار برپا کرنا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ اگر یہ لوگ شام

میں ٹھہرے رہے تو یہاں کے باشندوں میں بھی فتنہ انگیز رجحانات پیدا
کردیں گے۔۔۔۔۔“

عثمان غنی نے امیر معاویہ کو لکھ دیا کہ قرار کو کوئٹہ لوٹا دو، وطن پہنچ کر یہ پہلے سے زیادہ
جرات و شدت سے حکومت پر یمن طعن کرنے لگے، گورنر سعید نے بڑے سخت الفاظ میں مرکز
سے ان کی شکایت کی، عثمان غنی نے اب ان کو شمالی شام کے شہر حمص جلا وطن کرنے کا حکم
صادر کیا۔ جہاں شہور جنرل خالد بن ولید کے صاحبزادے طلحہ گورنر تھے۔

”ان مفسدوں کو عبدالرحمن بن خالد کے پاس جلا وطن کر دو۔“

۵۱۔ اشتر نخعی اور ان کی پارٹی کے نام

دوسرا خط عثمان غنی نے خود اشتر اور ان کے ساتھیوں کو اس مضمون کا ارسال کیا:-
”دافع ہو کہ میں نے تم کو حمص جلا وطن کرنے کا حکم دیا ہے، میرا یہ خط وصول
کر کے تم وہاں چلے جانا، یہ کارروائی مجبوراً کی گئی ہے کیونکہ تم اسلام اور
مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہو، والسلام۔“

۵۲۔ سعید بن عاص کے نام

کو ذمہ اشتر نخعی کے ہنجیال بہت سے لوگ تھے، ان میں سے ایک کا نام کعب بن
عبیدہ تھا، یہ نہ صحابی تھا نہ سن رسیدہ، کثرت عبادت سے اشتر کی طرح اس کے سر میں بھی
انانیت کی ہوا بھر گئی تھی اور تشدد فی الدین نے اس کا دماغی توازن خراب کر دیا تھا، اُس
نے عثمان غنی کو ایک گستاخ مراسلہ بھیجا جو عتاب و ملامت اور پند و موعظت سے بھرا ہوا
تھا، عتاب تھا اشتر اور ان جیسے شوریدہ سردوں کو جلا وطن کرنے پر، عتاب تھا اپنے کنبہ
والوں کو سرکاری عہدے دینے اور ان کو مسلمانوں پر مسلط کرنے پر، ملامت تھی حق و راستبازی
چھوڑ کر باطل کی راہ اختیار کرنے پر، یہ مراسلہ اس نے ایک قاصد کی معرفت عثمان غنی کو بھیجا

اسے پڑھ کر ان کو غصہ آیا اور انہوں نے گورنر کو ذہ سید بن عاص کو لکھا کہ کعب بن عبیدہ کو ایک بد شکل اور بد مزاج سپاہی کی نگرانی میں مدینہ بھیج دیا جائے، جب کعب ان کے سامنے حاضر ہوا تو وہ ایک جوان مگر ڈبلا پتلا اور حقیر سا آدمی تھا، عثمان غنی نے طرز سے کہا: صاحبزادے تم مجھ کو حق و راستبازی کی تعلیم دینے چلے ہو حالانکہ تم پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب میں حق و باطل سے آشنا ہو چکا تھا۔ کعب نے اپنی ریاضتی انانیت کا مظاہرہ کیا اور یہودہ باتیں کیں۔ عثمان غنی کے حکم سے اس کے کپڑے اتارے گئے اور بیس کوڑوں کی اس کو سزا دی گئی، پھر اس کو کو ذہ بھیج دیا گیا اور گورنر کو ہدایت کی گئی کہ اس کو قید میں ڈال دیا جائے، اس واقعہ سے مدینہ کی پارٹیوں کو شور و شوش اور پرو پیگنڈہ کا نیا سوا دل گیا، طلحہ کو ذہ وغیرہ نے کعب کی سزا اور رسوائی کے خلاف عثمان غنی سے احتجاج کیا اور ان کو سخت دست کہا، عثمان غنی نے بھی شاید محسوس کیا کہ موجودہ حالات میں کعب کے کوڑے لگوانا مناسب نہ تھا یا لکن ہے ان کے ضمیر نے ملامت کی ہو، بہر حال چند دن بعد گورنر کو ذہ سید بن عاص کو ان کا یہ خط موصول ہوا:-

”میرا خط پاتے ہی کعب کو اس کی پہاڑی قید سے کو ذہ بلا لو اور میرے پاس

بھیج دو، اس معاملہ میں اہتمام خاص اور عجلت سے کام لیتا۔“

جب کعب بن عبیدہ مدینہ آیا تو عثمان غنی اس کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے اور کہا: کعب تمہارا خط بڑا سخت تھا، اور تم نے بہت نازیبا باتیں لکھی تھیں، مجھے ڈانسا تھا اور دھمکیاں دی تھیں، اگر تمہارا خط قاعدہ میں ہوتا تو میں تمہاری نصیحت قبول کرتا تھا، تمہاری تقریر اور گفتاخی پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے تم کو سزا دی، جس طرح تمہارے مجھ پر حق ہیں اسی طرح میرے بھی تم پر ہیں، بہر حال مجھے اپنے کئے پر ندامت ہے، یہ کہہ کر انہوں نے کو ذہ منگوایا اور کعب کو دے کر اپنی جیپ اتاری اور کہا: چلنے کوڑے میں نے ملے تھے اتنے ہی میرے مار کر قصاص ملے لو، کعب شرمایا اور قصاص نہ لیا۔

۵۳۔ کوفہ کے باغیوں کے نام

جیسے جیسے ابن سبکی تحریک زور پکڑتی گئی اور مدینہ کی تینوں سیاسی پارٹیوں کا اثر اور پروپیگنڈا اسلام کے مرکزی شہروں میں بڑھتا گیا ویسے ویسے عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی مخالفت میں بھی اضافہ ہوتا گیا، مسئلہ میں حالات اتنے بگڑ گئے تھے کہ خلیفہ نے اپنے صوبائی گورنروں کو مدینہ طلب کیا تاکہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مؤثر لائحہ عمل بنایا جاسکے، شام سے امیر معاویہ آئے، مصر سے عبداللہ بن سعد بن ابی کرج کوفہ (عراق) سے سعید بن عاص، بصرہ (عراق) سے عبداللہ بن عامر، مصر کے سابق گورنر عمر بن عاص کو بھی مدعو کیا گیا، ان لوگوں اور خلیفہ نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے علاقوں کے حالات سے مطلع کیا، پھر ہر گورنر نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق شورش و بغاوت روکنے کے لئے تجویزیں پیش کیں، کافی غور و خوض کے بعد طے ہوا کہ:

(۱) جہاں تک ہو سکے عربوں کو وطن سے دور فوج کشی اور فتوحات میں مشغول رکھا جائے تاکہ خوشحالی کے ساتھ فرصت کا خطرناک جوٹان کو باغیانہ سرگرمیوں کی طرف مائل نہ کر سکے۔

(۲) باغی اور شری عناصر کی تنخواہیں بند کر دی جائیں۔

کانفرنس کے فیصلہ کا مخالفین بے صبری سے انتظار کر رہے تھے، آپ کو یاد ہو گا تقریباً سو سال پہلے کوفہ کے سربراہ آدودہ مذہبی و قبائلی لیڈر اشتر نخعی آٹھ نو دوسرے عبادت گزاروں کے ساتھ اپنی باغیانہ سرگرمیوں کی بناء پر پہلے دمشق اور پھر حمص جلا وطن کر دیئے گئے تھے، حمص کا دالی سخت تھا، اس نے اشتر اور ان کی پارٹی کو خوب آڑے ہاتھوں لیا اور ایسا سخت بلکہ کہ انہوں نے حکومت پر لعن طعن کرنا چھوڑ دیا اور بظاہر نیک سیرت بن گئے، یہ دیکھ کر دالی حمص نے اشتر نخعی کو بلایا اور کہا: اگر تم مدینہ جا کر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے خلیفہ کے سامنے اظہارِ انوس و پشیمانی کر لو گے اور آئندہ نیک چلن رہنے کا وعدہ کر دو گے تو تم کو چھوڑ دیا جائے گا، اشتر نخعی مدینہ چلے گئے، اتفاق کی بات کہ گورنروں کی کانفرنس کے وقت وہ مدینہ میں

موجود تھے، کانفرنس کی قرارداد معلوم کر کے وہ حمص چلے گئے اور گورنر کو بتایا کہ خلیفہ نے ان کو اجازت دے دی ہے کہ جہاں چاہیں رہیں، ان کو لوٹے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ کوفہ سے ایک عاصد آیا اور وہاں کے ایک بڑے آدمی کا خط دیا جس میں تھا کہ فوراً کوفہ آ جاؤ، بغاوت کے لئے حالات بالکل سازگار ہیں، یہ بڑا آدمی یزید بن قیس تھا، ابن سبا کا چلیا اور کوفہ کی مخالف پارٹی کا سرگرم کارکن، جب سعید بن عاص کانفرنس کی شرکت کے لئے مدینہ روانہ ہوئے تھے تو اس نے بغاوت کی ہم چلا دی تھی، تاہم نائب گورنر اور حکومت کے دیگر وفادار لیڈروں نے شہر میں کھلم کھلا گڑبڑ نہ ہونے دی، یزید بن قیس کا مراسلہ پا کر اشتر اور ان کے ساتھی حمص سے بھاگ نکلے، اشتر جمعہ کے دن کوفہ میں وارد ہوئے اور سیدھے بڑی مسجد گئے جہاں لوگ نماز جمعہ کے لئے جمع ہو رہے تھے، انہوں نے کہا: "حضرات! میں خلیفہ عثمان کے پاس سے چلا آ رہا ہوں سعید نے ان کو مشورہ دیا ہے کہ کوفہ کے مردوں اور عورتوں کی تنخواہیں اور الاؤنس کم کر دیئے جائیں، اس خبر سے لوگوں میں ہرجان پیدا ہو گیا، مخالف پارٹی نے طے کیا کہ ہم سعید کو معزول کرتے ہیں اور کوفہ میں نہیں داخل ہونے دیں گے، کوئی ہزار آدمی یزید بن قیس اور اشتر غنی کی قیادت میں شہر کے باہر جرعد نامی مقام پر جو مدینہ سے کوفہ کی سڑک پر واقع تھا خیمہ زن ہو گئے اور جب گورنر سعید مدینہ کانفرنس سے لوٹ کر واپس آ رہے تھے ان کو روک لیا اور کہا: "لوٹ جاؤ، ہم تمہیں نہیں چاہتے" سعید نے مزاحمت نہیں کی، بس اتنا کہا: "اس لاؤ لشکر کی کیا ضرورت تھی، اپنا ایک نمائندہ امیر المومنین کے پاس اور دوسرا میرے پاس بھیج دیتے آپ کا مقصد پورا ہو جاتا۔" اشتر نے طیش میں آ کر سعید کے ایک نوکر کو جس نے کہا تھا کہ امیر واپس نہیں ہوں گے قتل کر دیا، سعید مدینہ لوٹ گئے، خلیفہ نے بوجھا: کیا مخالفین بغاوت پر آمادہ ہیں؟ سعید: بظاہر وہ میری جگہ دوسرا گورنر چاہتے ہیں، عثمان غنی: ان کی نظر انتخاب کس پر ہے؟ سعید: ابوسنی اشعری پر، عثمان غنی: میں ابوسنی کی گورنری کی توثیق کر دوں گا، بعد میں انہیں چاہتا کہ کسی کو میری بغاوت کا بہانہ ملے یا میرے خلاف کوئی دلیل ہاتھ آئے، ہم کو صبر کرنا

چاہئے جیسا کہ ہمیں حکم ہے: قَدْ أَفْتَنَّا أَبَا مُوسَى عَلَيْهِمُ اللَّهُ لَا تَجْعَلْ لَاحِدَا عَيْنِكَ لِأَنْتَ تَرَى
لِعَدِّ حُجَّةٍ وَلِنَصْبِرَنَّ كَمَا أُمِرْنَا۔ اس کے بعد عثمان غنیؓ نے اشتر اور ان کی پارٹی کے نام یہ
مراسلہ بھیجا:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، واضح ہو کہ میں نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو جنہیں تم نے ہند کیا ہے
کو نہ کاگو رز مقرر کر دیا ہے اور سعید (بن عامر) کو اس عہدہ سے ہٹا دیا ہے،
بخدا میں اپنی آبرو تمہارے سامنے بچاتا رہوں گا اور صبر کروں گا اور جہاں تک
ہو سکے گا تمہارے ساتھ مصالحت رکھنے کی کوشش کروں گا لہذا تم بے دریغ
اپنے مطالبات پیش کرتے رہو، میں ان کو پورا کروں گا بشرطیکہ ایسا کرنے
سے خدا کی مصیبت نہ ہوتی ہو، میں نہیں چاہتا کہ تم کو میری نافرمانی کا کوئی
بہانہ ملے!

۵۴۔ اشتر اور ان کی پارٹی کے نام

فتوح ابن اعثم کے راویوں کا بیان ہے کہ جب سعید بن عامر کو اشتر کے سپاہیوں
نے کو ذ میں داخل ہونے سے روکا اور وہ مدینہ لوٹ گئے تو عثمان غنیؓ نے اشتر اور ان کی
پارٹی کے نام یہ مراسلہ بھیجا:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، عبداللہ عثمان امیر المومنین کی طرف سے مالک اشتر اور ان
مسلمانوں کے نام جو ان کے معاون اور پیرو ہیں، واضح ہو کہ خلیفہ کی مخالفت
اور اس پر لعن طعن کرنا سنگین جرم ہے، جو شخص اس جرم کا مرتکب ہوگا اس کا انجام
خواری اور تبدی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا، میرے افسر اور عامل (سعید بن عامر)
کی تم نے جو بے حرستی کی اس کا مال مجھے معلوم ہوا، تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ تمہاری
زراعتیاں تم کو اسی نقصان پہنچائیں گی، تم نے خدا کی غیظ و غضب کا دروازہ

اپنے اوپر کھول لیا ہے، عوام کو فتنہ میں ڈھکیلا ہے اور میری بیعت تو ذکرِ غدر و بے وفائی کے مرتکب ہوئے ہو، میری رعایا میں سب سے پہلی جماعت تمہاری ہے جس نے میری مخالفت کی اور مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کی سنت قائم کی تمہاری تقلید میں جو لوگ میری مخالفت کریں گے اور میری اطاعت سے منحرف ہوں گے اس کی ذمہ داری اور وبال تمہارے سر ہو گا، اُس خدا سے ڈرو جس سے تم نے منہ موڑ لیا ہے اور اپنی بدکرداری سے توبہ کرو شاید تمہیں نجات حاصل ہو، اگر تم نہیں چاہتے کہ سعید بن عاص تمہارے گورنر ہوں تو مجھے لکھ کر بھیجو کہ تم کس کو پسند کرتے ہو اسی کو تمہارا گورنر مقرر کر دیا جائے گا انشاء اللہ ﷻ

۵۵. اشتر نخعی اور ان کی پارٹی کے نام

اشتر نخعی نے اہلِ کوفہ کی طرف سے بن کے ایک بڑے حصہ پر وہ اور کئی دوسرے خوارج لیڈر چھائے ہوئے تھے عثمان غنی کو مذکورہ بالا مراسلہ کا جواب لکھا جو گستاخی، تغلی اور خود ستائی سے پُر تھا، اس کا مضمون اس خط سے بہت مشابہ ہے جو انساب الاشراف میں بیان ہوا ہے اور جس کو آپ ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان والے خط کے زیر عنوان عنقریب پڑھیں گے، اشتر نخعی کے اس عتاب نامہ کا جواب ابنِ اعثم کوفی کی زبانی :-

"واضح ہو کہ تمہارا خط ملا، میں نے اس کو بغور پڑھا، تمہاری دیدہ دلیری پر حیرت ہے کہ تم ایسے امور پر مجھے ملامت کر رہے ہو جو میں نے نہ تو خود کئے ہیں اور نہ جن کی میں نے اجازت دی ہے، یہ شیطانی آرزوئیں ہیں جنہوں نے تم سے یہ خط لکھوایا ہے، تمہاری انتہائی جہالت مجھ سے خط کی اور ناراضگی کا باعث ہے، تم اپنے ہارے میں حسن ظن کے مرض میں مبتلا ہو، تم جھٹک گئے ہو لیکن سمجھتے ہو کہ راہِ راست پر گامزن ہو، تم نے ابو موسیٰ اشعری کو گورنر کوفہ اور حذیفہ بن یمان

کو ناظم خراج بنانے کی خواہش کی ہے، میں تمہاری یہ خواہش پوری کرتا ہوں، خدا سے ڈرو جس کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے اور نا کبھی سے فتنہ و فساد کا دروازہ مت کھولو اور اپنی مخالفت سے قومی اتحاد کو غارت نہ کرو، جو باتیں میں نے نہیں کہی ہیں اور جو کام میں نے نہیں کئے ہیں میری طرف منسوب نہ کرو، میں راہِ حق سے نہیں ہٹ سکتا اور اس کو چھوڑ کر تمہارا راستہ جس پر نفسانیت کے غلبہ نے تم کو لا ڈالا ہے، اختیار نہیں کر سکتا، خدا سے دعا ہے کہ مجھے راہِ راست پر قائم رکھے اور تم کو بھی اس پر لا ڈالے اور اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھے

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

۵۶۔ ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان کے نام

بلاذری نے انساب الاشراف میں سعید بن عاص کی منزولی سے متعلق لکھا ہے کہ اشتر اور اُن کی پارٹی کا مطالبہ صرف یہی نہ تھا کہ ابو موسیٰ اشعری کو گورنر بنایا جائے جیسا کہ سیف بن عمر کی رائے ہے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ایک دوسرے صحابی حذیفہ بن یمان کو مالیات کا وزیر یا ڈائریکٹر مقرر کیا جائے جیسا کہ فتوح ابنِ اعثم کے راوی کہتے ہیں، بالفاظ دیگر مخالف جماعت ابو موسیٰ کے اختیارات مذہبی اور عام انتظامی و سرکاری معاملات تک محدود رکھنا چاہتی تھی حذیفہ عرفادون کے عہد میں مالیات عراق کے وزیر رہ چکے تھے، نرمی کمانڈر بھی تھے، انہوں نے کوفہ کے ماتحت علاقوں کی فتوحات میں حصہ لیا تھا، اس سلسلہ میں اشتر کے رول کا ذکر کرتے ہوئے بلاذری کے راوی کہتے ہیں: اشتر نے ولید بن عقبہ کا گھر لٹا دیا، اس میں سعید بن عاص کا روپیہ اور سامان بھی تھا، لوگ مکان کا دروازہ تک اکھڑے گئے، اشتر ابو موسیٰ سے ملے اور کہا: آپ اہل کوفہ کی مذہبی قیادت کیجئے اور حذیفہ بن یمان، ماتحت علاقوں اور خراج کی نگرانی کریں، پھر اشتر نے عثمان غنی کو یہ مراسلہ بھیجا:-

”مالک بن حارث کی طرف سے بتلائے آزمائش، خطاکار، سنت و قرآن سے منحرف خلیفہ کے نام، تمہارا خط موصول ہوا، تم اور تمہارے حاکم جب ظلم و ستم نیز نیکوکاروں کو جلا وطن کرنے سے باز آجائیں گے اس وقت ہم بھی تمہاری ٹکا کریں گے، تم کہتے ہو کہ ”ہم اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں“ یہ تمہاری خام خیالی ہے جس نے تم کو تباہ کیا ہے اور جس نے جوہر و ستم کو تمہاری نظریں عدل اور باطل کو حق بنا کر پیش کیا ہے، ہماری وفاداری مطلوب ہے تو پہلے اپنی بد اعمالیاں چھوڑ دو، توبہ کرو، خدا سے معافی مانگو اپنی ان زیادتیوں کی جو تم نے ہمارے اوپر کی ہیں، ہمارے صالح لوگوں کو شہر بدر کر کے، یہیں جلا وطن کر کے اور نو عمروں کو ہمارا گورنر بنا کر، اس کے علاوہ ہمارے شہر کا والی ابو موسیٰ اشعری اور (ناظم مالیات) حذیفہ کو بنائے ہمیں ان دونوں پر اعتماد ہے“

انساب کے رپورٹر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ عثمان غنی نے یہ خط پڑھ کر کہا:- ”مالک میں توبہ کرتا ہوں“ پھر ابو موسیٰ اور حذیفہ کو یہ مشترکہ فرمان بھیجا:-
 ”تم کو اہل کوفہ نے پسند کیا ہے اور مجھے تمہاری بیانات اور کارکردگی پر اعتماد ہے تم اپنے عہدہ کا چارج لے لو اور راست بازی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دو، خدا سے دعا ہے کہ میری اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے“

۵۷۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام

مصر میں ابن سبا کے علاوہ جو لوگ حکومت دشمن سرگرمیوں میں پیش پیش تھے ان میں یہ تین قابل ذکر ہیں محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی حذیفہ اور عمار بن یاسر، سیدہ کے لگ بھگ محمد بن ابی بکر عثمان غنی سے ناراض ہو کر فسطاط چلے گئے تھے اور وہاں کی بڑی مسجد میں باقاعدہ منگی مذمت کیا کرتے تھے، ابو بکر صدیق کے صاحبزادے اور بنی عائشہ کے بھائی تھے، جوان، اُمنگوں

سے بھرپور، یار و دستوں کی ترغیب و تحریص نے حکومت و اقتدار کی پیاس اور زیادہ بڑھا دی تھی عثمان غنیؓ سے ان کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ ان کے دستہ کوئی مالی یا دوسرے قسم کا مواخذہ نہ کرتا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ عثمان غنیؓ خاص رعایت کر کے ان کو مواخذہ سے بچالیں لیکن عثمان غنیؓ نے ان سے حق لے کر حق دار کو دلوا دیا، وہ چاہتے تھے کہ خلیفہ کوئی بڑھیا سا عہدہ دیں لیکن ان کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہوئی اور ناراض ہو کر نسطاط چلے گئے۔

محمد بن ابی مُذَیِفہؓ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے، عثمان غنیؓ نے ان کو بالاپوس ساتھ، بڑھنا لکھنا ان کو آنا تھا لیکن زندگی کا تجربہ نہ تھا، نہ معاشرہ میں کوئی وقعت حاصل تھی، نہ ایسے جوہر تھے جن کی مدد سے کسی بڑے عہدہ کو سنبھال سکتے، عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو محمد نے کسی بڑے منصب کی فرمائش کی، عثمان غنیؓ منصب دینے کو تیار نہ ہوئے، محمد خفا ہو گئے اور طے کیا کہ کہیں باہر جا کر سمت آزمائی کریں گے، انہوں نے عثمان غنیؓ سے پردیس جانے کی اجازت مانگی جو مل گئی اور سفر مصر کے لئے روپیہ بھی مہیا کر دیا گیا، نسطاط پہنچ کر محمد بن ابی مُذَیِفہؓ عثمان غنیؓ کے مخالف کبیر سے وابستہ ہو گئے اور محمد بن ابی بکر کی طرح مسجد کے اندر اور مسجد سے باہر ان کی برائیاں کیا کرتے، انہوں نے ایک ستم یہ بھی کیا کہ رسول اللہؐ کی بیویوں کی طرف سے خود مصریوں کے نام خط گھڑتے اور عام جلسوں میں پڑھ کر سناتے، ان خطوں میں خلیفہ کی مذمت ہوتی اور بغاوت کی دعوت ملتی۔

مسجد میں باز نبطی بیڑے سے مصری بیڑے کی ایک زبردست لڑائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی قیادت میں ہوئی، اس ہم میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی مُذَیِفہؓ دونوں شریک تھے، لیکن ان کا دشمن سے لڑنا نہ تھا بلکہ اپنی فوج میں گورنر مصر اور خلیفہ مدینہ کے خلاف نفرت و اشتعال پیدا کرنا تھا، ایک موقع پر محمد بن ابی مُذَیِفہؓ یہ نعرے لگاتے سنے گئے: مسلمانو! تم باز نبطیوں سے جہاد کرنے چلے ہو حالانکہ جس سے جہاد کرنا چاہیے وہ بھیجے ہے

الحسیف بن عمر۔ تاریخ الامم ۵/ ۱۳۶ - سیف بن عمر۔ تاریخ الامم ۵/ ۱۳۵ کتاب الولاء والنفیۃ

کندی۔ ایڈیٹر فن گت مصر ۱۳۵۱ء ص ۱۵۱۔

(یعنی عثمان) کمانڈران چیف دونوں برخود غلط جو انوں کی حرکتوں پر خون کے گھونٹ چیتے رہے اور جنگ سے واپس آکر خلیفہ کو اُن کی شکایت لکھی تو یہ جواب آیا:-

”محمد بن ابی بکر کو اس کے والد ابوبکر (صدیق) اور اس کی بہن عائشہؓ کی خاطر چھوڑنا ہوں، محمد بن ابی حذیفہ قریش کا جوان ہے، میرا بیٹا اور بھتیجہ جس کو میں نے ہالا ہے اس لئے اس کو بھی معاف کرنا ہوں“

۵۸۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام

صحابی عمار بن یاسرؓ کو ۲۷ھ میں عمر فاروقؓ نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا، زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہاں کے امانیت میں سرشار مذہبی دقتاالی اکابر نے مرکز سے اُن کی شکایتیں شروع کر دیں، ایک اہم شکایت یہ تھی کہ ان میں حکومت کی سمجھ بوجھ نہیں ہے عمر فاروقؓ نے ان کو برطرف کر دیا، وہ مدینہ آ گئے اور خلافت و سیاست کے معاملات سے گہری دل چسپی لینے لگے، ان کو اول دن سے عثمان غنیؓ کا انتخاب ناگوار تھا، وہ علیؓ کے آدمی تھے اور عثمان غنیؓ نیز ان کے کہنے کے ارباب اقتدار کو مطعون کیا کرتے تھے، ان کی نامناسب، توہین آمیز اور اشتعال انگیز باتوں پر عثمان غنیؓ نے کئی بار ان کو ڈانٹا اور ایک قول یہ ہے کہ پٹایا پٹوایا بھی تھا، اس لئے عمار بن یاسرؓ کے دل کا غبار اور زیادہ بڑھ گیا تھا، صلح جوئی عثمان غنیؓ کی متنازع صفت تھی، وہ اپنے نکتہ چینیوں کو راضی اور مطمئن کرنے کی برابر کوشش کرتے تھے، مطالبات مان کر ہی نہیں بلکہ انہما پر اخسوس دذامت سے بھی عمار بن یاسرؓ کی تالیف قلب کی بھی انہوں نے کوششیں کیں، ان کی ایک کوشش یہ تھی کہ سکتہ میں انہوں نے ایک اہم شہنشاہ عبداللہ بن یاسرؓ کے سپرد کیا، اس شہنشاہ کا پس منظر مختلف راویوں نے مختلف طرح بیان کیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے محمد بن ابی حذیفہ

کی پے در پے شکایتیں سننے کے بعد ان کی استمال کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کا عطیہ اور کچھ تحفے بھیجے محمد نے اس عطیہ کو اپنے باغیانہ مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کیا، انہوں نے روپے اور تحفے مسجد میں رکھوائے اور ایک اشتعال انگیز تقریر کی اور کہا کہ یہ خلیفہ کی ایک ہال ہے جس کے ذریعہ وہ مجھے خریدنا اور میری سرگرمیوں سے مجھ کو باز رکھنا چاہتے ہیں، اس واقعہ کے بعد عثمان غنیؓ پر لعن طعن اور زیادہ بڑھ گئی، محمد مصریوں کے ہیرو بن گئے اور مصر مدینہ کی حکومت اُلٹنے میں زیادہ تن دہی سے لگ گئے، عثمان غنیؓ سے محمد کی بڑھتی ہوئی باغیانہ سرگرمیوں کی شکایت کی گئی تو انہوں نے مناسب سمجھا کہ اپنا ایک معتمد مصر بھیجیں جو شکایتوں کی جانچ کر کے ان کو مطلع کرے، انہوں نے عمار بن یاسرؓ کو بلایا اور کہا کھلی باتوں پر مجھے افسوس ہے اور میں معافی کا خواستگار ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تمہارا دل میری طرف سے صاف ہو جائے، میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی کدورت نہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں تم کو ایک اہم کام میں اپنا نمائندہ بنا کر مصر بھیجنا چاہتا ہوں، تم جا کر تحقیق کرو کہ محمد کی جو شکایتیں مجھے بھیجی گئی ہیں کہاں تک صداقت پر مبنی ہیں، عمار کا دل صاف نہ ہوا، وہ مصر جا کر وہیں رہ بڑے، مخالف پارٹی سے مل گئے، عثمان غنیؓ کی غیبت شروع کر دی، مصریوں کو ان کے اور ان کی حکومت کے خلاف بھڑکایا، محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی عذیفہ کے دست راست بن گئے، ان کی حوصلہ افزائی کی اور مدینہ پر چڑھائی کرنے کی تجویز کی، پر جوش حمایت، گورنر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے عمار کی شکایت کی اور ان کو سزا دینے کی اجازت مانگی تو یہ زبان آیا:

”ابن ابی سرح، سزا اور سختی کی بات غلط ہے، عمار بن یاسر کے سفر کا معقول انتظام کر کے ان کو میرے پاس بھیج دو۔“

عمار بن یاسر کا مصر سے نکلنا تھا کہ وہاں اشتعال کی نئی لہر دوڑ گئی، مخالف پارٹی نے

مشہور کر دیا کہ ظالم حکومت نے ایک ممتاز صحابی کو زبردستی ملک بدر کر دیا ہے، محمد بن ابی بکر
محمد بن ابی حذیفہ، ابن سبا اور دوسرے لوگوں نے صورت حال سے خوب فائدہ اٹھایا۔

۵۹. صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام

عثمان غنیؓ کے خلاف پروپگنڈے کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ان کے گورنروں کو ظالم و ستم
مشہور کیا جائے تاکہ عوام میں بے چینی پیدا ہو اور وہ حکومت کی بساط اُلٹنے میں مخالف
پارٹیوں کا ساتھ دیں، مخالف پارٹیوں کے ایکٹ جہاں دوسرے ہتھکنڈے استعمال کرتے
وہاں یہ خبریں بھی پھیلاتے کہ گورنر صدر مقاموں کے باشندوں کو طرح طرح کی جسمانی اور ذہنی
اذیتیں پہنچاتے ہیں، مدینہ کے چند وفادار اکابر عثمان غنیؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا:
”آپ کے گورنروں کی زیادتیوں کی خبریں سارے شہر میں مشہور ہو رہی ہیں، آپ کو بھی
ان کا کچھ علم ہے؟“ عثمان غنیؓ نے لاعلمی ظاہر کی، اکابر نے مشورہ دیا کہ بڑے شہروں میں اپنے
نمائندے بھیج کر اس بات کی تحقیق کرائیں کہ کہاں تک گورنروں کے ظلم و ستم کی مزعومہ خبریں
درست ہیں، عثمان غنیؓ نے محمد بن مسلمہؓ (صحابی)، کوکوفہ، اسامہ بن زیدؓ (صحابی)، کو بصرہ، عبد اللہ
بن عمرؓ (صحابی)، کو دمشق، عمار بن یاسرؓ (صحابی)، کو فسطاط اور کچھ دوسرے افراد کو دوسرے
صدر مقاموں کو بھیج دیا، یہ نمائندے باستثنائے عمار بن یاسرؓ تحقیق کر کے آئے اور رپورٹ
دی کہ گورنروں کے ظلم و ستم کی شکایتیں بالکل بے بنیاد ہیں، عمار بن یاسرؓ علی حیدر کے
حامیوں میں سے تھے اور عثمان غنیؓ اور ان کے خاندان کے مخالف، فسطاط پہنچ کر وہ حکومت
دشمن پارٹی میں جس کی قیادت ابن سبا اور مدینہ کے کچھ دوسرے ذی اثر افراد جیسے محمد بن
ابی بکر صدیقؓ اور محمد بن ابی حذیفہؓ کر رہے تھے، ضم ہو گئے اور بڑے جوش سے مخالفانہ
سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے، وفادار اکابر مدینہ کی شکایت سن کر جس کا امہ ذکر ہوا ایک طرف
عثمان غنیؓ نے اپنے نمائندے تحقیق حال کے لئے بھیجے اور دوسری طرف ایک مراسلہ صدر مقاموں کے
مسلمانوں کو ارسال کیا جس میں اس بات کی دعوت دی گئی کہ جن لوگوں کے ساتھ گورنروں نے

زیادتیاں کی ہوں وہ حج کے موقع پر حاضر ہوں اور خلیفہ نیز گورنروں کے رد و اپنی شکایتیں پیش کریں، خط کا مضمون یہ تھا:-

”دافع ہو کہ گورنروں کو میری تاکید ہے کہ ہر سال حج کے موقع پر مجھ سے ملیں جبے میں خلیفہ ہوا ہوں میں نے سارے مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی منکر پر عمل کرنے کی پوری آزادی دے رکھی ہے چنانچہ جب بھی میرے یا میرے حاکموں کے ظلم کوئی شکایت کی جاتی ہے اس کو رد کر دیتا ہوں، میں اپنے اور اپنے اہل عیال کے سارے حقوق سے رعیت کے مقابلہ میں دست بردار ہو گیا ہوں، اہل مدینہ نے رپورٹ کی ہے کہ میرے گورنر کچھ لوگوں کو مارتے ہیں اور کچھ کو برا بھلا کہتے ہیں، اگر کسی کے ساتھ ایسا کیا گیا ہو تو وہ حج کے موقع پر آئے اور اپنی شکایت پیش کرے، اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا خواہ زیادتی میری ہو یا میرے حکام کی، اگر وہ چاہے تو معاف بھی کر سکتا ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ يُجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ“

۶۰۔ باغیوں کو وثیقہ

یوں تو حج کے موقع پر نام طور پر سب گورنر جمع ہوتے ہی تھے تاہم عثمان غنیؓ نے مذکورہ بالا شکایت کے بعد خاص طور پر ان گورنروں کو حاضر ہونے کی تاکید کر دی جو ان کے کنبہ کے تھے اور بن کو بدنام کرنے کی مخالف پارٹیاں ہم جلسے ہوئے تھیں، بصرہ سے عبداللہ بن عامر آئے، دمشق سے امیر معاویہ، مصر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، حال میں کوذ کے معزول کردہ گورنر سعید بن حاص اور مصر کے سابق حاکم عمرو بن حاص کو بھی مشورہ کے لئے طلب کیا گیا، جب یہ پانچوں آ گئے تو عثمان غنیؓ نے پوچھا: ”زود کو ب اور سب و شتم کی یہ شکایتیں کیوں مشہور ہو رہی ہیں، معلوم ہوتا ہے ان کی کچھ اصل ضرور ہے؟“ گورنروں نے کہا: ”آپ نے اپنے نمائندے بھیجے تھے جو بھی طرح پوچھ گچھ اور تحقیق کر کے آپ کو رپورٹ دے چکے ہیں کہ یہ خبریں بے بنیاد ہیں، یہ محض پردہ پگینڈا ہے

اور مخالف پارٹیوں کا ایک متحکماً جس کے ذریعے وہ عوام کو ہمارے اور آپ کے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں: عثمان غنی: تمہاری رائے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟" سعید بن عامر: "مخالف پارٹیوں کے اکابر اور پردہ بینڈا بازوں کو پکڑ کر قتل کر دیجئے۔" عبداللہ بن سعد: "جب آپ رعایا کے حقوق پوری طرح ادا کر رہے ہیں تو آپ ان سے بھی اپنا حق (اطاعت و وفاداری) وصول کیجئے، ان کو اس طرح شتر بے مہار چھوڑ دینا سراسر نقصان دہ ہے۔" امیر معاویہ: آپ نے مجھے شام کا حاکم بنایا ہے، وہاں کے لوگوں سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوئی: عثمان غنی: اپنی رائے دو: امیر معاویہ: "شوریدہ سروں اور بغاوت پسندوں کی اچھی طرح خبر لیجئے" عثمان غنی: تمہاری کیا رائے ہے؟ عمرؓ: آپ رعایا کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں، آپ نے عمرؓ سے زیادہ ان کو آزادی دے رکھی ہے، میری رائے ہے کہ ان کے ساتھ آپ کا سلوک دیا ہونا چاہیئے جیسا ابو بکرؓ اور عمرؓ کا تھا، یعنی سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے موقع پر نرمی، ایسے لوگوں کے ساتھ سختی ضروری ہے جو نساد اور افتراں پیدا کرتا چاہتے ہیں، آپ کا سب کے ساتھ ملاحظت سے پیش آنا صحیح نہیں ہے: سب کی رائے سننے کے بعد عثمان غنی نے کہا: جس قدر کے وعدے کھینے کا عرب قوم کے ہاتھوں مجھے اندیشہ ہو وہ کھل کر رہے گا، اس کو حتی الامکان بند رکھنے کا میری رائے میں یہی طریقہ ہے کہ نرمی سے کام لیا جائے، مخالفین کے مطالبے بشرطیکہ ان سے مدد و اللہ نہ ٹوٹیں پورے کئے جائیں، اس کے باوجود بھی اگر دروازہ کھل جائے تو اس کی ذمہ داری میرے اوپر نہ ہوگی، اور کسی کو میرے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کا موقع نہ رہے گا، خدا پر خوب روشن ہے کہ میں سب کا بھلا چاہتا ہوں، بخدا فتنہ کی چکی چل کر رہے گی اور عثمان کی یہ خوش نصیبی ہوگی کہ دنیا سے جائے تو اس چکی کے چلانے میں اس کا کوئی ہاتھ نہ ہو..... ملے۔

حج کے بعد گورنر اپنے اپنے مرکزوں کو لوٹ گئے۔ لیکن امیر معاویہؓ نے جانے سے پہلے بڑے صحابہ (طلحہ، زبیرؓ وغیرہ) سے مخلصانہ باتیں کیں کہ حکومت دشمن سرگرمیاں چھوڑ دیں

ان اہیلوں سے دلوں کی کدورت اور جذبات کا اشتعال اور بڑھ گیا، ان میں سے بعض نے امیر معاویہ کو خوب ڈانٹا ڈپٹا اور طعنے دیے، امیر معاویہ کو باور ہو گیا کہ بغاوت ہو کر رہے گی جانے سے پہلے انہوں نے عثمان غنی سے باصرہ کہا کہ میرے ساتھ شام چلے لیکن وہ تیار نہ ہوئے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا میں ایک فوج بھیجے دیتا ہوں جو آپ کی حفاظت کرے گی عثمان غنی: اس شہر میں فوج کے خورد و نوش اور رہائش کے بندوبست سے باشندوں کو زحمت ہوگی یہ بھی مجھے گوارا نہیں؟ امیر معاویہ: بخدا تب تو آپ کو دھوکہ سے مار دیا جائے گا یا باغی آپ سے جنگ کریں گے؟ عثمان غنی: بحسبى الله ونعم الوکیل؟

ہر سال کی طرح اس سال (۳۳ھ) بھی مخالف پارٹیوں کے لیڈر جمع کرنے آئے، مدینہ منورہ کو ذرا دیر بصرہ ان کے ہیڈ کوارٹر تھے، سفیروں اور خط و کتابت کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھتے ہی تھے لیکن حج کے موقع پر ان کو ایک دوسرے سے بالمشافہ ملاقات کا موقع مل جاتا جب وہ سرحد کو پہنچتے اور اپنی باغیانہ سرگرمیوں کا جائزہ لیتے اور اپنی حکومت دشمن پالیسی میں ضروری ترمیم و ترمیم کرتے، اس کے علاوہ مدینہ کے بڑے صحابہ سے بھی ملاقات ہو جاتی اور ان کے مشورہ سے بھی استفادہ کیا جاتا، ان مخالف پارٹیوں نے عثمان غنی کی مزعومہ بدعنوانیوں کی ایک فہرست تیار کی اور ان کا ایک وفد مدینہ آیا اور خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ اپنی بدعنوانیوں کی صفائی پیش کریں، اس کا رد وائی سے ان کا مقصد عثمان غنی کو بدنام کرنا اور پروپاگنڈے کے لئے نیا مواد فراہم کرنا تھا، عثمان غنی نے سب سے اعتراضوں کا ایک ایک کر کے جواب دیا اور ایسا جو ہر اس شخص کو جس کی آنکھوں پر بارہی و فساداری یا ذاتی منفعت یا محدود مفاد کی عینک نہ ہوتی، مطمئن کر سکتا تھا لیکن یہ لیڈر مطمئن نہ کیا ہوتے آئے انہوں نے عثمان غنی کے جوابات کو عمدہ گناہ بدتر از گناہ سے تعبیر کیا اور اس عزم سے اپنے اپنے مرکزوں کو چلے گئے کہ اگلے سال موسم حج پر ملج ہو کر آئیں گے اور خلیفہ کو زور و شہر منزل کر دیں گے۔ آٹھ نو ماہ کے مزید پروپاگنڈے کے بعد تینوں پارٹیاں ملج ہو کر اپنے اپنے مرکزوں سے مدینہ کی طرف

روانہ ہوئیں، ان کا مقصد عثمان غنی کو معزول کرنا تھا اگر راضی خوشی تیار نہ ہوں تو قتل کر کے، ہر پارٹی کی تعداد لگ بھگ چھ سو بتائی جاتی ہے، بصرہ پارٹی کے پانچ کمانڈر تھے جن میں سے ایک حکیم بن جبلة تھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، کمان اعلیٰ ایک صحابی حر قوس بن زہیر کے ہاتھ میں تھی جو چند سال بعد علیؑ کی خلافت میں ایک ستار خارجی لیڈر ہو کر مارے گئے، یہ پارٹی زبیر بن عوام کی طرف مائل تھی، بصرہ میں زبیر کی کافی جائیداد اور تجارت تھی اور وہاں کے عربوں کی ایک جماعت کو ان کی مالی امداد نے اپنا وفادار بنالیا تھا، کوفہ پارٹی کے پانچ کمانڈروں میں سے ایک اشتر نخعی (صحابی) تھے جن کے بارہ میں آپ پہلے بہت کچھ پڑھ چکے ہیں، اس پارٹی پر طلحہ بن عبید اللہ چھائے ہوئے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ کوفہ کے اندر اور باہر طلحہ کی کافی جائیداد تھی جس کی آمدنی وہ اپنے بہت سے عقیدت مندوں پر صرف کرتے تھے مصر پارٹی میں متعدد صحابیوں کے علاوہ ابوبکر صدیق کے صاحبزادے محمد اور ابن سبا شریک تھے، یہ پارٹی علی حیدر کو خلیفہ بنانا چاہتی تھی۔

تینوں پارٹیاں مدینہ کے باہر فروکش ہوئیں، ان کا ایک وفد خلیفہ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ خلافت سے دست بردار ہو جائیے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے، عثمان غنی خلافت سے دستبردار ہو جاتے، پیرائے سلی میں اس سے ان کو کیا سکھ سیکھ رہا تھا لیکن ایک اصول عنان گیر تھا اور وہ یہ کہ اگر باغیوں کے دباؤ میں آکر انہوں نے خلافت چھوڑ دی تو یہ واقعہ ہمیشہ کے لئے ایک مثال بن جائے گا اور اس کی آڑے کر باغی جب چاہیں گے خلیفہ کو معزول کر دیا کریں گے، ان کے بعض مشیروں نے جن میں عبد اللہ بن عمر شامل تھے ان کو یہی مشورہ دیا کہ خلافت نہ چھوڑیں چنانچہ انہوں نے انکار کر دیا، بدآئیل تو انہوں نے وفد کو خبردار کیا کہ اسلام میں جن باتوں سے قتل واجب ہوتا ہے ان میں سے کسی ایک کا میں مرتکب نہیں ہوا ہوں؟

واقعات کے اس مرحلہ پر پہنچ کر ہمارے رپورٹروں کی راہیں بدل جاتی ہیں، ایک مدرستہ تاریخ کہتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے دو صحابیوں (میسرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص) کو باغیوں کے پاس اپنا نمائندہ

بنکر بھیجا اور کہلایا کہ میں خلافت سے معزولی کا مطالبہ نہیں مان سکتا، آپ کی جو شکایتیں ہوں میں
 کیجئے اُن کو قرآن و سنت کی روشنی میں دور کرنے کی کوشش کروں گا۔“ باغیوں نے دونوں صحابیوں
 کو بڑی طرح ہتھکرا کر ان کی ایک نہ سنی اور معزولی کے مطالبہ پر اڑے رہے، عثمان غنی علیٰ حیدر سے
 ملے اور ان سے کہا کہ باغی ایک سنگین مطالبہ کر رہے ہیں جس کو اگر مان لیا جائے تو ہمیشہ کے لئے
 خلافت سے جبری معزولی کا دروازہ کھل جائے گا اور خلیفہ کا رعب و وقار خاک میں مل جائے گا، آپ
 جا کر باغیوں کو سمجھائیے، میں قرآن و سنت کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہوں، علی حیدر نے کہا: باغی
 اس وقت تک یہاں سے نہیں نہیں گئے اور نہ آپ کی اطاعت کریں گے جب تک آپ ان کی شکایتیں
 دور کرنے کا وعدہ نہ کر لیں گے، عثمان غنی: ”میں شکایتیں دور کرنے کا وعدہ کرتا ہوں، آپ جا کر باغیوں
 سے کہہ دیجئے،“ علی حیدر کے مشورہ سے باغیوں نے معزولی کا مطالبہ چھوڑ دیا اور وثیقہ ذیل لکھ کر
 اس پر عثمان غنی کے دستخط کرائے اور اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئے۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبداللہ عثمان امیر المومنین نے یہ تحریر ان مسلمانوں اور مومنوں

کو بطور دستاوردی ہے جو ان کے طرز عمل کے شاکی ہیں کہ میں

۱) قرآن و سنت کے بموجب عمل کروں گا (۲) ناداروں اور محروموں کی سرکاری تنخواہیں

مقرر کی جائیں گی (۳) خور و زورہ لوگوں کو امان دی جائے گی (۴) جلا وطنوں کو وطن لوٹایا

جائے گا (۵) مسلمان فوجوں کو دشمن کی سر زمین میں وطن سے دور نہیں رکھا جائے گا (۶) مسلمان

آمدنی بڑھائی جائے گی، علی بن ابی طالب اور مدینہ کے اکابر اس وثیقہ کی پابندی کرنے

کا ذمہ لیتے ہیں، ذوالقعدہ ۳۵ھ

ابن اعم کوئی کے راویوں نے وثیقہ میں یہ ایک دفعہ اور بڑھادی ہے :-

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا جائے گا

انساب الاشراف میں ایک دوسری جگہ تصریح ہے کہ باغیوں نے عثمان غنی سے مذکورہ بالا باتوں

کے علاوہ ان دو کا بھی وعدہ لیا تھا :-

(۱) سرکاری آمدنی انصاف کے ساتھ تقسیم کی جائے گی (۲) سرکاری منصب امانتدار اور کارگزار لوگوں کو دیئے جائیں گے۔

انساب الاشراف کی دوسری تصریح سے اس بات کی تائید نہیں ہوتی کہ یہ وعدے تحریری تھے۔

ابو عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام

مصر بارٹی ابھی حجاز کی سرحد پار نہیں ہوئی تھی کہ ان کو راستہ میں ایک ٹولی ملی جو شبہ انداز سے منطاط کی طرف بھاگی ملی جا رہی تھی، انہوں نے اس کے لیڈر کو روکا اور اس سے بات چیت کی تو ان کا شبہ اور زیادہ بچنے ہو گیا، اس کا جھاڑا لیا گیا تو ذیل کا خط ایک خشک مشکیزہ سے نکلا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، جب عبد الرحمن بن عدس (صحابی) مصر پہنچے تو اس کو تنکوڑے مارنا، اس کا سر اور ڈاڑھی منڈوانا اور میرے اگلے حکم تک اس کو قید میں رکھنا، عمرو بن حنن (صحابی) اور سودان بن حمران اور عروہ بن بنیاع لیثی کو بھی سزا دو۔“

۶۲۔ خط کی دوسری شکل

”جب فلاں فلاں پہنچے تو اس کی گردن مار دینا اور فلاں فلاں کو یہ سزا دینا۔“
راوی۔ پارٹی میں صحابی اور تابعی دونوں تھے۔

۶۳۔ خط کی تیسری شکل

”جب مصری دل تمہارے پاس (منطاط) پہنچے تو فلاں کا ہاتھ کاٹ ڈالنا، فلاں کو قتل کر دینا اور فلاں کو یہ سزا دینا۔“
راوی۔ دل کے اکثر افراد کے خط میں نام تھے اور ہر ایک کے لئے فرداً فرداً سزا تجویز کی گئی تھی۔

۶۴۔ خط کی چوتھی شکل

”جب محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں اشخاص منطاط پہنچیں تو ان کو کسی بہانے سے قتل

لے باب الاشراف ۹۳۔ مکہ واقدی تاریخ الام ۱۹/۵۔ محمد بن اسحاق تاریخ الام ۱۵/۵

مکہ مروج الذهب مسعودی حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر مصر ۱۶۸۱۔

کر دینا، ان کو جو دستاویز دی گئی ہے اس پر عمل نہ کرنا، میرے حکم ثانی تک اپنے
عہدہ پر دستور قائم رہو اور جو ادا خواہی کے لئے تمہارے پاس آئے اس کو قید
کردو، اس کے ہارے میں میں خود حکم دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ !

۵۔ خط کی پانچویں شکل

”جب محمد اور فلاں فلاں آئیں تو ان کو قتل کر دو اور ان کو جو خط دیا گیا ہے اس
کو منسوخ کر دو اور میرا اگلا حکم آنے تک اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہو“
خط پڑھ کر مصریوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا، انہوں نے فوراً رخ بدلا اور مدینہ کی راہ
لی، ان کے قاصد کو فہ اور بصرہ کی پارٹیوں کو بھی نئے حالات سے مطلع کر کے واپس لے آئے، سب نے
بالاتفاق طے کیا کہ خلیفہ کو زندہ نہ چھوڑیں گے، ان کے لیڈر عثمان غنی سے ملے اور وہ خط دکھایا
جو راستہ میں انہوں نے پکڑا تھا، عثمان غنی سخت حیران اور پریشان ہوئے، انہوں نے قسم کھا کر
کہا کہ میں نے نہ تو خود خط لکھا نہ کسی سے لکھوایا، اور نہ اس کا مجھے قطعاً علم ہے، باغی لیڈر ہم مانے
لیتے ہیں کہ آپ نے خط نہیں لکھوایا لیکن اس سے آپ کی ذمہ داری کم نہیں ہوتی بلکہ اس سے
ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ میں حکومت کی صلاحیت نہیں، ایسا شخص منصب خلافت کا کیسے اہل ہو سکتا
ہے جس کے متعلقین اس کے نام سے اور خلافت کی ہر نگاہ کو کارروائی چاہیں کر ڈالیں، آپ کو اس
منصب سے ہٹانے کے لئے اس واقعہ سے زیادہ وزنی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی! باغیوں کا خیال
تھا کہ عثمان غنی کے چچا زاد بھائی مروان نے یہ خط لکھا تھا، لیکن ہم مروان کو نہ تو آناگستاخ اور
خود سر سمجھتے ہیں کہ وہ خلیفہ کے ایک تحریری معاہدہ کو جس کے نفاذ کا بڑے صحابہ نے ذمہ لیا تھا
تورنے کی جرات کرتے اور نہ اتنا کوہ فہم کہ خلافت کی ڈونڈنی گشتی کو اس بے حد اشتعلی کارروائی
سے تباہی کے اور زیادہ قریب کر دیتے۔

۱۔ العقد الفرید ابن عبد ربہ مصر ۳۹۷/۸۰۔

۲۔ الامار والسیاستہ ابن قتیبہ مصر ۳۹۷/۸۱۔

۶۶۔ صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام

باغیوں کے بیڈر شہر کے بڑے صحابہ سے ملے اور پکڑے ہوئے خطا کا ذکر کر کے ان کا غصہ بوماشتعال بڑھایا، ان کی آن میں سارا مدینہ باغیوں کا ہمدرد اور عثمان غنی کا بدخواہ ہو گیا۔ بس تھوڑے سے صحابہ اور ان کے متعلقین آخروقت تک خلیفہ کی وفاداری اور خیر اندیشی کا دم بھرتے رہے، باغیوں نے عثمان غنی کی کوٹھی کا محاصرہ کر لیا، جمعہ آیا تو وہ نماز پڑھانے گئے، نماز کے بعد ایک تقریر میں باغیوں کو کھاجھا رہے تھے کہ ان پر انیسویں کی بارش ہونے لگی، وہ چوٹ کھا کر گرے اور بیہوش ہو گئے، اس کے باوجود انہوں نے مسجد جانا اور نماز پڑھانا نہ چھوڑا، محاصرہ کے مابین دن اور بقول بعض تیس دن تک وہ امانت کرتے رہے اس کے بعد باغیوں نے ان کا گھر سے نکلنا بھی بند کر دیا، شہر کے بہت سے غلام، حاسد اور ابن الوقت علماء باغیوں کی صفوں میں داخل ہو گئے، عثمان غنی کے پاس کافی لوگ تھے جو باغیوں سے لڑ کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے تھے لیکن عثمان غنی نے جنگ پیکار کی بالکل ممانعت کر دی تھی، وہ چاہتے تھے کہ دوسرے مرکزوں سے بڑی تعداد میں مسلمان آجائیں اور باغیوں کو قاتل معقول کر کے اپنے اپنے شہروں کو لوٹا دیں، اس مقصد کے لئے انہوں نے یہ مراسلہ بھیجا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ عزوجل نے محمد کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، انہوں نے خدا کے احکامات لوگوں کو پہنچا دیئے اور جب اپنا مشن پورا کر چکے تو ان کا انتقال ہو گیا، انہوں نے ہمارے لئے ایک کتاب چھوڑی جس میں جائز و ناجائز، میزان امور کا ذکر تھا جو مقدر ہو چکے تھے، اور جن کو محمد نے لوگوں کی پسند و ناپسند سے بے نیاز ہو کر نافذ کیا، ان کے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے، پھر مجھے میرے علم اور خواہش کے بغیر اصحاب شوریٰ میں داخل کیا گیا، انہوں نے خاص و عام کی متفقہ رائے اور میری بغیر خواہش محمد کو خلیفہ منتخب کیا، خلیفہ ہو کر میں نے پہلے کام کئے اور ایسی روش اختیار نہیں کی جس پر کسی کو اعتراض یا ناگواری کا موقع ملتا، میں اپنے کاموں میں رسول اللہؐ اور شیوخ کا تابع رہا اور خود قبضہ و غلبہ کی کوشش نہیں کی (دولت و فرصت پاکر) لوگوں کا میلان خیر اور فتنہ کی طرف ہوا تو محمد

اور کینان کے دلوں میں جگمگاتھا اور ذاتی فائدہ کا بھوت ان کے سر پر سوار ہو گیا حالانکہ
 نہ تو میں نے قابل گرفت کوئی کام کیا اور نہ مافی میں کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو جس کے نتھاق
 کی غلط دلوں میں ہوتی، کینہ اور حسد نے ان کو منافق بنا دیا، اُن کے دل میں کچھ ہوتا ہے
 اور زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں، وہ ایسے کاموں پر مجھے بُرا بھلا کہنے لگے جن کو دابو کمر اور
 عمر کے عہد میں، انہوں نے بخوشی قبول کر لیا تھا۔ اور ایسے فیصلوں پر مجھے مطعون کہتے
 جو نہایت مناسب ہوتے اور اہل مدینہ کے مشورہ سے کئے جاتے، سالوں میں ان کی
 نکتہ چینی اور عیب جوئی برداشت کرنا رہا، ان کی حرکتیں آنکھوں سے دیکھتا اور ان کی
 بے ہودگیاں کانوں سے سنا لیکن سزا نہ دیتا، انہوں نے میرے صبر و تحمل کو کمزوری
 پر محمول کیا، ان کی جرات اتنی بڑھی کہ انہوں نے رسول اللہ کے ٹھکانہ اور پھر حجاز
 میں میرے اوپر حملہ کر دیا ہے، ابہت سے بددعرب ان کے ساتھ ہو گئے ہیں اور انہوں
 نے اُخزاب یا ان عربوں کی طرح جو اُحد میں ہم پر حملہ آور ہوئے تھے، یورش کر دی ہے
 آپ میں سے جس جس کے لئے ممکن ہو میرے پاس آجائے، والسلام علیہ

۶۷. مسلمانوں کے نام

ابن اعم کوئی کے رپورٹروں نے محاصرہ سے پہلے باغی اکابر اور عثمان غنی کی ملاقات کا ذکر مختلف
 انداز میں کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عثمان غنی سہم گئے جہاں صحابہ اور باغی اکابر موجود تھے، ان کو مخاطب
 کر کے عثمان غنی نے کہا: میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے نہ تو خود خط لکھا اور نہ کسی سے لکھوایا، جو وعدہ میں
 نے پہلے آپ سے کیا تھا اس پر بے بھی قائم ہوں اور اس بات کا پھر اعادہ کرنا ہوں کہ میرا طرز عمل کتاب اللہ
 سنت نبی اور آپ کی منشاء اور مرضی کے مطابق ہوگا: ایک باغی لیڈر کھڑا ہوا اور بولا: ہم تم کو جھوٹا سمجھتے
 ہیں، آپیں تمہاری قسم کا مطلق اعتبار نہیں! اس کے بعد دوسرا لیڈر کھڑا ہوا اور بولا: تم ہمارے قتل کا
 لہ اُخزاب سے مراد یہ جھجیلے ہیں جو مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے: قریش، مضر، غطفان، اُلمجین، اسد اور سلیم۔

حکم دے کر اب قسم کھاتے ہو، ہم تم کو زندہ نہ چھوڑیں گے، خلیفہ کے کچھ آدمی اس گستاخ کی خبر لینے بڑے
لیکن باغیوں نے اس کو بچا لیا، کچھ شوریدہ سر خلیفہ کے آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور کچھ خلیفہ پریشانی
برسانے لگے، خلیفہ بے ہوش ہو گئے، جب ان کی طبیعت ٹھیک ہوئی تو انہوں نے باغیوں کی تالیف
قلب کے لئے یہ تحریر قلمبند کی :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبد اللہ عثمان امیر المومنین کی طرف سے سارے مسلمانوں او
مومنوں کے نام، سلام علیکم، اس خدا کی یاد دلاتا ہوں جس نے آپ کو ایمان و اسلام
سے بہرہ ور کیا، کفر و شرک کے اندھیرے سے نکالا، جس نے روزی و خوشحالی کے دائرہ
آپ پر کھولے اور اپنی نعمتہائے گونا گوں اور عنایتہائے بوقلموں سے آپ کو سرفراز کیا۔
مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے، تمہاری زندگی ایسی گزرنی چاہیے کہ جب
مرد تو حقیقتہً مسلمان ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضے ٹھیک ٹھیک
پورے کرتے رہو تاکہ اخروی سرخروئی سے بہرہ ور ہو، مولا تکلوا، اکاالدین قہر تو ادا تخلصوا
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ان لوگوں کے نقش قدم
پرست، جلو و واضح دلیلوں کے بعد بھی باہمی پھوٹ اور جھگڑوں میں پڑ گئے، ایسے
لوگوں کو سخت سزا دی جائے گی، دوسری جگہ خدا کہتا ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ
بِعِفْءِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا اَلْکُفْرَ لَاحْضَرٰ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ دَلٰلًا یَّکْفُرُ عَنْهُمْ اللّٰهُ وَ لَیْسَ یُنْظَرُ
اِلَيْهِمْ یَوْمَ الْقِیَمَةِ وَلَا یُزْکَرُ لَهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ جو لوگ تھوڑے سے فائدہ کی
خاطر جھوٹی قسمیں کھائیں اور خدا کے نام پر کئے ہوئے عہد سے پھر جائیں وہ دنیا میں
صفات محمودہ سے اور آخرت میں لطف و مسرت سے بالکل محروم رہیں گے، قیامت
کے دن خدا ان کی طرف دیکھنا یا ان سے ہم کلام ہونا تک گوارا نہ کرے گا اور ان
کو دردناک سزا دی جائے گی۔ مسلمانو! خدا چاہتا ہے کہ تم فرماں بردار اور مطیع رہو
معصیت اور باہمی اختلاف سے بچو، ماضی میں اس نے انبیاء بھیجے تاکہ صحیح اور غلط زندگی

میں امتیاز کرا سکیں، یاد رکھو کہ بھل قومیں اس وجہ سے تباہ ہوئیں کہ ان کا کوئی صحیح لیڈر اور رہنما نہ تھا اور وہ آپس میں لڑتی جھگڑتی تھیں، اگر تم نے اپنا بڑا ارادہ پورا کر کے مجھے قتل کر دیا تو ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھل جائے گا اور تم بہت سی حرام باتوں کے مرتکب ہو گے اور ایسے اندھیرے میں گھر جاؤ گے کہ نماز روزہ تک کی سنت نہ رہے گی، میں نے تمہاری خیر خواہی کا فرض ادا کر دیا ہے اور تم سے انہی باتوں کا طالب ہوں جن کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے، میں تم کو اس انجام سے ڈراتا ہوں جس سے خدا نے ڈرایا ہے، میں تم کو وہ بات یاد دلانا ہوں جو پیغمبر شعیب نے اپنی قوم کے مخالفوں سے کہی تھی اور جس کا قرآن میں ذکر ہے: **يَا قَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي ۚ اَنْ يَّصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا اَصَابَ قَوْمُ نُوحٍ اَوْ قَوْمُ هُودٍ ۚ اذْ قَوْمٌ صَالِحٌ وَمَا لَكُمْ لَوْ طَغَيتُمْ بَعْدَ هٰذَا ۚ** مخالفو! خبردار میری مخالفت کی پاداش میں تم پر کہیں وہ مصیبت نہ نازل ہو جائے جو نوح، ہود اور صالح کی قوموں پر نازل ہوئی اور پیغمبر لوط کی قوم کا جو حشر ہوا وہ کوئی بہت پرانی بات نہیں ہے:

”لوگو! میں تمہاری شکایتیں دور کرتا رہا ہوں، میں تم کو مطمئن رکھنا چاہتا ہوں، میں کتاب اللہ اور سنت نبی کے مطابق عمل کروں گا، میرا طرز عمل ستودہ اور سلوک اچھا ہو گا جس کو رزق تم ناپسند کرو گے اس کو مغزول کر دوں گا اور جس کو چاہو گے گورنر بنا دوں گا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میری روش دہی ہی ہوگی جیسی شیخین کی تھی اور میں اپنے مقدور بھران کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کروں گا، یہ بات تم کو نہ بھولنا چاہیے کہ انسان غلطیاں کرتا ہے اور میرے گورنر بھی غلطیوں سے مبرا نہیں، اس تحریر کے ذریعہ میں خدا اور سارے مسلمانوں کے سامنے معذرت خواہ ہوں، تم کو جو باتیں ناپسند تھیں یا میں وہ بخدا چھوڑ دوں گا اور کوئی ایسی بات نہ کروں گا جو تم کو ناگوار ہوگی خدا اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میرے اور تمہارے قصور

معاف کر دے گا: والسلامؑ

۶۸۔ عبد اللہ بن عامر اور معاویہ بن ابی سفیان کے نام

فتوح ابن اعثم کے رپورٹ پر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے مذکورہ بالا تحریر باقی اکابر کے پاس بھیج دی لیکن اس کو پڑھ کر ان کا دل ذرا نہ پسچا اور وہ اپنے اس ارادہ پر اڑے رہے کہ اگر خلیفہ مملکت سے دست بردار نہ ہوا تو اس کو قتل کر دیں گے، اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا، عثمان غنیؓ جب اکابر صحابہ کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے بصرہ کے گورنر عبد اللہ بن عامر اور شام کے حاکم علیؓ معاویہ بن ابی سفیان کو یہ مراسلہ بھیجا۔

دفع ہو کہ مدینہ، بصرہ اور کوفہ کے ظالموں، سرکشوں اور باغیوں کی ایک جماعت نے مجھ پر بڑھ چالی کر دی ہے اور مجھے گھیر لیا ہے، مردان کو نہ پا کر دباؤ میرے گھر کا سخت محاصرہ کر لیا ہے میں ہر چند ان کو سمجھاتا بھجواتا ہوں، ان کو راضی اور مطمئن کرنے کا وعدہ کرتا ہوں، کتاب اللہ اور سنت نبیؐ پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہوں لیکن وہ کچھ نہیں سننے انہوں نے مجھے معزول یا قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے، میں مرنا پسند کروں گا لیکن خلافت سے معزولی کا مطالبہ نہیں مان سکتا، یہ ہیں حالات، جلد میری مدد کرو اور بہادرروں کا ایک دل لے کر آ جاؤ، امید ہے تمہاری مدد سے خدا باغیوں اور عاصیوں کی اس مصیبت سے مجھے نجات دلائے گا: والسلامؑ

۶۹۔ خط کی دوسری شکل

مورخ محمد بن سائب کلبی نے مذکورہ خط کا مضمون ان الفاظ میں پیش کیا ہے اور تصریح کی

ہے کہ خط امیر معاویہ کو لکھا گیا تھا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، دافع ہو کہ اہل مدینہ نے کفران نعمت کیا ہے، نافرمان ہو گئے ہیں اور میری بیعت توڑ دی ہے، شام کے مجاہدوں کی ایک فوج میری مدد کو بھیج دو“

۷۰۔ خط کی تیسری شکل

ابن قتیبہ نے امیر معاویہؓ کو بھیجے ہوئے خط کا مضمون اور زیادہ مختلف بیان کیا ہے :-
 واضح ہو کہ میں ایسے لوگوں میں ہوں جو میری زندگی سے گنا گئے ہیں اور پچا ہتے ہیں کہ
 میں جلد از جلد ختم ہو جاؤں، کہتے ہیں کہ تم کو یا تو ایک کمزور اور بوڑھے اونٹ پر سوار
 رکھیں گے اور اگر میں اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ان کا مطالبہ ہے کہ میں خلافت سے
 دستبردار ہو جاؤں اور جس جس کو میں نے قتل کیا ہے اس کا قصاص دوں حالانکہ جس کے
 ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور ہوتی ہے اس سے صحیح اور غلط دونوں طرح کے کام سرزد
 ہوتے ہیں، مدد، مدد، اپنے خلیفہ کی مدد، جلدی کرو، معاویہؓ جلدی کرو، آجاؤ، ضرور
 آجاؤ، لیکن مجھے امید نہیں کہ تم آؤ گے!"

۷۱۔ باغیوں کے نام

بعض رپورٹ کہتے ہیں کہ محاصرہ کے ایام میں ایک دن عثمان غنیؓ نے سنا کہ باغی پیچ کر رہے
 ہیں کہ ہم خلیفہ کو قتل کر دیں گے عثمان غنیؓ: حاضرین سے مخاطب ہو کر: مجھے قتل کر دیں گے، میں جو اولین
 مسلمانوں میں سے ہوں جس سے رسول اللہؐ تاحیات خوش رہے، ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی!
 میرا قتل کیسے جائز ہے؟ انہوں نے باغیوں کی استمات کے لئے ایک خط لکھوایا اور عبداللہ بن
 زبیرؓ سے کہا کہ ہا کر باغیوں کو با آواز بلند سنا دو، ابن زبیرؓ گئے لیکن باغیوں نے اس خط کو نہ پڑھنے دیا
 تاہم وہ ڈٹے رہے اور کسی نہ کسی طرح آدھی آواز سے پڑھ ہی ڈالا، خط کے کچھ حصے محفوظ نہیں رہے :-
 "..... میں ان سب باتوں سے محترز رہنے کا وعدہ کرتا ہوں جو آپ کو ناپسند ہیں اور غلط
 کلام سے جو مجھ سے سرد ہوا ہو توبہ کرتا ہوں، میں عہد کرتا ہوں کہ صرف رسول اللہؐ
 کی بیویوں اور آپ کے ابابائے کی صوابدید سے کام کروں گا، لیکن میں اس قسم

لے کہ نہ نچی کہ طرح اپنے اشاروں پر چلنا چاہتے ہیں۔ لے جہاں تک ہیں معلوم ہے عثمان غنیؓ پر قتل کا کوئی التزام نہ تھا

(خلافت) کو نہیں اُتار سکتا جو خدا نے مجھ پر سنائی ہے، اسی طرح آپ کو اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے بھی معاف نہیں کر سکتا!

۷۲۔ علی بن ابی طالب کے نام

محاصرے پہلے عثمان غنیؓ کی علیؓ حیدر سے ملاقات ہوتی رہتی تھی، کبھی علیؓ حیدرؓ عثمان غنیؓ کی کوٹھی پر اجتماع و شکایت کرنے آتے اور کبھی عثمان غنیؓ علیؓ حیدرؓ کے گھر عیادت، اجتماع شکایت یا تالیفِ قلب کے لئے جلاتے، محاصرہ کے بعد یہ رابطہ ٹوٹ گیا، اس کا سبب ایک مددِ سرِ تاریخ کی رائے کے مطابق یہ تھا کہ علیؓ حیدرؓ عثمان غنیؓ سے سخت ناراض ہو گئے تھے اور ان کے ساتھ مکمل ترکِ مواصلات کا عہد کر لیا تھا، ناراضی کی وجہ یہ تھی کہ جب پہلی بار باغی محاصرہ کے ارادہ سے آئے تو عثمان غنیؓ نے علیؓ حیدرؓ کو بلایا اور ان سے خود ملنے گئے اور کہا کہ آپ باغیوں کو سمجھا بجھا کر دفع کر دیجئے، علیؓ حیدرؓ نے کہا: آپ ان کی شکایتیں دور کرنے کا وعدہ کریں گے تب ہی وہ واپس ہوں گے، عثمان غنیؓ نے وعدہ کر لیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک دستاویز لکھ دی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں باغی ٹوٹ گئے، مردان اور عثمان غنیؓ کے دوسرے مشیروں نے جو باغیوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے یا ان کے مطالبات ماننے کے خلاف تھے عثمان غنیؓ کو اپنا وعدہ پورا کرنے سے باز رکھا، علیؓ حیدرؓ کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت بگڑے اور عثمان غنیؓ سے بات چیت کرنے کی قسم کھالی۔

عثمان غنیؓ سے رابطہ ٹوٹنے کے موضوع پر دوسرا قول یہ ہے کہ محاصرہ سے ذرا پہلے علیؓ حیدرؓ باغی اکابر سے ناراض ہو کر مدینہ سے باہر کسی گاؤں چلے گئے تھے، ناراضی کا سبب یہ تھا کہ باغی وہ خط لے کر جس میں اُن کے قتل کا حکم تھا علیؓ حیدرؓ کے پاس آئے اور ان کو خط دکھا کر کہا: اب آپ کو کوئی عذر نہ ہونا چاہیے، اس خط نے خلیفہ کا خون مہاں کر دیا ہے، چلیے ہماری قیادت کیجئے، علیؓ حیدرؓ تیار نہ ہوئے تو باغیوں نے کہا: پھر آپ نے ہمیں خط کیوں لکھے تھے؟ علیؓ حیدرؓ نے اس سے انکار کیا تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور بولے: ہم ان کی خاطر لڑ رہے ہیں اور یہ ایسی باتیں

کرتے ہیں، علی حیدر ناراض ہو گئے، اور مضافات مدینہ کے کسی گاؤں کو چلے گئے۔
 بعض رپورٹر کہتے ہیں کہ محاصرہ کے دوران علی حیدر اپنی جاگیر نیشہ میں تھے، نیشہ مدینہ
 کے مغرب میں سات میل (لگ بھگ دوسو میل) دور ایک شاداب نخلستان تھا، اپنی رائے
 کی تائید میں ہمارے رپورٹر عبداللہ بن عباس کا یہ بیان پیش کرتے ہیں: مجھے عثمان غنیؓ نے بلایا
 اور کہا: اپنے چچا زاد بھائی (علیؓ) کو سمجھاؤ کہ میری مخالفت سے بازار میں: میں نے کہا: علیؓ ایسے
 آدمی نہیں جن کو کوئی شورش دیا جائے وہ اپنی صوابدید کے مطابق کام کرتے ہیں، آپ جو چاہتے ہوں
 کہیے میں ان کو پہنچا دوں گا۔ عثمان غنیؓ: ان سے کہہ دو کہ نیشہ چلے جائیں تاکہ مجھے ان کی حرکتوں (نیشہ
 اور اشتعال انگیزی) سے دکھ اور ان کو میرے کاموں سے کوئی نہ ہو۔ میں نے علیؓ کو یہ پیغام پہنچا دیا،
 وہ نیشہ چلے گئے، جب محاصرہ سخت ہو گیا تو عثمان غنیؓ نے ان کو یہ خط لکھا:-

واضح ہو کہ بارہ کا پانی ٹیلہ تک پہنچ گیا ہے اور (اونٹ کے پالان کا) تسمہ تھنوں
 کے پیچھے جا پڑا ہے اور وہ لوگ مجھے مارنے کے درپے ہیں جو اپنی مخالفت سے قاصر
 تھے، اِنَّكَ لَمَّا تَعِجْزُ عَلَيكَ كَعَا جَزْءٍ ضَعِيفٍ وَلَمْ يَغْلِبْكَ مِثْلُ مَغْلَبِ شَرَفِيٍّ
 کے لئے کھٹیا اور ادنیٰ لوگوں سے نمٹنا اور عہدہ برآ ہونا بے حد مشکل ہوتا ہے۔
 میرے پاس آ جاؤ جس ارادہ سے بھی چاہو، دوست بن کر یا دشمن، حامی بن کر یا مخالف۔
 فَاَنْ كُنْتَ مَّا كَوْلَا فَاَنْتَ اَحْلَىٰ دَلَا فَاَدْ كُنْتَ اَحْلَىٰ
 اگر مجھے قتل کرنا ہے تو تم مجھ کو قتل کرو۔ دیر نہ کر مجھے بچا لو اس سے پہلے کہ میرے گھر سے فرار کر دینے کا ارادہ کر لوں

ایک رپورٹ یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے خط نہیں بلکہ ایک معزز قرشی کی معرفت خط سے ملنا چاہنا پیغام

لے لیخ الامار اذہ دھاوہ الحزام الطیبتین۔ دو عرب کہاوتیں جو کبھی حادثہ کے ملازم ہونے کے موقع پر استعمال کی جاتی ہیں، اونٹ
 کے پالان کا تسمہ جب ڈھیل ہو جاتا ہے اس کے تھنوں کے پیچھے جا پڑتا ہے تو کجاوہ نیچے آگرتا ہے اور یہ اونٹ سوار کے لئے
 ایک سخت حادثہ ہے۔ ۱۷۱ عقد الفریحہ ۳/۱۳۱ وکنز العمال ۶/۲۸۹ نیز کامل مبرد مصر ۱/۱۰۹ والامامہ والیاسہ

بھیجا تھا، جس میں شاعر مُنزق عہدی کا: فان کنت ما کولاً والا شعر بھی تھا۔

رہا یہ سوال کہ محاصرہ کے دوران علی بنجد رکھاں تھے، نینچ میں یا مدینہ میں تو اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ وہ مدینہ میں موجود تھے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھے، ابو مخنف آنندی: حلی علی بالاسیم النحر و عثمان محصور بنعت ابیہ عثمان ببیت المہرق البندی، صحابی مغیرہ بن شعبہ نے ان کو مشورہ دیا کہ کہیں باہر چلے جائیے ورنہ آپ پر عثمان غنی کے قتل میں شرکت کا الزام لگے گا تو انہوں نے یہ مشورہ رد کر دیا تھا، قیاس بھی تسلیم نہیں کرتا کہ ایک امیدوار خلافت جو حکومت و امامت کے معاملات سے شدید ترین دلچسپی لیتا رہا تھا اس کے آخری اور فیصلہ کن مرحلوں میں میدان چھوڑ کر مدینہ سے باہر چلا جاتا، عثمان غنی کے بعد ان کی بیوی نائلہ نے ایمر معاویہ کو جو خط لکھا تھا اس میں بھی اس بات کی صاف تصریح ہے کہ وہ مدینہ میں موجود تھے، (وکان علی مع الحضورین من اهل المدینة) اور انہوں نے عثمان غنی کی مدد نہیں کی تھی یہ الفاظ ہیں اغانی میں منقولہ خط کے لیکن اس خط کا جو نسخہ ہم نے العقد الفرید میں دیکھا اس کے الفاظ سے صرف یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ علی بنجد مدینہ میں موجود تھے بلکہ اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ باغیوں کی قیادت کر رہے تھے۔ و اهل مصر قد اسندوا امرهم الى علی و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و طلحة والزبیر۔

اشاریه

الف	ابوزر - ۲۴'۲۸'۵۴'۶۳'۱۰۱'۱۰۲'۱۵۶
آسیا صغری - ۱۴۱ -	۱۵۸'۱۵۷ -
آبان بن عثمان غنی - ۱۲ -	ابوسفیان - ۳۳'۳۴'۹۳ -
أبله - ۱۶'۹۰'۹۱'۱۴۰'۱۴۱ -	ابوطیحه انصاری - ۵۸'۵۹'۶۰ -
ابن ابی الحدید - ۵ -	أبو عبید قاسم بن سلام - ۸۰ -
ابن اعثم کوفی - ۱۸۵'۱۸۱ -	أبو عبیده بن جبرئیل - ۸۱ -
ابن عبد البر - ۸۷ -	أبو علی جُبائی - ۹۷'۱۰۵ -
ابن قتیبه - ۱۸۵ -	أبو قتایبه - ۱۴۵ -
ابن کلبی - ۱۴ -	أبو لؤلؤ - ۶۷'۶۸ -
ابن ندیم - ۱۰۹ -	أبو مخنف أزدی - ۱۹۲ -
أبو بکر صدیق رض - ۵'۷'۱۱'۱۳'۱۴'۱۷	أبو موسیٰ اشعری - ۲۱'۲۵'۲۵'۸۵'۸۶'۸۹
۱۸'۳۰'۳۲'۳۳'۳۵'۳۸'۴۴'۴۸	۹۹'۱۳۳'۱۳۴'۱۳۵'۱۴۰'۱۴۹'۱۵۰
۴۹'۵۴'۵۵'۵۶'۶۱'۶۳'۶۴'۷۲	۱۷۱'۱۷۲ -
۷۳'۷۴'۷۵'۷۶'۷۸'۷۸'۸۸'۹۱	أبی بن کعب - ۱۰۵'۱۰۹'۱۴۵ -
۹۳'۹۴'۹۵'۱۰۰'۱۰۱'۱۰۷'۱۱۰'۱۲۲	أخف بن قیس - ۳۷ -
۱۳۴'۱۳۴'۱۳۷'۱۳۷'۱۵۵'۱۵۶'۱۷۰'۱۷۲	أحمد - ۵۱'۴۱ -
۱۷۴'۱۷۴'۱۸۰'۱۸۰'۱۸۵'۱۸۹ -	أذربیحان - ۴۵'۵۵'۱۱۱'۱۳۱ -
أبو جعفر - ۳۵ -	أردن - ۹۲ -
أبو جهم - ۹۳ -	أرسینیة - ۲۵'۲۵'۴۱'۴۱'۴۹'۱۱۱'۱۱۱'۱۵۳'۱۵۳

بکر بن وائل (قبیلہ) - ۱۶ - (ج)

- بنو امیہ - ۳۲، ۳۴، ۸۲، ۸۵، ۱۳۰، ۱۳۱ -
 بنو ضیفہ - ۱۳۹، ۱۳۷ -
 بنو کندیہ - ۱۵ -
 بنو نصیر - ۱۰۰ -
 بنو ہاشم - ۵۴، ۹۰، ۱۳۰ -
 یوسف - ۱۳۰ -
 بیت لحم - ۱۰۰ -
 بیت المقدس (ایلیار) - ۱۵، ۲۰، ۲۱ -
 جاٹ - ۱۴۲ -
 جاحظ - ۹۱ -
 جرعة - ۱۶۸ -
 جریر بن عبداللہ بجلي - ۱۳۰ -
 جزارہ - ۱۴۰، ۱۴۱ -
 جفینہ - ۶۸ -
 جندب - ۱۲۷، ۱۶۱ -
 جودی - ۹۷ -

(ت)

- تایخ الأمم طبری - ۱۴، ۱۰۲ -
 تایخ صناعار رازی - ۳۷، ۳۷ -
 تاریخ یعقوبی - ۱۰۲ -
 ترکی - ۱۲۰ -
 تسیم (قبیلہ) - ۱۶۰ -
 تسیم داری - ۱۰۰ -
 تونس - ۳۶، ۵۵، ۵۵، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۱ -
 تیم (قبیلہ) - ۵۴، ۶۴ -
 حارث بن حکم - ۹۷ -
 جشہ - ۳۲، ۱۳۳ -
 حبیب بن مسلمہ - ۲۸، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵ -
 حجاز - ۳۵، ۴۵، ۱۰۰، ۱۸۲ -
 حذیفہ بن یمان - ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲ -
 حرقوم بن زہیر - ۱۸۰ -
 حسن بصری - ۵۲ -
 حسن بن علی - ۵۵ -

(ث)

- ثقیف (قبیلہ) -
 ثقیف -
 حکم بن عامر - ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰ -
 حضرت - ۱۹ -
 خفیر - ۹۰ -

زمین ثابت - ۱۴۸، ۱۹۹ -

زید بن خطاب - ۴۸ -

زینب بن محش - ۵۴'۷۷/۷۹ -

(ز س)

بَیْحَتَان - ۹۰

شرف - ۸۱، ۸۲ -

سعد بن أبي وقاص - ٢٣، ١٣٤ - م' ٥٨'

'95'95'86'84'80'75'70

- 100 ' 100 ' 100 ' 100 ' 96

سجید بن عاص - ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹

'102' '102' '101' '10' '109' '92' '91

'144 '140 '148 '142 '142 '141 '104

-16A'166'161'199'14A'146

سلمان بن ربیعہ - م ۱۵، ۱۵۵ -

سلطان فارسی . ۵۶

مکتبہ - ۹۰۰ -

شده - ۱۴۱ - ۱۴۲ -

سیدان بن حمران - ۱۸۲ -

سیف بن عمر - ۱۳، ۸۷، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳ -

(رش)

شام - ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶

1941 95 1941 64 60 49 45 152

1-3' 1-11' 11A' 11B' 12' 12A' 12B' 13'

15410614114214314414514614714814915015115215315415515615715815916016116216316416516616716816917017117217317417517617717817918018118218318418518618718818919019119219319419519619719819920020120220320420520620720820921021121221321421521621721821922022122222322422522622722822923023123223323423523623723823924024124224324424524624724824925025125225325425525625725825926026126226326426526626726826927027127227327427527627727827928028128228328428528628728828929029129229329429529629729829930030130230330430530630730830931031131231331431531631731831932032132232332432532632732832933033133233333433533633733833934034134234334434534634734834935035135235335435535635735835936036136236336436536636736836937037137237337437537637737837938038138238338438538638738838939039139239339439539639739839940040140240340440540640740840941041141241341441541641741841942042142242342442542642742842943043143243343443543643743843944044144244344444544644744844945045145245345445545645745845946046146246346446546646746846947047147247347447547647747847948048148248348448548648748848949049149249349449549649749849950050150250350450550650750850951051151251351451551651751851952052152252352452552652752852953053153253353453553653753853954054154254354454554654754854955055155255355455555655755855956056156256356456556656756856957057157257357457557657757857958058158258358458558658758858959059159259359459559659759859960060160260360460560660760860961061161261361461561661761861962062162262362462562662762862963063163263363463563663763863964064164264364464564664764864965065165265365465565665765865966066166266366466566666766866967067167267367467567667767867968068168268368468568668768868969069169269369469569669769869970070170270370470570670770870971071171271371471571671771871972072172272372472572672772872973073173273373473573673773873974074174274374474574674774874975075175275375475575675775875976076176276376476576676776876977077177277377477577677777877978078178278378478578678778878979079179279379479579679779879980080180280380480580680780880981081181281381481581681781881982082182282382482582682782882983083183283383483583683783883984084184284384484584684784884985085185285385485585685785885986086186286386486586686786886987087187287387487587687787887988088188288388488588688788888989089189289389489589689789889990090190290390490590690790890991091191291391491591691791891992092192292392492592692792892993093193293393493593693793893994094194294394494594694794894995095195295395495595695795895996096196296396496596696796896997097197297397497597697797897998098198298398498598698798898999099199299399499599699799899910001001100210031004100510061007100810091010101110121013101410151016101710181019102010211022102310241025102610271028102910301031103210331034103510361037103810391040104110421043104410451046104710481049105010511052105310541055105610571058105910601061106210631064106510661067106810691070107110721073107410751076107710781079108010811082108310841085108610871088108910901091109210931094109510961097109810991100110111021103110411051106110711081109111011111112111311141115111611171118111911201121112211231124112511261127112811291130113111321133113411351136113711381139114011411142114311441145114611471148114911501151115211531154115511561157115811591160116111621163116411651166116711681169117011711172117311741175117611771178117911801181118211831184118511861187118811891190119111921193119411951196119711981199120012011202120312041205120612071208120912101211121212131214121512161217121812191220122112221223122412251226122712281229123012311232123312341235123612371238123912401241124212431244124512461247124812491250125112521253125412551256125712581259126012611262126312641265126612671268126912701271127212731274127512761277127812791280128112821283128412851286128712881289129012911292129312941295129612971298129913001301130213031304130513061307130813091310131113121313131413151316131713181319132013211322132313241325132613271328132913301331133213331334133513361337133813391340134113421343134413451346134713481349135013511352135313541355135613571358135913601361136213631364136513661367136813691370137113721373137413751376137

شماره ۵ - ۱۰۰ - ۱۰۰

شرح نوح البلاء - ٥ - ١٠٢

شظ - ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲.

شعبی - ۱۱۵'۵۲ -

شعبه ۱۴ - ۱۸۶ -

شعبہ بن ربیعہ - ۵۰ -

(ص)

صلاح ۴۰۱۸۶

عمرته ابن الاكوع - ۳۹ -

صَفِین - ۶۹ -

صغیر - ۱۰۷

صُور - ۱۱۸ -

(b)

مؤلف: ۳۹۷۷۷

طارق - ۱۳۲ -

طبری - ۱۲، ۱۵، ۸۶، ۱۳۲، ۱۳۵ -

طَبَقَاتُ ابْنِ سَعْدٍ - ٢٠، ٨٢، ١٣٥ -

طرائف - ۱۲۸ -

طاهر بن عبید اللہ - ۳۰، ۳۱، ۵۳، ۵۵
 ۵۶، ۵۸، ۵۹، ۶۲، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۹۳
 ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۱۲، ۱۴۰، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۸۰، ۱۹۲ -
 (ع)
 عائشہ بنت ابی بکر صدیق - ۵۴، ۶۶، ۶۷
 ۶۸، ۱۴۲، ۱۴۳ -
 عائشہ بنت عثمان غنی - ۹۷
 عباس بن عبد المطلب - ۵۵، ۵۸
 عبد اللہ بن خالد بن أسید - ۹۹
 عبد اللہ بن زبیر - ۵۴، ۱۰۹، ۱۸۹
 عبد اللہ بن سبا - ۵۳، ۱۴۳، ۱۵۶، ۱۶۰
 ۱۶۱، ۱۶۷، ۱۷۶، ۱۷۷ -
 عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح - ۴۷، ۴۸، ۸۸
 ۸۹، ۹۵، ۱۱۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳
 ۱۳۴، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸ -
 عبد اللہ بن عامر بن کریم - ۳۶، ۳۷، ۴۶، ۴۷، ۴۸
 ۵۹، ۶۰، ۹۱، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹
 ۱۴۳، ۱۸۸ -
 عبد اللہ بن عباس - ۴۴، ۱۹۱
 عبد اللہ بن عمر - ۳۷، ۱۱۰، ۱۷۶، ۱۸۰
 عبد اللہ بن سعود - ۳۸، ۴۱، ۸۵، ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۷۷
 ۱۰۱، ۱۰۵، ۱۱۱، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸،

قُطُنْطِينِيَّة - ۱۱۴، ۱۳۱، ۱۳۳ -

قَفْص - ۱۳۲ -

تَيْس (قبيلة) - ۱۶ -

تَوْهِسْتَان - ۳۴ -

تَيْس بن كُشُوح مُرَادِي - ۳۵ -

(ك)

کابل - ۹۰ -

کتاب الأُمم شافعی - ۸۰ -

کتاب الأموال أبو عبید قاسم بن سلام - ۸۰ -

کتاب المخرج أبو یوسف - ۸۰ -

کتاب المخرج یحیی بن آدم قرشی - ۸۰، ۸۱ -

کتاب السیفه واقدی - ۱۰۴ -

کتاب الشوری واقدی - ۱۰۴ -

کتاب المعاری ابن قتیبه - ۹۰ -

کتاب الولاءة والقضاء کندی - ۸۹ -

کُجَّه - ۱۳۲ -

کرمان - ۳۹ -

کعب بن جُکَ - ۱۲۸، ۱۲۹ -

کعب بن مُبید - ۱۶۵، ۱۶۶ -

کلب (قبيلة) - ۱۵۲ -

کُیل بن زیاد غنمی - ۱۳۸، ۱۴۱ -

گِنَانَه (قبيلة) - ۹۳۰ - کندی - ۱۹ -

کَوْز - ۲۵، ۳۰، ۳۴، ۳۶، ۴۳، ۴۹، ۸۵ -

۸۶، ۸۷، ۹۲، ۹۴، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۲۶ -

۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۱ -

۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۵ -

۱۶۶، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۴ -

۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۲ -

(گ)

گجرات - ۱۳۲ -

(ل)

لنکا - ۱۴۱ -

لوط - ۱۸۴ -

لیبیا - ۴۶، ۸۹، ۱۲۸ -

سیلی - ۹۰ -

(م)

مؤلفه القلوب - ۷۵ -

محمد بن ابی بکر صدیق - ۶۴، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴ -

۱۴۶، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۲ -

محمد بن ابی حذیفه - ۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴ -

۱۴۵، ۱۴۶ -

محمد بن إسحاق - ۱۴ -

نافع ابو عبدالله - ۲۱ -

نباغ - ۹۰ -

نجد - ۱۰ -

نجران - ۱۲۴، ۱۲۱ -

نجرانیه - ۱۲۲ -

نجر - ۱۹ -

نذوة المصنفین - ۵ -

نصر بن حجاج - ۱۰۲ -

نقیج - ۸۳، ۸۱ -

نوح البلاغه - ۵ -

نهر ابله - ۹۱، ۹۰ -

نهر ام عبدالله بن عامر - ۹۱، ۹۰ -

نهرافند - ۱۴۲ -

نوح - ۱۸۴ -

نوشیروان - ۱۵۹ -

نوقل - ۳۲ -

(۵)

هاشم - ۳۲ -

محب - ۴۵ -

هذیل (قبیل) - ۸۵ -

هرمزبان - ۴۸ -

هند - ۱۴۱ -

هود - ۱۸۴ -

(۹)

ولید بن عقبه - ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵ -

۸۸، ۹۲، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۲ -

۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴ -

۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۱ -

(۵)

یافا - ۱۱۸ -

یا قوت - ۱۴۱ -

یحیی بن آدم قرشی - ۸۰ -

یزدگرد - ۴۵ -

یزید بن ابی سفیان - ۹۳ -

یزید بن قیس - ۱۶۸ -

یعقوبی - ۱۰۹ -

یعلی بن سنیه - ۲۳ -

یسلمه - ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ -

یمین - ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸ -

یمینج - ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲ -

یورپ - ۳۰ -

اغلاط

صحيح	غلط
۱ در علی	صف ۱۱ سطر ۱۱ در علی
تقابل	صف ۱۰ سطر ۱۲ تقابل
بدوی	صف ۱۱ سطر ۳ بدی
اخبار	صف ۱۲ سطر ۳ جنار
سنن	صف ۱۳ سطر ۲۰ سنن
کیا	صف ۱۵ سطر ۱۶ لیا
کنیسوں	صف ۲۰ سطر ۳ نیوں
ام کلثوم	صف ۳۳ سطر ۱۵ ام کلثوم
مالک	صف ۳۴ سطر ۸ لک
عبداللہ بن عباس	صف ۴۴ سطر ۳ عبداللہ بن عباس
قصراً	صف ۹۰ سطر ۱۲ قصراً
لیعلموا	صف ۹۰ سطر ۱۲ لیعلموا
اجواد (۱۶ سطر)	صف ۹۱ سطر ۱۴ کتخیرہ
حجاج	صف ۱۰۲ سطر ۱۱ حجاج
ابن سعود	صف ۱۰۶ سطر ۸ بن سعود
سعيد	صف ۱۰۷ سطر ۱۴ سعد
عبداللہ بن سعد	صف ۱۰۸ سطر ۳ عبداللہ بن سعد